إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا

کفر و الحاد کی بے نظیر تحقیق

اِکفارُ المُلحدین

تصنیف

امام العصر حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ

ترجمہ

مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ

مکتبہ عمر فاروق

افکار المحبین

ان الذين يلحدون في آيتنا لا يخفون علينا (القرآن)

کفر و الحاد کی بے نظیر تحقیق

تصنیف:

امام العصر محدث جلیل حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

مترجم:

مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

[illegible]

فہرست عنوانات

ترجمہ اکفار الملحدین

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

ترجمہ تقاریظ معتبرہ

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

منتظر تھا اور بہت بڑا مجدد دین تھا اور بہت بڑا ولی تھا اور کہتے ہیں کہ اگرچہ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو نبوت اور رسالت سے موسوم کر لیا تھا وحی اور الہام کا دعویٰ کیا تھا اور اس نے اپنی وحی اور دوسرے انبیاء کی وحی میں برابری کر دی تھی، لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس نے حقیقۃً دعویٰ نبوت نہ کیا تھا۔

تو اس طرح کی تاویلات سن کر بعض سلف صالحین نے ان کو متاول سمجھ کر ان کے کفر میں توقف و تردد کیا اور ان جیسوں کی مثل میں بھی توقف کیا۔ اسی اثناء میں اپنے زمانہ کے لوگوں میں سے عمدہ ترین اور اپنے وقت کے مضبوط علم والے ارباب فضل کے بڑے اور اصحاب فضیلت کے لئے قابل فخر بہت بڑے عالم علامۃ الدھر مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ دار العلوم میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہیں) اس مسئلہ کی تحقیق میں سرتوڑ کوشش کی اور تدقیق کے جھنڈے کو بلند کر دیا، مقصود سے پردہ ہٹا دیا اور اندھیروں کو مٹا دیا۔ ایک رسالہ میں جس کو انہوں نے ”اکفار الملحدین“ کے نام سے موسوم کیا اسے پُر رونق بنایا موتیوں سے اور معاملے کو اتنا واضح کر دیا کہ دل کی کھٹکن اور شک کی کوئی گنجائش باقی نہ چھوڑی۔ جب تمہاری نظر ان موتیوں پر پڑے گی تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ حصول اطمینان کے لئے کشادہ راستے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ملحدین کی جڑ کو اکھاڑ پھینکیں جو کہ ظاہر ہوئی اور اللہ تعالیٰ دین متین کے رنگ کو واضح کر دیں اور اللہ تعالیٰ ظالم اور خائن لوگوں کی تدابیر کو مٹا دیں۔

کفایت اللہ عفی عنہ
۷ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ

☆☆☆☆☆

حضرت العلامہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد: جب قادیان کے ایک باغی اور سرکش گروہ نے اسلام سے بغاوت کی اور سرکشی کی اور بہت بڑی نافرمانی اور زمین میں فساد برپا کر دیا اور انہوں نے اپنے سرغنے کے لئے نبوت عامہ یا اس کے مسیح موعود ہونے کو یا مہدی مجدد دین متین ہونے کو ثابت کیا تو کمر بستہ ہوئے ان کے جھوٹے پروپیگنڈے کو باطل کرنے کے لئے اور ان کی جھوٹی باتوں کو مٹانے کے لئے۔ علامہ فہامہ شیخ الحدیث اور صدر المدرسین دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فائدہ تامہ پہنچایا اور عمدہ ترین مضبوط اور مستحکم کام کر دکھایا اور دونوں گروہوں کو ثابت کر دیا جو کہ ملحد، سرکش

باقی قادیانی کے پیروکار ہیں اور ایسے دلائل کے ساتھ رد فرمایا کہ اس سے زیادہ کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا نصیب فرمائے۔

وَآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العلمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو ظاہری، باطنی نعمتیں عطا کرنے والا ہے، رحمتیں اور سلام ہوں ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جو خاتم الانبیاء والرسل ہیں اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو نیک اور منتخب ہیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد: میں مطلع ہوا اکفار الملحدین نامی واضح رسالہ پر اور میں اس رسالہ کے مطالعہ سے نفع مند ہوا بحمد اللہ جو حضرت شیخ علامہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کی تصنیف لطیف ہے جو بلند مرتبہ رکھتے ہیں، اپنے زمانہ میں بے مثال ہیں اور بے نظیر ہیں اسلاف کی نشانی ہیں اور بعد والے لوگوں کے لئے حجت ہیں علم میں سمندر کی مثال رکھتے ہیں خوب چمکنے والے چراغ کی مانند ہیں وہ ایسے آدمی ہیں کہ جس کی مثال کو موجودہ زمانہ میں آنکھوں نے نہیں دیکھی اللہ تعالیٰ نے ان کو علم سے اور نہی عن المنکر سے اور پاک دامنی اور تقویٰ سے وافر ترین حصہ عطا فرمایا ہے اور وہ ہمارے سردار اور ہمارے شیخ ہیں اللہ تعالیٰ ان کے سایہ شفقت کو طلباء اور مریدین کے لئے تادیر قائم رکھے۔ اس وقت زمانہ کی ضرورت اس جیسے عمدہ رسالہ کی طرف واقعی تھی کیونکہ مسئلہ بڑا اہم تھا اور اقوال مضطرب تھے اور ان کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا اور اقوال تھے بھی بہت زیادہ۔ اس وجہ سے بعض اہل علم اور نیک ارادہ والے بھی غلط فہمی اور شک وتردد میں مبتلا ہو گئے پس اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور تمام فائدہ حاصل کرنے والوں کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائیں حضرت الشیخ علامہ کو جو اس رسالہ کے مصنف ہیں کیونکہ انہوں نے حق اور درستگی کے چہرے سے پردہ چاک کر دیا اور اشتباہ اور شک کی شہ رگ کو کاٹ دیا۔ اہل قبلہ کی عدم تکفیر کے قاعدہ کی وضاحت کر دی اور صاف شفاف کر دیا تاویل کرنے والے کے عدم تکفیر کے ضابطے کو، ایسی وضاحت فرمائی کہ اس سے زائد کچھ کہنے کی گنجائش نہیں حتیٰ کہ آنکھوں والوں کے لئے صبح کو واضح کر دیا اور کافی شافی بیان فرمایا حتیٰ کہ شبہ اور انکار کی گنجائش کو باقی نہ رکھا لیکن اس شخص کے لئے شبہ اور انکار کی گنجائش نہیں جس کا قلب سلیم ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے شرح صدر بھی

کر دیا ہو یا جس نے سننے کے لئے کان دھرے ہوں اور اس کا دل اور دماغ بھی حاضر ہوں پس اللہ کے لئے اول آخر اور ظاہراً باطناً تمام تعریفات ہیں اس لئے کہ وہ تعریفوں اور بزرگی والا ہے۔

العبد شبیر احمد عثمانی

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ

☆☆☆☆☆☆

العلامۃ الفقیہ المحدث والمفتی مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمہ اللہ تعالیٰ
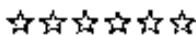
حمد و صلوٰۃ کے بعد! جب عوام بلکہ اہل علم جو بڑے سمجھدار شمار ہوتے تھے ان کا گمان ہو گیا تھا کہ جن لوگوں کی زبانیں کلمہ شہادت سے گویا ہیں اور ایمان باللہ کا بھی اظہار کرتی ہیں وہ تو پکے مومن ہیں اگرچہ انکار کر دیا انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے ہزاروں معانی متفقہ کا مع ائمہ جمہور کے ہاں وہ قطعی الثبوت ہیں اور وہ ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو باطل کر دیتی ہے منقول و مشہور حقیقت کو۔ تو ان لوگوں کے پاس ایمان یا بعض ایسا ایمان ہو گیا کہ بعض کا کفران کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اور ائمہ مجتہدین سے یہ بات عام ہوگئی کہ ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہ کریں گے شاید کہ یہ لوگ ائمہ مجتہدین کے اس قول کی مراد پر مطلع نہ ہو سکے تو قوم و عوام کی ضرورت نے تقاضا کیا کہ کوئی ایسی کتاب ہونی چاہئے جو ایمان کے ختم ہونے کی صورتوں کو کھول کر بیان کر دے اور دلیل کے ساتھ اسلاف کے مسلک کو واضح کر دے اور زائل کر دے شک کرنے والوں کے وہموں کو اور زنادقہ اور ملحدین کو کافر قرار دیتے ہیں جو تاویل باطل کے ساتھ اور گمراہ کرنے والی تحریف کے ساتھ اپنی خواہشات کے متبعین ہیں اس طور پر مسلک حق کو واضح اور شک کرنے والوں کے شک کو زائل کرے کہ حق صریح واضح ہو جائے اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہو سکے اور نہ اس میں عقل سلیم کے مالک کو شک باقی رہے۔

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے بہت بڑے علم رکھنے والے کو توفیق عطا فرمائی جو بہت بڑے محقق اور اپنے زمانہ کے فقیہ اور اپنے زمانہ کے محدث جو روایت میں ثقہ اور فہم و فراست میں حجت ہیں وہ شیخ العلماء مولانا مولوی محمد انور شاہ صاحب ہیں اللہ تعالیٰ ہم پر اور سارے مسلمانوں پر ان کے سایہ کو لمبا کر دیں اور اللہ تعالیٰ ان کو باقی رکھیں اور ان کی چاہت میں انہیں کامیاب بنائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اس بحث میں عمدہ تصنیف پیش فرمائی اور اس کو موسوم کیا "اکفار المتاولین والملحدین فی شیء من ضروریات الدین" انہوں نے اس

میں فیصلے قائم کیے ہیں اور ایسے اصولوں کو جمع کر دیا کہ ان اصولوں سے کفر اور اسلام کا مدار واضح ہو جاتا ہے اور اہل حق اور سرکش لوگوں کے درمیان امتیاز آسان ہو جاتا ہے۔ ہر باب میں مفہوم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مدلل کر دیا اور بڑے بڑے ائمہ سے روایات لائے۔ سو والی مدد آپ لائے کہ دل اس کے لیے حرکت میں آ جاتے ہیں اور اس سے دل ٹھنڈے ہو جاتے ہیں ان کی اس کوشش پر تہ دل سے شکر ہے اللہ ان کو ہماری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزاء خیر عطا فرمائیں پوری پوری اور مکمل جزاء۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ علی النبی الکریم و آلہ واصحابہ اجمعین۔

(علامہ حضرت اقدس) ابو المحاسن محمد سجاد بہاری

حضرت العلامہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب، ناظم تعلیم دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد: پس پنجاب کے مسیلمہ کذاب نے بے شک ختم نبوت اور رسالت کا انکار کر دیا اور اس کے معنی میں تحریف کی اور اس کے کفر میں اجماع کی اور دعویٰ کر دیا کہ مستقل اور شرعی نبوت کا بلکہ نئی شریعت کا اور وحی اور نئی کتاب کا اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کی خاص کر ہمارے سردار نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واضح طور پر اور ضروریات دین کا تاویلات فاسدہ کے ساتھ انکار کر دیا اور اس کا یہ انکار اس کے اپنے اقرار کے ساتھ ہے بغیر کسی تاویل اور حجاب کے۔

لہٰذا بلا ریب اور بلا شک مرزا قادیانی خود اور جو اس کی اتباع کرے وہ ملحد ہے زندیق ہے کافر اور مرتد ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور یہی حق ہے اور یہی درست ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو مرزا کی کفریہ باتوں پر مطلع ہو جانے کے بعد اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے۔ اسی پر وبال ہے بلکہ ہے اس پر دنیا میں لعنت ہے اور آخرت میں ذلت اور رسوائی ہے عذاب و عقاب ہے۔

اگر مرزا قادیانی اور اس کے متبعین اسلام سے خارج اور مرتد نہ سمجھے جائیں تو پھر مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین کا اسلام سے خارج ہونا اور مرتد ہونا ثابت نہیں رہے گا اور اسی طرح مسیلمہ کذاب کے سارے امثال کیسے خارج اور مرتد ہیں آخرت میں۔ سو اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کے ٹھکانہ کو اچھا کرے۔ وہ شیخ الاسلام والمسلمین ہیں اور علوم دنیاوی اور اخروی کے متعددوں کا جامع ہیں یعنی محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جو دار العلوم دیوبند میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہیں انہوں نے اپنے رسالہ مسمیٰ باکفار المتاولین والملحدین فی شیٔ من ضروریات الدین میں قرآن و سنت اور آثار صحابہ

کرام جمہور مشائخ اور محدثین اور فقہاء اور اصحاب اصول اور مفسرین کی تصریحات کو اس مسئلہ میں فصل خطاب کے ساتھ بیان کیا۔ اس بات کو کہ بے شک ضروریات دین میں سے کسی کا انکار یا تاویل ناجائز ہے۔

پس یہ رسالہ کافی شافی وافی ہے اپنے موضوع میں اور اصول وفروع اور عمدہ موتیوں اور روشن مضامین پر مشتمل ہے اور عجائبات اور غرائب پر مشتمل ہے اور مجرب ہے کہ اس سے منافع اور فوائد کو حاصل کرنا مشکل نہیں۔ لہٰذا مسلمانوں پر اس کا مطالعہ لازم ہے اور اس کے مفہوم اور مضامین کی اشاعت بھی لازم ہے اور مسیلمہ کذاب کے گروہ کو اصول وفروع سمیت ختم کرنا بھی مسلمانوں پر لازم ہے اور اس کی عبارات میں سے چند عبارات کو زبانی یاد کرنا بھی لازم ہے، تاکہ اس کے کفر والحاد اور زندیقیت کے سمندر کے قطرہ سے تذکرہ اور تبصرہ آسان ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرنے والے ہیں، اور اللہ کے لئے اول آخر تعریفیں ہیں اور صلوٰۃ وسلام ہوں اس کے نبی اور حبیب پر اور اس کی آل اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر جب تک کہ اتفاق وتفرق باقی ہے۔ اے اللہ اپنی رحمت کے طفیل قبولیت سے نواز دے۔ اے اسلام اور قرآن اور دین اور دین والوں کی حفاظت کرنے والے۔

بندہ سید مرتضیٰ حسن

☆☆☆☆☆

حضرت اقدس مولانا شیخ حبیب الرحمٰن (نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفوں کے لائق وہ اللہ ہے جو دین متین کی حفاظت کا ذمہ دار بن گیا، جس نے ہر دور اور زمانہ میں ایسا گروہ مقرر فرما دیا جو دین میں فہم سلیم رکھتے ہیں تاکہ امور دین کو درست شکل میں باقی رکھیں اور اللہ کے عذاب سے ہر اس شخص کو ڈراتے رہیں جو دوسروں کو واضح گمراہی کے کنارے پر لے جانے کی کوشش کرے، اور تاکہ دین کے حریم کو پاک کریں کفر کی پلیدیوں اور الحاد وزندقہ کی گندگیوں سے یہاں تک کہ حق کی صبح روشن اور واضح ہو جائے۔

اور رحمت کاملہ اور سلامتی نازل ہو ہمارے آقا اور مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے ہمیں ایک ایسی روشن شریعت پر چھوڑا کہ اس کی رات اور اس کا دن برابر روشن ہیں پس اب گمراہی کی گھاٹیوں میں صرف وہی شخص گرے گا جو توفیق ویقین سے محروم کر دیا گیا ہو، اور رحمت کاملہ وسلامتی نازل ہو آپ کی آل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ پر جنہوں نے شریعت کے جھنڈوں کو بلند کیا اور شریعت کے

انکار کیا اور اس نے اپنے متعلق یہ خیال کر لیا کہ وہ نبی ہے خواہ ظلی ہو یا بروزی یا تشریعی، یہ سب کچھ اس کی ان کتب میں ہے جو اس نے اپنی ذریت کے لیے کافی کیں۔ وہ اپنی زہر آلود باتیں اپنے متبعین پر ڈالتا رہا یہاں تک کہ ان کے دلوں میں اس کی جھوٹی نبوت نے گھر کر لیا اور وہ ایمان لا بیٹھے اس کی وحی پر اور اس کی معجز کلام پر اور اس کے (جھوٹے) معجزات پر، سو اس کی امت امت محمدیہ علیہ الصلوۃ والسلام سے الگ مستقل امت بن گئی اور جو شخص مرزا کی جھوٹی نبوت کا انکار کرے قادیانی گروہ اس کے مسلمان ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ پوری دنیا کے مسلمانوں میں سے قادیانی ان مسلمانوں کے پیچھے نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ جنازہ اور نہ ان مسلمانوں سے قادیانی عورتوں کا نکاح جائز سمجھتے ہیں۔

اس جھوٹے مدعی نبوت نے اس پر بس نہ کی، بلکہ اپنی ذات کے لئے تمام انبیاء اور رسل پر فضیلت کا بھی دعویٰ کر دیا حتیٰ کہ سردار الانبیاء ﷺ پر بھی فضیلت کا دعویٰ کر بیٹھا اور ہمارے سردار حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو روح اللہ اور اللہ کے سچے پیغمبر ہیں کی توہین کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں برے کلمات کا مرتکب ہوا، ایسے کلمات کہ ان کے سننے کی کوئی مسلمان طاقت نہیں رکھتا۔

پھر اس کے متبعین دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ سو ایک نے تو اس کے اصلی دعویٰ نبوت کو لازم پکڑا اور اعلانیہ اس کی نبوت کا اعلان کرتا رہا۔ نہ ان کو دین نے اس غلط سے روکا اور نہ ہی شرم و حیا نے ان کو روکا۔ یہ فرقہ ہی جمہور مرزائیہ ہیں اور دوسرا گروہ مسلمانوں کو دھوکہ دیتا رہا اور اندر اندر سے اسی عقیدہ پر جما رہا جس کا مرزا قادیانی دعویٰ کرتا تھا اور منافقانہ طور پر بطور دھوکہ دینے کے کہا کہ مرزا نے اپنی نبوت کا دعویٰ چھوڑ دیا تھا اور ہم بھی اس کو نبی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم اس کو مصلح اور مجدد اور مسیح موعود خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کا صریح جھوٹ تھا مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اور مرزا کی خفیہ سازشوں اور اس کی لغزشوں کی تلقین کے لئے۔ اور یہ فرقہ زیادہ خطرناک تھا بنسبت پہلے فرقے کے۔ کیونکہ بہت سے مسلمان کہ جن کو مرزا کی خفیہ سازشوں کا علم نہیں اور نہ ہی ان کو ان حیلہ باز منافقین کی تدابیر کی اطلاع ہے، جب وہ ان کی باتوں کو سنتے ہیں تو مرزا قادیانی کے بارے میں اس کے خیالات کو اچھا اور درست سمجھتے ہیں۔ پھر مرزا قادیانی کے فضائل کو کان لگا کر سنتے ہیں جو قادیانیوں کے من گھڑت ہیں اور اس کے ان اوصاف کو جن میں انہوں نے خود اختلاف کیا تو یہ بھولے بھالے مسلمان یقین کر لیتے ہیں کہ وہ نیک آدمی تھا اور یہ ایک جال ہے جس کے ذریعے غافل اور لاعلم مسلمانوں کو شکار کیا جاتا ہے۔

اے بیدار مغز آدمی تو کچھ غور تو کر کہ ان ظالموں کا نفاق مسلمانوں کے ساتھ کہاں تک پہنچ گیا اور ان کی تکفیر میں وہ شخص توقف کرتا ہے جو ان کی مراد و مقصود پر مطلع نہ ہوا ہو اور سنت اللہ جاری ہے،

رہے گا اور اس مسئلہ میں کوئی شک نہیں رہے گا اور وہ اسلام کے فرقوں میں سے مرزائی گروہ کے اسلام سے خارج میں تردد نہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اس کے اجر کو کئی گنا بڑھا ئیں اور اس کے اوقات میں برکت عطا فرمائیں اور اس رسالہ سے مسلمانوں کو نفع مند کریں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائیں جو مرزائیوں کے بارے میں شک کر رہے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد ﷺ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین.

انا العبد الضعیف

حبیب الرحمن الدیوبندی العثمانی

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حضرت مولانا محمد رحیم اللہ بجنوری ادام اللہ ظلہٗ

بعد حمد وصلوٰۃ!:

کہتا ہے بندہ گنہگار ضعیف جو امید رکھنے والا ہے اپنے طاقت والے رب کی رحمت کی محمد رحیم اللہ بجنوری۔ بے شک میرے پاس بہترین، نافع بلکہ کامل نفع والی کتاب ہے، یعنی اس کتاب کا ہونا شدید ضروری تھا حق اور تحقیق کے طالب کرنے والوں کے حق میں ان اہم دینی امور کے معاملہ کے جن میں کمل اطلاع نہیں رکھتے اور ان کا یقین کامل نہیں رکھتے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

تعارف

الحمدللہ رب العلمین ولاعدوان الاعلی الظالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد والہ وصحبہ اجمعین

سرزمین بیت الحرم میں "غار حرا" کے افق سے نبوت کبریٰ کا آفتاب عالم تاب طلوع ہوا اور زمینی مخلوق کے لئے آسمانی پیغام ہدایت کی ضیا پاشیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ "خاتم النبیین" کے منصب پر فائز ہو گئے۔ قرآن کریم نازل ہونا شروع ہو گیا کفار مکہ اور جزیرۃ العرب کے یہود و نصاریٰ پوری مخالفت بلکہ بغض و عناد پر اتر آئے لیکن اسلام کے خلاف ان کی ساری تدبیریں خاک میں مل گئیں اور نہ صرف عہد نبوت میں بلکہ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی اسلام کے روز افزوں عروج و استحکام کی یہی صورت حال قائم رہی اور اسلام شرقاً و غرباً تمام دنیا میں بن کی آگ کی طرح پھیلتا چلا گیا مگر اسی کے ساتھ ساتھ اعداء اسلام کے حلقوں میں اسلام کے خلاف غیظ و غضب بھی بڑھتا چلا گیا، مشیت الٰہی سے عہد عثمانی میں عہد فاروقی جیسا تدبر و تیقظ قائم نہ رہ سکا اس لئے مریض القلب لوگوں نے خصوصاً نام نہاد مسلمان یہودیوں نے خفیہ ریشہ دوانیاں شروع کر دیں تا آنکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور اب چاروں طرف سے علی الاعلان فتنوں نے سر اٹھایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان فتنوں کا بازار "حرب و پیکار" کی شکل میں گرم ہونا شروع ہو گیا اور اسلام کو شدید ترین داخلی و خارجی خطرات کا سامنا کرنا پڑا، اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت نہ ہوتی تو شاید اسلام ختم ہو جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے علم و فراست کی برکت سے اسلام کی حفاظت فرمائی۔ جس طرح عہد صدیقی میں فتنہ ارتداد اور مانعین زکوٰۃ کا فتنہ پوری قوت کے ساتھ رونما ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حزم و عزم صدیقی کی برکت سے اسلام کی حفاظت کی تھی ٹھیک اسی طرح فتنہ خوارج و شیعیت کی شدت کی وجہ سے خلافت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں زوال اسلام کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا، اسلام تو بچ گیا لیکن "جنگ جمل" اور "جنگ صفین" جیسے دردناک واقعات اور خونریزی [illegible] رونما ہوئے اور اسلامی ملت [illegible] میں [illegible] سے ضرور [illegible] کے نتیجے میں "فتنہ شیعیت" و "فتنہ رفض" "فتنہ قدریت" و "اعتزال" وغیرہ سیاسی و دینی فتنوں نے جنم لیا [illegible] مرتبہ بھی اختلافات "مسئلہ ایمان" و "مسئلہ کفر" سامنے آیا اور اس کی تحقیق کی ضرورت پیش آئی۔

[illegible] بات یہ تھی کہ خوارج و معتزلہ بھی اہل ایمان [illegible] ہونے کے مدعی تھے اور شیعہ و روافض بھی اسلام

ومحبت اہل بیت کے دعویدار تھے، مگر دونوں فرقے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر پر متفق تھے اور اپنے اپنے ایمان واسلام کا دعویٰ بھی کرتے تھے پھر انہی دونوں شاخوں سے پھوٹ کر "جہمیہ" "معتزلہ" "کرامیہ" وغیرہ تو بتو مدعی اسلام فرقے پیدا ہوتے چلے گئے، جن میں سے ہر ایک فرقہ اپنے سوا سب کو کافر کہتا تھا۔

اس لئے "اسلام" کی حفاظت کے لئے شدید ضرورت پیش آئی کہ محققانہ انداز میں اس مشکل کو حل کیا جائے کہ "مناط" ومدار نجات کیا چیز ہے؟ اور "ایمان" کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اور "کفر" کی اصل بنیاد کیا ہے؟

چنانچہ امام احمد بن حنبل، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابو عبید قاسم بن سلام، محمد بن نصر مروزی، محمد بن اسلم طوسی، ابو الحسن بن عبدالرحمن بن رستہ، ابن حبان، ابوبکر بیہقی وغیرہ ائمہ حدیث رحمہم اللہ نے "مسئلہ ایمان" پر محدثانہ کتابیں لکھیں۔ محدثین کے طرز پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی "کتاب الایمان" شاید آخری کتاب ہو، لیکن علمی ونظری مکاتب فکر کے نقطہ نظر سے یہ محدثانہ تالیفات کافی نہ تھیں اس لئے متکلمین نے اس میدان میں قدم رکھا اور قدماء متکلمین کی تصانیف میں بھی یہ مسائل زیر بحث آئے۔ امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ سے لے کر حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تک کبار متکلمین نے خوب علمی ونظری تحقیقات کی داد دی اور ان مسائل پر سیر حاصل عقلی ونقلی (غیر نقلی) بحثیں کیں، حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی طوسی رحمہ اللہ متوفی ۵۰۵ھ غالباً پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر مستقل محققانہ کتاب لکھی جس کا نام "فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقة" ہے، مصر وہندوستان دونوں جگہ طبع ہوئی ہے۔

رفتہ رفتہ فقہاء کے حلقہ میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور فقہاء کرام نے اپنے مخصوص فقہی انداز میں بھی خوب لکھا، لیکن ایک طرف تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول "لا نکفر احدا من اهل القبلة" امت کے سامنے تھا دوسری طرف یہ اجماعی مسئلہ طے شدہ تھا کہ "ضروریات دین میں سے کسی بھی امر ضروری کا انکار کفر ہے۔" بلکہ "ضروریات دین میں" "تاویل" بھی موجب کفر ہے۔"

اسی طرح ایک طرف یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ "لازم مذہب مذہب نہیں ہے، جب تک التزام کفر نہ کیا جائے، لزوم کفر سے کفر لازم نہیں آئے گا۔ اس بحث کے ذیل میں یہ مسئلہ بھی پیدا ہوا کہ "ضروریات دین" کے باب میں بھی یہ ضابطہ جاری ہے یا "ضروریات دین" اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں؟ نیز مسئلہ تکفیر میں "دلیل قطعی" ضروری ہے یا "ظنی ادلہ" سے بھی تکفیر کی جا سکتی ہے؟

الغرض موضوع اپنی اہمیت کے پیش نظر اور نزاکت کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ الجھتا گیا اور ایمان وکفر کا بدیہی مسئلہ نظری بن کر رہ گیا، ادھر اعداء دین کو ان علمی بحثوں اور کاوشوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے مواقع ملتے چلے گئے۔

سرسری نظر سے پڑھ کر عربی دان اور علماء بھی اس کو ایک اقتباسات کی فہرست سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ علاوہ ازیں بہت سے مقامات پر یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا تھا کہ اقتباس کتنا ہے اور حضرت شیخ کی عبارت کتنی؟ غرض علماء کے لئے بھی اس وقت و اختصار کی وجہ سے کما حقہ استفادہ بڑے غور و خوض کا محتاج تھا۔

مجلس علمی کراچی کا یہ احسان ہے کہ اس نے وقت کی اہم دینی ضرورت کا احساس کیا اور ایک محقق عالم و ممتاز فاضل کو، جسے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے شرف تلمذ اور خصوصی تعلق کے ساتھ ہی ان کے علوم سے فی الجملہ مناسبت بھی ہے اور ساری عمر علوم و فنون کی بادیہ پیمائی میں گزری ہے، کتاب کے اردو ترجمہ کے لئے انتخاب کیا۔

اس قسم کی جامع اور دقیق کتاب ہو اور پھر امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تالیف ہو، جن کی دقت تحریر علماء کے حلقہ میں معروف ہے اور ان کی دوسری تصانیف اس پر شاہد ہیں اور پھر اس نازک اور لائق صد احتیاط موضوع پر ہو، اس کا ترجمہ کرنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔ لائق مترجم وفقه الله لكل خير ہمارے بے حد شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس مشکل کو سر کیا اور اس "خوان یغما" کو نہ صرف عام علماء بلکہ اردو داں طبقہ کے لئے بھی وقف عام کر دیا اور علماء و فقہاء و ارباب فتویٰ پر بھی احسان کیا، اس لئے کہ امام العصر حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی تحریر بلکہ تقریر سے بھی پورا استفادہ کرنا ہر عالم کے بس کا کام نہیں ہے۔

بہر حال وقت کی ایک اہم دینی و علمی ضرورت تھی جو نہایت خوبی کے ساتھ پوری ہو گئی، جتنا حضرات (جن کو ان موضوعات سے سابقہ پڑتا رہتا ہے) خصوصاً ارباب فتویٰ اس کی قدر کریں گے اور امام العصر حضرت مؤلف نور اللہ مرقدہ کو اور مترجم طالت حیاتہ فی الخیر دونوں کو دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں گے۔

کتاب کے اواخر میں امام العصر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس موضوع پر کہ ان مسائل میں علماء کی تحقیق کے ماخذ کتاب و سنت میں کیا کیا ہیں؟ اور علماء و فقہاء کے درمیان اختلاف نظر کیوں رہا ہے؟ عجیب مجتہدانہ انداز سے تحقیق فرمائی ہے اور محققانہ انداز سے اس اختلاف نظر کی توجیہ فرمائی ہے اور پھر فرمایا ہے:

"ہم نے اس مسئلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے، ایسا نہیں کیا کہ ایک جانب کو پیش نظر رکھ کر دوسری جانب سے غفلت برتی ہو اور اس طرح غیر شعوری طور پر ہم بے احتیاطی میں مبتلا ہو گئے ہوں، ہم نے اس مسئلہ میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے جس پر ہمارا ایمان و عقیدہ ہے، ہمارا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہے وہی ہمارا گواہ اور وکیل ہے"۔

"اس علم دین کو آئندہ نسلوں تک وہی لوگ پہنچائیں گے جو اعلیٰ درجہ عادل و منصف مزاج ہوں گے، وہی اہل غلو (حد سے تجاوز کرنے والوں) کی "تحریفات" سے اہل باطل کی "تزویرات" (فریب کاریوں) سے اور جاہلوں کی "تاویلات" سے دین کو بچائیں گے"۔

اسی لئے علماء نے امت پر بڑی مہربانی کی ہے، جیسے بھی فتنے کیوں نہ اٹھتے جائیں، رہتی دنیا تک یہ فریضہ عائد ہے اور رہے گا کہ بلا خوف و خطر اور "لومۃ لائم" (ملامت کرنے والوں کی ملامت) کی پرواہ کئے بغیر جو شرعاً "کافر" ہے اس پر "کفر" کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور اس میں پوری پوری دیانت داری اور تحقیق سے کام لیں اور جو "ملحد" و "زندیق" ہے اس پر "الحاد" و "زندقہ" کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور جو بھی فرد یا فرقہ قرآن و حدیث کی نصوص کی رو سے "اسلام" سے خارج ہو اس پر اسلام سے خارج اور دین سے بے تعلق ہونے کا حکم و فتویٰ لگائیں اور کسی بھی قیمت پر اس کو مسلمان تسلیم نہ کریں جب تک سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع نہ ہو یعنی قیامت تک۔

بہرحال "کافر"، "زندیق"، "ملحد"، "مرتد" وغیرہ شرعی احکام و اوصاف ہیں اور فرد یا جماعت کے عقائد یا اقوال و اعمال پر مبنی ہوتے ہیں یہ ان کی تشخیص ہوتی ہیں جو ان کے بدلے "گالیاں" نہیں کہی جاتی ہیں ان کی تشخیصوں اور واقعات کو دیکھی جاتی ہیں البتہ اگر یہ الفاظ بے محل میں استعمال ہوتے ہیں تو یہ شرعی احکام ہیں ان کو "سب و شتم" اور ان احکام کے لگانے کو "دشنام طرازی" کہنا جہالت ہے یا بے دینی۔

نیز علماء حق جب کسی فرد یا جماعت کی تکفیر کرتے ہیں تو وہ اس کو "کافر" نہیں بناتے، "کافر" تو وہ خود اپنے اختیار سے کفریہ عقائد یا اقوال و افعال اختیار کرنے سے بنتا ہے وہ تو صرف اس کے کفر کو ظاہر کرتے ہیں۔ کسوٹی سونے کو کھوٹا نہیں بناتی بلکہ اس کے کھوٹے ہونے کو ظاہر کر دیتی ہے، کھوٹا تو وہ خود ہوتا ہے اس حقیقت کے باوجود یہ کہنا کہ "مولویوں کو کافر بنانے کے سوا کیا آتا ہے؟" شرمناک جہالت ہے۔

امید ہے کہ اس ضروری تنبیہ کے بعد قارئین ان ملحدوں اور بے دینوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہو کر ہوشیار ہو جائیں گے، وہ جس کسی فرد یا جماعت کو اس قسم کا پروپیگنڈا کرتے پائیں گے، باور کر لیں گے کہ یہ صرف شریعت کے حکم اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج یعنی الحاد و زندقہ کی سزا سے بچنے کے لئے علماء و محققین کے خلاف بے ہودگی مچا کر دوگنا جرم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ العیاذ باللہ!

واللہ سبحانه ولي الهداية والتوفيق وصلى الله على خير خلقه صفوة البرية سيدنا ومولانا محمد الهاشمي العربي وعلى آله وصحبه ووارثه وسلم.

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

عرض مترجم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی خاتم الانبیاء سیدنا محمد المصطفی المجتبیٰ، وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً. اللھم صل وسلم علیہ کلما ذکرہ الذاکرون وصل وسلم علیہ کلما غفل عن ذکرہ الغافلون وبعد!

کمترین خلائق بندہ محمد ادریس بن مولانا محمد اسحٰق بن مولانا عبداللہ (نو مسلم کایستھ) میرٹھی غفراللہ ولوالدیہ خود کو امام العصر حضرت الشیخ مولانا محمد انور شاہ الکشمیری نور اللہ مرقدہ کی ذات والا صفات کی جانب منسوب کرنے سے بھی جھجکتا ہے کہ "بدنام کنندہ نکو نامے چند" کا مصداق نہ بن جائے لیکن جس طرح ایک ذرۂ بے مقدار کو آفتاب عالمتاب سے کوئی نسبت نہیں مگر اس کو کیا کیجئے کہ ذرہ کی نہ صرف تابانی بلکہ ہستی بھی آفتاب کے نور کے ساتھ قائم و وابستہ ہے کچھ اسی طرح کی صورت حال ہے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کا تو سوال ہی کیا ہے تو حافظہ پر بہت زور ڈالتا ہوں کہ زبان مبارک سے سنے ہوئے کچھ کلمات ہی یاد آ جائیں مگر بجز "سبحان اللہ" اور "ہاں بھائی" کے اور کچھ یاد نہیں آتا صرف ایک چیز کہیے ایک سعادت تھی اور ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ رہے گی اور شاید آخرت میں بھی وہی کام آئے اور وہ ہے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ عقیدت اور اگر والہانہ محبت بھی کہوں تو غلط نہ ہوگا، اسی بے پناہ محبت کی بدولت حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ کے علوم و معارف سے ایک ایسی بسیط اور اجمالی مناسبت، جس کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں نصیب ہوئی کہ بس وہی اس ذرۂ بے مقدار کے نہ صرف علم و معرفت بلکہ پوری علمی ہستی کا سرمایہ ہے، جس نے چالیس سالہ زمانۂ تدریس میں بڑے بڑے معرکوں میں شرمساری سے بچایا ہے اور فکر و ذہن میں وہی آئینہ ہے اور زبان و قلم سے وہی نکلا ہے جس کا غیر محسوس پر تو حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا ہوا غیر شعوری طور پر محفوظ تھا۔

اس علمی بے بضاعتی کے ہوتے ہوئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دقیق و عمیق تصانیف، (جو اپنی وقت و اغلاق میں علماء کے حلقہ میں ضرب المثل ہیں)۔ کے کما حقہ سمجھ لینے کا حوصلہ بھی نہ ہونا چاہیے تھا چہ جائیکہ ان کا اردو جیسی غیر علمی زبان میں ترجمہ و تسہیل، مگر اسی بسیط اور اجمالی مناسبت نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے علوم و معارف کی افادیت (فائدہ رسانی) اور انتفاع (منفعت) کو عام اور سہل الحصول (آسان) بنانے پر نہ صرف آمادہ بلکہ مجبور کر دیا۔

سہ سالہ غور وفکر اور خامہ فرسائی کی سرگزشت

اس سہ سالہ غور وفکر اور خامہ فرسائی کی سرگزشت یہ ہے کہ میں نے مذکورہ بالا غیر اختیاری جذبہ کے تحت مولانا محمد طاسین صاحب ناظم مجلس علمی کراچی سے سرسری مشورہ کے بعد بغیر چوں وچرا "اکفار الملحدین" کے ترجمہ کا فیصلہ کرلیا (کہ کچھ نہ سہی تو کچھ عرصے کے لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے انفاس قدسیہ کی رفاقت تو میسر آجائے گی) اور مدد سے کتاب کے مختلف حصوں (پرچوں) پر ترجمہ کرنا شروع کردیا، چند ماہ میں ترجمہ سے فارغ ہو کر اس کا اندازہ ہوا، سمجھنے اور سمجھانے کی غرض سے اس منتشر مسودہ کی تبییض (صاف کرنے) کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ از سر نو کتاب اور مسودہ سامنے رکھ کر تبییض (صاف کرنا) شروع کردیا، اس تبییض میں خاصی دیر لگی، دماغ کی چولیں بھی کافی ڈھیلی ہوگئیں، تاہم سات آٹھ ماہ میں تبییض کا کام ختم ہوا، اب جو اصل کتاب (عربی) کو سامنے سے ہٹا کر خالی ترجمہ کو پڑھتا ہوں تو عربی سے زیادہ دشوار اور پیچیدہ محسوس ہوئی، معلوم ہوا کہ ترجمہ کو مطلب خیز بنانے کے لئے قوسین (بریکٹوں) کے درمیان کافی وضاحتوں کی ضرورت ہے، چنانچہ سہ بارہ کتاب سامنے رکھ کر تسہیل وتوضیح کا کام شروع کیا، (اس امر کا اطمینان کئے بغیر کہ عبارت کا جو مطلب میں سمجھ کر توضیح کررہا ہوں یہی صاحب عبارت کا مطلب ہے؟ اور جس مقصد کے لئے کسی اقتباس کو پیش کیا ہے وہ وہی ہے جو میں نے سمجھا ہے، یہ اطمینان فراغت کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علوم اور تصانیف سے مناسبت ومزاولت رکھنے والے کسی تنقیح معنی میں وسیع النظر عالم وفضلا کو کرلیا جائے گا) کہ اس کے سوا چارہ نہ تھا، اس توضیح وتسہیل اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مقاصد کی تعیین میں تو تبییض سے بھی زیادہ مشکلات پیش آئیں اور وقت بھی بہت زیادہ لگا، بہر حال بتوفیق اللہ تعالیٰ اس کٹھن کام سے فراغت کے بعد دیکھا تو وہ پلندہ (صاف شدہ) خود مسودہ (رف) بن کر محتاج تبییض بن چکا تھا، لہٰذا اصل کتاب کو سامنے رکھ کر نفس ترجمہ اور توضیحات پر نظر ثانی کی اور اس کو سہ بارہ صاف کیا اور ارادہ ہوا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ کو بغرض تصویب واصلاح پیش کروں کیونکہ خادم کی نظر میں اس وقت روئے زمین پر امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے علوم ومعارف کا حامل و وارث اور ان کے انفاس طیبہ کا حافظ، علوم وفنون کے دقائق وغوامض پر حاوی اور ہر مسئلہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی نہ صرف رائے وتحقیق بلکہ الفاظ و وقائع تک کا محافظ جس کا علمی مزاج حضرت شیخ رحمہ اللہ کے سانچے میں ڈھلا ہو، بجز مولانا بنوری موصوف کے اور کوئی نہیں ہے۔

سوچا کہ فہرست بھی ساتھ بنا کر حضرت رحمہ اللہ کو مکمل کتاب پیش کروں، اس مقصد کے لئے جو

کتاب اور ترجمہ لے کر بیٹھا تو عجیب الجھن محسوس ہوئی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ فہرست بناتے وقت محسوس ہوا کہ پورا رسالہ مختلف کتابوں کے اقتباسات کا ایک مجموعہ گویا فہرست ہے، جو دس بارہ جلی عنوانات کے تحت جمع کئے گئے ہیں لیکن یہ مطلق پتہ نہیں چلتا کہ ایک اقتباس پیش کرنے کے بعد دوسرا اقتباس کس مقصد کے لئے پیش کیا گیا ہے؟ اور متعلقہ موضوع سے اس کا کیا تعلق ہے؟ اور وہ کون سی نئی بات ہے جس کی غرض سے دوسرا اقتباس پیش کیا گیا ہے؟ اسی طرح تیسرا اور چوتھا اقتباس غرض ہر اقتباس پر اس نقطۂ نظر سے غور کرنا ناگزیر ہو گیا کہ اس اقتباس کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کس غرض یا نئے فائدہ کے لئے لائے ہیں؟ پھر ایک عقبہ سخت (مشکل گھاٹی) یہ پیش آیا کہ عربی رسالہ کی کتابت میں فی الجملہ اہتمام کے باوجود اکثر مقامات پر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا تھا کہ اقتباس کی عبارت کتنی ہے؟ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کتنی ہے؟ اس مشکل کو حل کرنے کی غرض سے کتب حوالہ کی مراجعت ناگزیر ہوگئی، چنانچہ تقریباً ہر اقتباس سے مستنبط فائدہ اور غرض کی (اپنی مقدور کے مطابق) تعیین کر کے بغلی سرخیوں (ذیلی عنوانات) کا اضافہ کیا تا کہ کتاب کی فہرست بھی بن سکے اور قارئین بھی بآسانی معلوم کر سکیں کہ کس اقتباس کو کس مقصد کے لئے لایا گیا ہے؟ اور وہ زیر بحث مسئلہ میں کس طرح مفید ہے؟ تا کہ رسالہ صرف اقتباسات کی ایک فہرست بن کر نہ رہ جائے کتب حوالہ کی ایک طویل فہرست تیار کر کے اقتباسات کو اصل کتابوں سے (جو میسر آ سکیں) ملایا گیا تب جا کر اطمینان ہوا کہ اقتباس کی عبارت اتنی ہے اور حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی اتنی، اس تشخیص کے بعد اقتباسات کو پیش کرنے کے مقاصد و فوائد بھی زیادہ آسانی کے ساتھ واضح ہوئے، جن حوالوں کے صفحات درج نہ تھے وہ درج کئے، غرض اس "جوئے شیر" لانے میں وقت بھی سب سے زیادہ صرف ہوا اور ایک ایک لفظ پر غور و خوض بھی بہت زیادہ کرنا پڑا، آخر بحمد اللہ تعالیٰ چوتھا مسودہ سرخ پنسل سے بغلی سرخیوں (ذیلی عنوانات) کے ساتھ تیار کر کے اس قابل ہوا کہ حضرت مولانا بنوری مدظلہ کی اصلاح و ترمیم کے بعد کاتب کو لکھنے کے لئے دیا جا سکے۔ حضرت مولانا موصوف نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی محبت و عظمت کی بناء پر نیز اس اندیشہ کی بناء پر کہ کوئی غلط یا غیر واقعی بات مترجم کی کم علمی کی بناء پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب نہ ہو جائے، اصل کتاب سامنے رکھ کر بنظر اصلاح و ترمیم بالاستیعاب دیکھنا شروع کیا، حضرت مولانا بنوری کی ہدایت کے بموجب قوسین (بریکٹ) کے درمیان جو کئی کئی سطروں کی طویل عبارتیں یا ہر باب کے شروع میں تمہید یا آخر میں خلاصے تھے ان سب کو "حواشی از مترجم" کی صورت میں تبدیل کر دیا، مختصر مختصر توضیحی عبارتیں درمیان میں رہنے دیں علاوہ ازیں جہاں جو لفظ یا فقرہ غیر مناسب تھا اس کو موصوف نے کاٹ دیا یا صحیح اور مناسب لفظ سے بدل دیا اور اس طرح

حضرت استاذ رحمہ اللہ کے علوم کی حفاظت کا حق ادا فرمایا اور خادم کو سرخرو فرمایا۔ تب مطمئن ہو کر خادم نے کاتب کو لکھنے کے لئے مسودہ دینا شروع کیا۔

کتابت کی تصحیح: ایک مرتبہ تمام کاپیوں کو مسودے سے ملا کر تصحیح کی اور غلطیاں بننے کے بعد نظر ثانی کر کے جو غلطیاں رہ گئی تھیں پھر بنوائیں۔ اس طرح پوری کتابت کی تصحیح ہو جانے کے بعد ازراہ احتیاط مسودہ کے بجائے اصل کتاب (عربی) سامنے رکھ کر پوری کتابت کی تصحیح دوبارہ کی اور عربی کا مفہوم ترجمہ میں ادا ہونے میں جہاں خامی نظر آئی اس کی اصلاح کی اور اس دوسری تصحیح کی غلطیاں بننے کے بعد پھر ان پر نظر ثانی کی اور جو غلطیاں بننے سے رہ گئی تھیں وہ بنوائیں۔ بعد ازاں کتاب کی فہرست تیار کی ذیلی عنوانات میں کثرت سے سرسری نظر میں تکرار محسوس ہوا تو ہر عنوان کے ساتھ قوسین کے درمیان ان مصنفین وارباب اقتباسات کے ناموں کا اضافہ کیا تاکہ فرق محسوس ہو جائے اور ذیلی عنوانات کے تکرار کی وجہ ظاہر ہو جائے۔ آخر میں کتب حوالہ اور ان کے مصنفین کے ناموں کی فہرست کا اضافہ کیا۔

اس قدر اہتمام واحتیاط کے باوجود ڈرتا ہوں کہ میری کم فہمی اور کم علمی کی بنا پر کوئی غلط یا حضرت استاذ رحمہ اللہ کے منشاء کے خلاف بات ان کی طرف منسوب نہ ہو گئی ہو، اس لئے اہل علم خصوصاً حضرت شیخ رحمہ اللہ سے شرف تلمذ رکھنے والے حضرات علماء سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت مولانا بنوری مدظلہ کی طرح اصل کتاب سامنے رکھ کر اس ترجمہ خصوصاً توضیحات کو پڑھیں اور جو غلطی یا کوتاہی رہ گئی ہو اس پر بحوالہ صفحہ اردو وعربی خادم کو یا مولانا محمد طاسین صاحب ناظم مجلس علمی کراچی میری وید رتاور کو مطلع فرمائیں کہ حضرت استاذ نور اللہ مرقدہ کے دامن علمی کو غلط انتساب کے داغ سے محفوظ رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔

جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

بندہ محمد ادریس غفرلہ

✿✿✿✿✿✿✿✿

آندھیوں کے) گرد و غبار کی طرح اس کا نام تک باقی نہیں رہتا، جہاں بھی حق نمودار اور صبح صادق کے ستون کی طرح برقرار ہوا تو باطل نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلے اور گیدڑ کی طرح دم دبا کر بھاگا پھر جس شخص نے بھی اس باطل کی حمایت کی اس نے بھی اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا اور عذاب ابدی کا ازلی فیصلہ اس شخص کے حق میں محقق ہوگیا اور وہ بدبختی وشومی اور شقاوت وانجام بد کے پست ترین طبقہ (گڑھے) میں (اوندھے منہ) جا پڑا، نہ معلوم کتنے ایسے شقی لوگ دنیا میں ہوئے ہوں گے جن کا جرم (حمایت باطل) اس طرح دامن گیر وگریبان گیر ہوا کہ وہ جہنم کی تہہ میں جا پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم (مسلمانوں) کو (اپنے فضل وکرم سے) اس انجام بد سے بچایا ہے۔ اس نجات وعافیت اور (دنیوی واخروی بلاؤں سے) حفاظت پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے نبی ورسول، نبی رحمت محمد ﷺ پر قیامت تک ہر صبح وشام (بے شمار) صلوٰۃ وسلام ہوں، جو آخری نبی اور آخری رسول ہیں، نبوت ورسالت ان پر ختم ہوگئی اور ان کے بعد تو خوشخبری دینے والے (سچے) خوابوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا ہے، قصر نبوت کی تعمیر وتکمیل کی آخری اینٹ باقی رہ گئی تھی وہ خشت آخری خاتم الانبیاء (ﷺ) کی ذات گرامی بن گئی، پس (آپ کی بعثت کے بعد) وہ قصر نبوت کامل ومکمل ہوگیا (اب نہ کوئی نبی ہوسکتا ہے نہ رسول)۔

''اور آپ کی آل واولاد اور صحابہ وتابعین اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر بھی صلوٰۃ وسلام ہو''۔

مُقَدِّمَۃ ❶

وجہ تالیف:۔۔۔۔۔۔ یہ رسالہ ایک استفتاء کے جواب میں سپرد قلم کیا گیا ہے اور اس کا مقصد صرف قلب بیدار اور گوش شنوا کے لئے نصیحت اور تنبیہ وتذکیر کا سامان مہیا کرنا ہے۔

وجہ تسمیہ:۔۔۔۔۔۔ میں نے اس رسالہ کا نام ''اکفار الملحدین والمتاولین فی شیء من ضروریات الدین'' (ضروریات دین میں تاویل کرنے والوں اور ملحدوں کی تکفیر) رکھا ہے۔

ماخذ:۔۔۔۔۔۔ اس رسالہ کا نام اور احکام دونوں قرآن کریم کی مذکورۂ ذیل آیت کریمہ سے ماخوذ ہیں:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمَّنْ یَّاْتِیْ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ، اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ'' (حم السجدہ: ۴۰)

---

❶ ۔۔۔۔ مصنف نور اللہ مرقدہ نے تصحیح وتبییض کے بعد رسالے کے [illegible] مضامین کو شروع کرنے سے قبل اس رسالہ کی وجہ تالیف، وجہ تسمیہ اور چند ضروری اصطلاحات ومسلمات کی تخریج [illegible]

ترجمہ:— "بے شک جو لوگ ہماری آیات میں کجروی (اختیار) کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے نہیں رہ سکتے، تو کیا وہ شخص بہتر (حالت میں) ہے جو جہنم میں ڈالا جائے گا یا وہ شخص جو قیامت کے دن مطمئن آئے گا؟ کئے جاؤ جو تمہارا جی چاہے، بے شک وہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے"۔

یعنی ❶ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگرچہ یہ ملحد (مخلوق) سے اپنے کفر کو چھپاتے اور بغرض اخفاء اس پر باطل تاویل کا پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہم تو ان کی فریب کاری سے خوب واقف ہیں، وہ ہم سے نہیں چھپ سکتے

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "یلحدون" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یضعون الکلام فی غیر موضعہ"

ترجمہ:— "وہ کلام الٰہی کو بے محل استعمال کرتے ہیں (یعنی قرآن کریم کی آیات میں باطل تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں)"۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج: ۱۵ صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ دار الکاتب العربی قاہرہ مصر)

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الخراج" ❷ میں ملحد اور زندیق کا حکم بیان فرماتے ہیں:

"وکذلک الزنادقۃ الذین یلحدون وقد کانوا یظھرون الاسلام."

ترجمہ:— "ایسا ہی (اختلاف) ان زندیقوں کے بارے میں ہے جو ملحد ہو جائیں اور خود کو مسلمان کہتے ہوں (ان سے بھی توبہ کرائی جائے، توبہ نہ کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے، یا توبہ کے لئے بھی نہ کہا جائے اور الحاد کی بناء پر قتل کر دیا جائے)"۔

ضروریات دین:— جیسا کہ عقائد و کلام کی کتابوں میں مشہور ہے "ضروریات دین" وہ تمام قطعی اور یقینی امور دین مراد ہیں جن کا دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہے اور حد تواتر و شہرت عام تک پہنچ چکا ہے، حتیٰ کہ عوام بھی ان کو دین رسول اللہ جانتے اور مانتے ہیں ❸ مثلاً توحید، نبوت، خاتم الانبیاء پر نبوت کا ختم ہونا، آپ کے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت کا منقطع ہو جانا، حیات بعد الموت (مر کر دوبارہ زندہ ہونا) جزا اور سزائے اعمال، نماز اور زکوٰۃ کا فرض ہونا، شراب اور سود وغیرہ کا حرام ہونا۔

---

❶ حاشیہ کی ضروری عبارتوں کا ترجمہ متن کے ساتھ ہی کر دیا ہے۔ مترجم ❷ کتاب الخراج "فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام" میں ۱۸۰ پر قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ زندیق سے توبہ لی جائے، اگر نہ کرے تو قتل کر دیا جائے۔ یہ حاشیہ کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ مترجم ❸ حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ "شہرت عام کا معیار یہ ہے کہ عوام کے ہر ہر طبقہ میں اس کا علم پہنچ چکا ہو، یہ ہر فرد عوام کو اس کا علم ہونا ضروری نہیں ہے، اسی طرح عوام کے اس طبقہ کا جاننا بھی ضروری نہیں جو دین اور دینی امور سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتا، بلکہ عوام کے ان طبقوں تک اس امر ضروری کا علم پہنچ جانا چاہیے جو دین سے علاقہ رکھتے ہیں، اگرچہ وہ اہل علم نہ ہوں تو وہ غیر اہل علم"۔ اس زمانہ کے لحاظ سے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تشریح بہت ضروری ہے۔ مترجم

ختم نبوت کی شہادت نہ صرف زندہ انسانوں نے بلکہ مرے ہوئے انسانوں نے بھی دی ہے

خصوصاً ''ختم نبوت'' تو ایک ایسا یقینی عقیدہ ہے کہ جس پر نہ صرف کتاب اللہ بلکہ سابقہ کتب سماویہ بھی شاہد ہیں اور ہمارے نبی ﷺ کی متواتر احادیث بھی اس پر شاہد ہیں اور نہ صرف زندہ انسانوں نے بلکہ وفات شدہ انسانوں نے بھی اس پر شہادت دی ہے۔ جیسا کہ زید بن حارثہ کا واقعہ مشہور ہے کہ انہوں نے وفات کے بعد ''خرق عادت'' کے طور پر کلام کیا اور کہا کہ: ''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نبی امی اور خاتم الانبیاء ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اسی طرح پہلی کتابوں میں ہے'' اور پھر فرمایا کہ ''سچ ہے سچ ہے''۔ (المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی ج ۵ ص ۱۸۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

یہ واقعہ ''مواہب لدنیہ'' وغیرہ سیرت کی کتابوں میں انہی الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔

ضروریاتِ دین کی وجہ تسمیہ:— ایسے تمام عقائد و اعمال کو ضروری اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر خاص و عام شخص قطعی اور یقینی طور پر ان کو دین سمجھتا اور جانتا ہے کہ مثلاً فلاں عقیدہ رسول اللہ ﷺ کا دین ہے (یعنی ''ضروری'' اصطلاح میں قطعی، ناقابل انکار اور یقینی امر کے معنی میں استعمال ہوا ہے، یہ معنی معروف معنی بدیہی کے قریب ہی قریب ہیں)۔

لہٰذا ایسے تمام امور کا دین ہونا یقینی اور داخل ایمان ہے اور ان پر ایمان لانا فرض ہے یہ مطلب نہیں کہ ان پر عمل کرنا ضروری اور فرض ہے جیسا کہ بظاہر متوہم ہوتا ہے اس لئے کہ ضروریات دین میں بہت سے امور شرعاً مستحب اور مباح بھی ہوتے ہیں (ظاہر ہے کہ ان پر عمل کرنا فرض نہیں ہو سکتا) مگر ان کے مستحب یا مباح ہونے پر ایمان لانا یقیناً فرض اور داخل ایمان ہے اور بطور عناد ان کا انکار کرنا موجب کفر ہے۔ ❶ (مثلاً مسواک کرنا تو ایک مستحب ہے مگر اس کے مستحب ہونے پر ایمان لانا فرض

---

❶ — چنانچہ حضرت مصنف رحمہ اللہ ''جوہرۃ التوحید'' کے حاشیہ میں ان کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ ''بعض متواتر امور ایسے ہیں جن سے جاہل ہونے کی بنا پر انکار کر دینے پر تکفیر نہیں کی جاتی، ہاں بتلا دینے کے بعد بھی انکار پر اڑا رہے تو بے شک ضرور تکفیر کی جائے گی''۔ فرماتے ہیں اسی طرح ''موافقات'' ج ۲ ص ۶۹ (۱) کے حاشیہ میں فرق نمبر ۹۳ کے تحت ''جہل'' کے عذر معتبر ہونے یا نہ ہونے کے متعلق ضابطہ بیان کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن مسائل میں عادۃً جہل (ناواقفیت) سے بچنا دشوار ہے ان میں ناواقفیت معاف ہے۔ (یعنی اگر ناواقفیت کی بنا پر ایسے ضروریات دین میں سے کسی ''امر ضروری'' کا کوئی انکار کر دے تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا) اور وہ مسائل ضروریہ جن کی ناواقفیت اور نادانی سے بچنا عادۃً دشوار نہیں ہے اور بآسانی ان کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے ان میں ناواقفیت کا عذر معتبر نہیں اور ناواقفی کی بنا پر بھی ان مسائل ضروریہ میں سے کسی امر ضروری کا انکار معاف نہ ہوگا اور منکر کو کافر کہا جائے گا اس سلسلہ میں ''دائرۃ المعارف'' ج ۲ ص ۵۹۳ پر ''ردت'' سے متعلق بحث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اپنے امراء کے نام جاری فرمودہ ''اعلان ردت'' کے نام موثق مراسلہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے ''ہرقل'' کے نام موثق فرمان کی مراجعت ضروری ہے۔ مترجم

ہے جو شخص مسواک کے مستحب ہونے سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہے)۔

ضروریات دین کا مصداق:...... لہٰذا ضروریات دین اس "مجموعہ عقائد و اعمال" کا نام ہے جن کا دین ہونا یقینی اور بارگاہ رسالت سے ان کا ثبوت قطعی ہے۔

ضروریات دین پر مجمل کرنے یا نظری ہونے کی صورت میں کسی خاص کیفیت کا انکار کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا

باقی عمل کے اعتبار سے یا اس کے حکم نوعیت یا کیفیت کے اعتبار سے "قطعی" اور "یقینی" ہونے پر مدار نہیں ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث حد تواتر کو پہنچی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت یقینی اور بلا شبہ ہو لیکن اس حدیث میں جو حکم مذکور ہے وہ عملی اعتبار سے مجمل نظری ہو اور یقینی طور پر اس کی مراد متعین نہ کی جا سکے، جیسا کہ عذاب قبر کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ سے ثبوت کے اعتبار سے تو یہ حدیث حد تواتر اور شہرت عام کو پہنچی ہے (لہٰذا اس پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کا منکر کافر ہے) مگر اس عذاب قبر کی کیفیت کو متعین کرنا دشوار ہے (یعنی قطعی طور پر اس کی کوئی صورت متعین کرنا کہ جس کے انکار کرنے والے کو کافر کہہ دیا جائے ناممکن ہے، یہی کہا جا سکتا ہے کہ عذاب قبر تو یقینی ہے اور اس پر ایمان لانا فرض ہے، لیکن اس کی حقیقت اور کیفیت کا علم اللہ ہی بہتر جانتا ہے)۔

ایمان:...... ایمان ایک عمل قلبی ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے (صحیح بخاری ج:۱ ص:۷ پر "وان المعرفۃ فعل القلب" کے الفاظ سے) اشارہ فرمایا ہے کہ دین کے ہر ہر حکم کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنے کا پختہ قصد کرنا، یہ ایمان کے لئے لازم ہے (بالفاظ دیگر محض کسی چیز کا یقینی علم اور معرفت ہی ایمان نہیں ہے بلکہ دل سے اس کو مان لینا اور اس پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کرنا بھی ایمان میں داخل ہے)

مومن ہونے کے لئے تمام احکام شریعت کی پابندی کا عہد کرنا ضروری ہے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" ● میں تصریح فرماتے ہیں کہ "التزام شریعت صحت ایمان کے لئے ضروری ہے" ۔ وہ فرماتے ہیں:

● یہ پورا مضمون ترجمہ میں حاشیہ کے طور پر درج ہے ہم نے مضمون کی اہمیت کے پیش نظر [illegible] اصل کتاب کے متن کے ساتھ درج کر دیا ہے [illegible] حاشیہ کی [illegible] مترجم [illegible]۔

صرف نقطۂ نظر کا ہے اور بس۔ یہی ایمان کے کم و بیش ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں متقدمین کے اختلاف کی حقیقت ہے) اس کے بعد جب ان متاخرین کا دور آیا جو اختلاف ہی کے دلدادہ تھے تو انہوں نے ہر دو فریق کے اقوال کی تعبیر ایسے انداز میں کی کہ ایک طرف نفس اعتقاد تک میں کمی بیشی پیدا کر دی، دوسری طرف عمل کو سرے سے ایمان سے اس طرح خارج کر دیا کہ مرجیہ کے اعتقادات سے جا ملایا اور اس افراط و تفریط سے حقیقت ایمان کو ہی محل اختلاف اور آماجگاہ نزاع بنا دیا۔

مزید تحقیق کے لئے "میزان الاعتدال" (ج ۲، ص ۱۳۹) عبد العزیز بن ابی رواد کے ترجمہ اور "تہذیب التہذیب" (ج ۸، ص ۱۷۰) عون بن عبد اللہ کے ترجمہ اور "ایثار الحق" (ص ۴۱۰) کی مراجعت کیجئے۔

بہر کیف ایمان عمل قلب ہے اور دین کے ہر ہر حکم پر عمل کرنے کا پختہ قصد اور التزام ایمان کے لئے لازم ہے یہ قصد و ارادہ بھی تمام احکام دین پر محیط ایک "بسیط حقیقت" ہے، اس میں بھی کسی کمی بیشی یا تجزیہ کا کوئی امکان نہیں لہٰذا جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرتا ہے وہ کافر ہے اور "ان لوگوں میں سے ہے جو کتاب اللہ کے کسی حکم کو مانتے ہیں اور کسی حکم کا انکار کرتے ہیں"۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ باتفاق امت قطعاً کافر ہیں، اگرچہ یہ لوگ [1] اپنے ایمان، دینداری اور خدمت اسلام کا ڈھنڈورا پیٹتے پیٹتے مشرق و مغرب کے قلابے ملا دیں اور یورپ و ایشیا کو ہلا ڈالیں، بقول شاعر:

کل یدعی حبا لیلی ☆ ولیلی لا تقر لہم بذاکا

ترجمہ: — "لیلیٰ کی محبت کا دعویٰ تو ہر شخص کرتا ہے مگر لیلیٰ ہر کسی کی محبت کو تسلیم نہیں کرتی"۔

یہی وہ نکتہ ہے جس پر آغاز عہد خلافت میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے ہر اس شخص سے جنگ کرنے کا اعلان کر دیا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرتا ہے۔ (یعنی نماز کو مانتا ہے اور زکوٰۃ کو نہیں مانتا) حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا مقصد یہی تھا کہ جو شخص پورے دین کو ماننے کے لئے تیار نہیں وہ مومن نہیں (کافر اور مباح الدم، یعنی واجب القتل ہے)

شیخین ؓ کا اتفاق رائے اور تمام صحابہ ؓ کا اجماع: — آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق ؓ کو بھی شرح صدر عطا فرمایا اور یہ حقیقت ان کی سمجھ میں آ گئی اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی رائے سے متفق ہو گئے۔

---

[1] ان لوگوں سے مراد "مرزائی" ہیں اسی طرح آج کل کے ملحد بے دین "مدعیان اسلام" بھی اسی کا مصداق ہیں۔ مترجم

اس کا ثبوت کہ: پورے دین پر ایمان لانا ضروری ہے: (۱)۔۔۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ "صحیح مسلم" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللّٰہ کی شہادت نہ دیں اور مجھ پر اور "جو دین میں لے کر آیا ہوں" اس پر ایمان نہ لے آئیں، جب وہ اس کو اختیار کریں گے تو ان کو (مسلمانوں کی طرح) احکام شریعت کے مطابق جان و مال کی امان حاصل ہو جائے گی بجز اسلامی حقوق کے، باقی ان کے دلوں کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے (کہ وہ دل سے ایمان لائے ہیں یا کسی خوف و طمع سے)"۔ (صحیح مسلم ج:۱ ص:۳۷)

(۲)۔۔۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ اس اُمت کا جو شخص بھی، خواہ یہودی ہو، خواہ نصرانی ہو، میری بعثت کی خبر سن کر میری نبوت اور اس دین پر جو میں لے کر آیا ہوں، ایمان لائے بغیر مر جائے گا وہ جہنمی ہے"۔ (ج:۱ ص:۸۶)

(۳)۔۔۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اُمت کا جو بھی آدمی خواہ یہودی ہو یا نصرانی، میری بعثت کی خبر سن کر مجھ پر ایمان نہ لائے گا، وہ جہنم میں جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد سن کر دل میں کہنے لگا کہ قرآن کریم کی کون سی آیت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے؟ تو آخر آیت ذیل میرے ذہن میں آئی۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ. (ہود:۱۷)

ترجمہ:۔۔۔ "اقوام و ملل میں سے جو کوئی بھی (اس دین کا) انکار کرے گا، جہنم اس کی وعدہ گاہ (ٹھکانہ) ہے"۔

(اس آیت کریمہ کے لفظ "احزاب" میں دنیا کے تمام ادیان، مذاہب اور اقوام و ملل آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق ہوگئی)"۔ (المستدرک للحاکم ج:۲ ص:۳۴۲)

مزید تحقیق کے لئے لفظ "مرجیہ" کے تحت "دائرۃ المعارف" کی مراجعت کیجئے۔

"تواتر" اور اس کی چند قسمیں ❶

۱)۔۔۔ **تواترِ سند:**۔۔۔ (کسی حدیث کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں (شروع سے آخر تک) اتنے لوگ رہے ہوں کہ کسی زمانہ میں بھی ان سب کا کسی بے اصل حدیث کی روایت کرنے پر آپس میں

❶۔۔۔ ضروریاتِ دین کے بیان کے ذیل میں "تواتر" کا ذکر آیا ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ تواتر کی قسمیں بیان فرماتے ہیں۔ مترجم

اتفاق کر لینا عادۃً محال ہو) مثلاً حدیث: "من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار" کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" "شرح صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۰۳) میں بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث مختلف ❶ صحابیوں سے مختلف صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ بے شمار راویوں نے روایت کی ہے۔

حدیث ختم نبوت از روئے سند "متواتر" ہے: ــــ اسی طرح ہمارے اصحاب میں سے مولوی (مفتی) محمد شفیع صاحب دیوبندی نے (ایک رسالہ میں) احادیث ختم نبوت جمع کی ہیں، ان کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد تک پہنچ گئی ہے، ان میں سے تقریباً تیس روایتیں تو "صحاح ستہ" کی ہیں اور باقی دوسری کتب کی۔

۲) **تواتر طبقہ:** ــــ ہر عہد کے لوگ اپنے سے پہلے عہد کے لوگوں سے کسی روایت یا عقیدہ یا عمل کو سنتے اور نقل کرتے چلے آئے ہوں، مثلاً قرآن کریم کا تواتر کہ مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین پر ہر زمانہ اور عہد کے مسلمان اپنے سے پہلے عہد اور زمانہ کے مسلمانوں سے بعینہٖ اسی قرآن کو نقل کرتے، پڑھتے پڑھاتے اور حفظ وتلاوت کرتے چلے آئے ہیں تم عہد بعہد پڑھتے اور بڑھتے چلے جاؤ، جناب رسالت مآب ﷺ تک پہنچ جاؤ گے، نہ کسی سند کی ضرورت ہے، نہ کسی راوی کا نام لینے کی۔

باقی ہر عہد کے لوگوں کا دوسرے عہد کے لوگوں سے یہ نقل کرنا اور اس پر یقین کرنا کہ یہ قرآن بعینہٖ وہی کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، اس میں تو سب ہی مسلمان شریک ہیں، چاہے انہوں نے قرآن پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو (اس لئے کہ اس یقین کے بغیر تو کوئی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا)

۳) **تواتر عمل یا توارث!:** ــــ ہر زمانے کے لوگ جن "امور دین" پر عمل کرتے چلے آئے ہوں اور وہ ان میں جاری وساری رہے ہوں وہ سب امور واحکام "متواتر" ہیں (مثلاً وضو، پھر وضو میں مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، نماز با جماعت، اذان واقامت وغیرہ)

فائدہ ۱: ــــ بعض احکام میں تینوں قسم کا "تواتر" جمع ہو جاتا ہے، مثلاً وضو میں مسواک کرنا، کلی کرنا، اور ناک میں پانی دینا کہ یہ احکام ایسے ہیں جن میں تینوں قسمیں تواتر کی جمع ہو گئی ہیں۔

فائدہ ۲: ــــ بعض لوگ (تواتر کی تینوں قسموں کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے) یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ "متواتر" احادیث واحکام بہت کم ہیں، حالانکہ فی الواقع ہماری شریعت میں متواترات اتنے بے شمار ہیں کہ انسان ان کے گننے اور فہرست بنانے سے عاجز ہے۔

---

❶ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس مقام پر سو سے زیادہ صحابہ سے اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے دو سو صحابیوں سے اس حدیث کے مروی ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ مترجم

فائدہ ۳: ...... بہت سے ایسے احکام و مسائل ہیں کہ ہم ان کے "تواتر" سے غافل اور بےخبر ہوتے ہیں، لیکن جب توجہ اور تجسس کرتے ہیں تو کسی نہ کسی اعتبار سے وہ متواتر نظر آتے ہیں، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بسا اوقات انسان "نظری" مسائل کے سمجھنے اور محفوظ کرنے میں ایسا منہمک ہو جاتا ہے کہ "بدیہیات" اس کی نگاہ سے بالکل اوجھل ہو جاتے ہیں (اور جب توجہ کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تو "بدیہی" ہیں)۔

ضروریاتِ دین سے کسی متواتر امر "مسنون" کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے

ضروریاتِ دین اور متواترات کی اس تشریح و تحقیق کے بعد اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مثلاً:

(۱) ...... نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کے فرض ہونے کا اعتقاد بھی فرض ہے اور نماز سیکھنا بھی فرض ہے اور نماز سے انکار یعنی اس کو نہ ماننا یا نہ جاننا کفر ہے۔

(۲) ...... اور مسواک کرنا سنت ہے، مگر اس کے سنت ہونے کا اعتقاد فرض ہے اور اس کی سنیت کا انکار کفر ہے، لیکن اس پر عمل کرنا اور علم حاصل کرنا سنت ہے اور اس کے علم سے ناواقف رہنا حرمان ثواب کا باعث ہے اور اس پر عمل نہ کرنا (رسول اللہ ﷺ) کے عتاب یا (ترک سنت کے) عذاب کا موجب ہے۔ (دیکھا آپ نے ایک سنت کی سنیت کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے)۔

ضروریاتِ دین میں "تاویل" کرنا بھی کفر ہے: ...... ہم آنے والی فصلوں میں زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ ثابت کریں گے کہ ارباب حل و عقد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ "ضروریاتِ دین" میں کوئی ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے جس سے اس کی وہ صورت باقی نہ رہے جو تواتر سے ثابت ہے اور جو اب تک ہر زمانہ کے خاص و عام مسلمان سمجھتے سمجھاتے چلے آئے ہیں اور جس پر امت کا تعامل رہا ہے۔ ❶

علماء احناف کے نزدیک تو کسی بھی "قطعی" امر کا انکار کفر ہے: ...... علماء احناف تو اس پر اور اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی بھی "قطعی" اور "یقینی" "حکم شرعی" یا "عقیدہ" کا انکار کفر ہے، اگرچہ وہ ضروریاتِ دین کے تحت نہ بھی آتا ہو، چنانچہ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے "مسایرہ" ص: ۲۰۸ طبع جدید، مصر میں اس کی تصریح فرمائی ہے اور دلائل کے اعتبار سے علماء احناف کی یہ رائے

---

❶ ...... جیسے اس زمانہ کے بعض بے دین ملحد لفظ "صلوٰۃ" کو عربی کے لفظ "مصلی" (جو بمعنی دوڑ میں دوسرے نمبر پر آنے والے گھوڑے) سے مشتق مان کر "صلوٰۃ" کو ایک "ورزش جسمانی" قرار دیتے ہیں اور "اقامت صلوٰۃ" کے معنی "جسمانی ورزش کرنا" کہتے ہیں یا اسی طرح ربوٰا (سود) کو تجارتی منافع سے تعبیر کرکے سود کو جائز کہتے ہیں، یہ سب کفر محض ہے۔ مترجم

غایت درجہ قوی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ہر وہ ''قطعی'' اور ''یقینی'' امر شرعی، جو اس قدر واضح ہو کہ اس کے تعبیر کرنے والے الفاظ اور ان کے معنی کو ہر اعلیٰ، ادنیٰ اور متوسط درجہ کا آدمی بآسانی جانتا اور سمجھتا ہو اور ان کی مراد بھی اتنی واضح ہو کہ اس کے متعین کرنے کے لئے دلائل و براہین کی کھینچ تان کی ضرورت نہ ہو ایسا ''امر شرعی'' جب صاحب شریعت علیہ السلام سے بطور ''تواتر'' ثابت ہو اس پر بعینہ اور ہو بہو اسی ظاہری صورت میں بغیر کسی تاویل و تصرف کے ایمان لانا فرض ہے اور اس کا انکار یا اس میں کوئی ''تاویل و تصرف'' کرنا کفر ہے۔

ختم نبوت کا انکار یا اس میں کوئی تاویل کفر ہے..... مثلاً ختم نبوت کا عقیدہ کہ اس کے سمجھنے اور جاننے میں کسی بھی شخص کو کوئی دشواری یا اشکال نہیں، چنانچہ ہر زمانے میں تمام روئے زمین کے مسلمان حدیث ذیل کے الفاظ سے اس عقیدہ کو بخوبی سمجھتے رہے ہیں

''ان الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبی.''

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۵۱)

ترجمہ:..... ''بے شک رسالت و نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا، پس میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہوگا، نہ کوئی نبی''۔

یا حدیث شریف کا مذکورہ ذیل جملہ اس مسئلہ کو سمجھانے کے لئے ہر خاص و عام شخص کے لئے کافی ووافی ہے:

''ذھبت النبوة بقیت المبشرات''۔ (ترمذی ج ۲ ص ۵۱)

ترجمہ:..... ''نبوت تو ختم ہو گئی اب تو صرف ''بشارت دینے والے خواب'' رہ گئے ہیں''۔

اس لئے کہ ان ہر دو حدیثوں کے ظاہری الفاظ اور ان کے متبادر معنی ختم نبوت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے (اور ہر عالم و غیر عالم آدمی بغیر کسی تردد و تذبذب اور اشکال و دشواری کے ان احادیث کے الفاظ سے یہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا، اب نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے نہ رسول)۔

ختم نبوت کا اعلان برسر منبر:..... جب یہ عقیدہ ''شہرت و تواتر'' کے اس مرتبہ کو پہنچ چکا ہے کہ خود صاحب نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام برسر منبر ایک سو پچاس مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بار واضح اور غیر مبہم الفاظ (احادیث) میں مختلف مواقع اور مجامع میں اس کا اعلان اور تبلیغ فرماتے ہیں اور کبھی ادنیٰ اشارہ بھی اس طرف نہیں فرماتے کہ اس میں کسی ''تاویل'' کا امکان ہے اور عہد نبوت سے اب تک امت

محمدیہ کا ہر حاضر و غائب فرد عہد بعہد اس عقیدہ کو منتا، سمجھتا اور مانتا چلا آتا ہے حتیٰ کہ ہر زمانہ میں تمام مسلمانوں کا اس پر ایمان رہا ہے کہ: ''خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا''۔ بجز اس کے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب اسی اُمت کے ایک ''عادل حاکم'' کی حیثیت سے اس وقت آسمان سے اتریں گے جب کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان عالمگیر خون ریز لڑائیاں اور ہولناک خونی حادثے پیش آچکے ہوں گے۔ اس وقت حضرت مہدی علیہ الرضوان مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کی اصلاح فرمائیں گے اور یہودیوں کو تہ تیغ کریں گے ان ہر دو بزرگوں کی برکت اور مساعی سے پھر ایک مرتبہ تمام نوع انسانی صرف خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستار اور فرماں بردار بن جائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے اُترنا ''متواتر'' ہے:...... چنانچہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے ''فتح الباری'' ج:۶ ص:۴۹۳،۴۹۴، اسی طرح ''التلخیص الحبیر باب الطلاق'' میں اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۵۸۲، سورۂ نساء اور ج:۴ ص:۱۳۲، سورۂ زخرف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر امت کے ''اجماع'' اور ''تواتر'' کی تصریح نقل فرمائی ہے۔

پنجاب کا ایک ملحد اور دعویٰ نبوت و عیسویت:...... لیکن تیرہ سو سال بعد پنجاب سے ایک ملحد اٹھتا ہے جو ان تمام نصوص صحیحہ میں، ماضی کے زندیقوں کی طرح نت نئی تحریفیں اور تاویلیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ''ابن مریم'' میرا نام رکھا ہے اور وہ ''عیسیٰ ابن مریم'' میں ہی ہوں جس کے آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہونے کی پیش گوئی احادیث میں کی گئی ہے اور وہ یہودی، جن کو ابن مریم قتل کریں گے اس سے مراد عہد حاضر کے وہ علماء اسلام ہیں جو میری نبوت پر ایمان نہ لائیں اس لئے کہ وہ یہودیوں کی طرح ظاہر پرست اور روحانیت سے محروم ہیں''۔

اس ملحد کی حقیقت:...... حالانکہ اس ملحد کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ اگلے زمانہ کے وہ ''زندیق و ملحد'' جن کا نام و نشان بھی آج صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہے وہ اس ''روحانیت'' میں (اگر یہ ''بے دینی'' بھی روحانیت ہے)، اس ملحد سے بہت بڑھ چڑھ کر اور غیر معمولی قوتوں کے مالک تھے۔

چنانچہ اس بے دین کا روحانی باپ اور پیر و مرشد ''باب'' اور اس کے بعد ''بہاء'' اور ''قرۃ العین'' (یعنی بابی اور بہائی وغیرہ لیڈر) جن کو ہلاک ہوئے کچھ زیادہ زمانہ بھی نہیں گزرا ہے یہ (صفحات تاریخ پر) ہمارے سامنے ہیں، ان لوگوں نے بھی اسی قسم کے دعوے کئے تھے، جن کی نقل یہ زندیق اُتار رہا ہے ان کے ماننے والے اشقیاء اور ان کے پیرووں کی تعداد تو اس بے دین کے ماننے

وکان امرأً من جند ابلیس فارتقی ☆ به الحال حتی صار ابلیس من جنده

ترجمہ: "شروع میں وہ شیطان کی فوج کا ایک معمولی سپاہی تھا۔ لیکن ترقی کرتے کرتے اس مرتبہ پر پہنچ گیا کہ شیطان اس کی فوج کا معمولی سپاہی بن گیا۔"

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان: یہ سب کچھ ایک طرف، مجھے تو اس کے ایک طرفدار اور مرید کا ایک قول پہنچا ہے کہ "امام مالک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں۔" میں تاکید کر دینا چاہتا ہوں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس قول کی نسبت صریح جہالت اور بہتان ہے، چنانچہ ابی شارح "صحیح مسلم" اپنی شرح میں ۱: ۲۶۵ میں لکھتے ہیں کہ "امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "عتبیہ" میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تصریح فرمائی ہے، جیسا کہ جمہور امت کا مذہب ہے۔"

خلاصۂ کلام: الغرض وہ ضروریات دین اور امور شرعیہ متواترہ جن کی مراد اور معنی اتنے واضح ہوں کہ کسی انہام و تفہیم کی حاجت نہ ہو، جیسے ختم نبوت یا نزول عیسیٰ علیہ السلام، ان کا انکار کرنا یا ان میں کوئی تاویل کرنا یقیناً کفر ہے۔

اس امر ضروری کی تفصیل جس کا منکر کافر نہیں ہوتا: ہاں وہ امور ضروریہ اور اعتقاد حقہ جو اتنے دقیق اور بعید از فہم ہوں کہ ان کا سمجھنا اور سمجھانا معقول انسانی کے بس کا نہ ہو، مثلاً تقدیر کا مسئلہ، عذاب قبر کی حقیقت اور کیفیت، استواء علی العرش کا مسئلہ، اللہ تعالیٰ کے آخر شب میں آسمان دنیا پر اترنے کی حقیقت و کیفیت اور اسی قسم کے "متشابہ" امور، نیز ذات و صفات الٰہیہ کی نوعیت وغیرہ، اگر ایسے امور ضروریہ حد شہرت و تواتر کو پہنچ جائیں تو جو شخص ان سے واقف ہونے کے بعد سرے سے انکار کرے گا (کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں) یا لامحالہ ہم اس کو کافر کہیں گے، اور اگر بالکل انکار تو نہیں کرتا مگر ان کی نوعیت اور کیفیت کی بحث و تحقیق اور چھان بین کے تحت اس کا قدم پھسل جاتا ہے اور اپنی رائے سے کوئی ایک صورت متعین کر کے دعویٰ کرتا ہے کہ یہی "یہی حق" ہے اور وہ اہل حق کے نزدیک باطل ہے (مثلاً عذاب قبر کو صرف روحانی عذاب کہے، یا استواء علی العرش کے معنی "عرش پر بیٹھنا" کرے اور کہے خدا عرش پر "بیٹھا ہے") تو ایسے گمراہ مسلمان کو ہم معذور سمجھیں گے اور اس کی گمراہی کو جہالت کا نتیجہ قرار دیں گے، مگر اس کی وجہ سے اس کو کافر نہیں کہیں گے۔

مذکورہ بالا تحقیق و تفصیل کے لئے ابن رشد الحفید کے رسالہ "فصل المقال والکشف عن مناہج الادلہ" کی مراجعت کیجئے، اس نے منطقی طرز پر ایسے گمراہ شخص کے متعلق بحث کیا ہے کہ ایسا مسلمان گمراہ اور ضرور جاہل ہے مگر کافر نہیں۔

مرزا جیسے جھوٹے مدعیان نبوت کا انجام: یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ نے مذکورہ ذیل آیت میں مرزا غلام احمد جیسے بے دینوں اور نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے المناک انجام اور رسوا کن حشر کا حال بیان فرمایا ہے:

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْقَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔ وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ، اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ. اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ." (سورۃ الانعام: ۹۳)

ترجمہ: "اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے (۱) جو خدا پر جھوٹا بہتان لگائے (کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے)۔ (۲) یا جو کوئی دعویٰ کرے کہ میرے پاس وحی بھیجی گئی ہے (اور میں صاحب وحی نبی ہوں) حالانکہ اس کے پاس قطعاً کوئی وحی نہیں بھیجی گئی ہو۔ (۳) اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، میں بھی نازل کر سکتا ہوں۔ اے مخاطب! اگر تو اس منظر کو دیکھے جب یہ ظلم کرنے والے سکرات موت کی حالت میں ہوں گے اور (موت کے) فرشتے ان سے ہاتھ بڑھائے کہہ رہے ہوں گے: لاؤ نکالو اپنی جانیں، آج تم کو اللہ تعالیٰ پر ناحق بہتان لگانے اور اس کی آیات پر ایمان لانے سے تکبر (اور انکار) کرنے کی پاداش میں رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔

واضح ہو کہ مرزا غلام احمد ان تمام دعووں کا صاف اور صریح الفاظ میں جگہ جگہ اپنی تصانیف میں دعویٰ کرتا ہے اور یہی اس کا انجام ہے۔

مرزا غلام احمد کے بعد مرزائیوں میں پھوٹ اور "لاہوری، قادیانی" کی تقسیم

اس بے دین کے جہنم رسید ہونے کے بعد اس کے دم چھلوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ہر گروہ "اپنی اپنی ڈفلی، اپنا اپنا راگ" الاپنے لگا، چنانچہ ایک گروہ (لاہوری مرزائی) تو اس کی امت سے بالکل ہی الگ ہو گیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ: "مرزا غلام احمد نبی نہ تھے، نہ کبھی انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے، بلکہ وہ تو مہدی آخر الزماں تھے اور (پناہ بخدا) مسیح محمدی تھے (یعنی وہ عیسیٰ جو امت محمدیہ میں آنے والے ہیں)"۔

دھوکہ: یہ محض ایک فریب ہے اور دھوکہ جس کا مقصد صرف مسلمانوں کے بغض و عداوت اور نفرت و

بےزاری سے بچنا اور مسلمانوں کو مرزا غلام احمد اور اپنی بدعت سے باتیں کر کے خود کو اور مرزا کو مسلمان ثابت کرنا اور دشمنی کی آڑ میں سیدھے سادے مسلمانوں کو شکار کرنا تھا، لیکن (مسلمان اس دھوکے میں نہیں آسکتے) ان کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ ''جو شخص مرزا غلام احمد کو باوجود تکذیب کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے'' اور اس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مرزا غلام احمد کی تکفیر کے وجوہ

پہلی وجہ: دعویٰ نبوت اس ملحد نے اپنی تحریروں اور کتابوں میں جگہ جگہ صرف ''نبی'' بلکہ ''رسول'' اور ''صاحب شریعت رسول'' ہونے کے ایسے بلند بانگ دعوے کئے ہیں کہ آج تک ان سے فضا گونج رہی ہے اس لئے دعویٰ نبوت کا انکار صرف زبردستی اور رسوا کن سینہ زوری ہے جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور جو بھی اس کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

اچھا میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں جو شخص مسیلمہ کذاب کو کافر نہ کہے اور اس کے صاف و صریح دعویٰ نبوت اور قرآن کے مقابلہ پر کھلی ہوئی ''تک بندیوں'' میں تاویلیں کرے، اس کو آپ کیا کہیں گے؟۔

اسی طرح کیا ایک کھلے ہوئے بت پرست کو آپ نہیں کہیں گے کہ ''وہ بت کو سجدہ نہیں کرتا بلکہ اس کو دیکھتے ہی مست ہو کر گر پڑتا ہے اس لئے وہ کافر نہیں ہے''؟ کیا یہ کھلی ہوئی زبردستی اور سینہ زوری نہیں ہے؟ جب ہم اپنی آنکھوں سے اسے بار بار بت کے سامنے سجدہ کرتے دیکھتے ہیں تو اس کو کیسے کافر نہ کہیں؟ اور اس کی ''مستی پرستی'' کی تاویلیں اور توجیہیں کیسے سنیں؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا! اس قسم کی مہمل تاویلیں قطعاً ناقابل التفات ہیں۔

ملحدوں کے قول و فعل میں تاویلیں کرنے والے ان کی حمایت میں جھوٹ بولتے ہیں:

چنانچہ امام نوویؒ ''شرح مسلم'' میں اس قسم کے زندیقوں کے اقوال و افعال میں تاویل کرنے والوں کو ان (زندیق) کی خاطر جھوٹ بولنے والا قرار دیتے ہیں، تصریح کی ان مہمل تاویلوں اور فریبی حرکات سے تکفیر کا حکم نہیں بدلتا، چنانچہ فرماتے ہیں:

''تیسری بات یہ ہے کہ زندیق اگر پہلی مرتبہ (اپنی بے دینی سے) توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اگر بار بار توبہ کرتا اور توڑتا ہے تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی''۔ (نووی شرح مسلم ج۱ ص:۳۹)

حاصل یہ ہے کہ ایسے بے دین کے قول و فعل میں تاویل کرنا، تاویل نہیں اس کی حمایت میں جھوٹ بولنا ہے، جس سے تکفیر کے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

دوسری وجہ! انکار نزول عیسیٰ علیہ السلام: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ثبوت ،تواتر کی حد کو پہنچ چکا ہے ،نیز اس پر اُمت کا اجماع بھی ہو چکا ہے ،لہٰذا اس میں کوئی تاویل وتصرف یا تحریف کرنا کھلا ہوا کفر ہے ،علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ جو محققین علماء متاخرین میں سے ہیں" روح المعانی "میں تصریح فرماتے ہیں :" نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار ایک امر متواتر کا انکار ہے اور منکر کی تکفیر پر تمام علماء متفق ہیں "۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آیت کریمہ "اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ" الآیۃ ،ذیل میں اس بے دین جھوٹے مدعی نبوت اور اس کے پیروؤں کا بیان تفصیل سے دیکھا اور پڑھا ہے ،خدا اسے جہنم رسید کرے ،کیسا کٹر کافر ہے اور اس نے اس آیت کریمہ کی تاویل نہیں تحریف میں کیسا کیسا ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے؟ لیکن اس سے بات پھر بھی نہیں بنی ،بہر حال ان لوگوں کی تکفیر فرض عین ہے۔

تیسری وجہ! توہین عیسیٰ علیہ السلام: ان مرزائیوں خصوصاً لاہوریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی کا مرتبہ مرزا جیسے فاسق وفاجر اور بدکار و بدنسب شخص کو بخشا ہے ،یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شدید ترین توہین ہے ،اس سلسلے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ باب "مایستحب للعالم اذ سئل ای الناس اعلم " کے ذیل میں " فتح الباری " میں خوبصورت کلام کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

" اگر ہم یہ کہیں کہ خضر نبی نہیں بلکہ ولی ہے اور یہ از روئے عقل ونقل قطعی طور پر مسلّم ہے کہ نبی ولی سے بہر حال افضل ہے اور جو اس کے خلاف کہے (اور کسی ولی کو نبی سے افضل مانے) وہ قطعاً کافر ہے ،اس لئے کہ یہ ایک یقینی امر شرعی کا انکار ہے (لہٰذا مرزا غلام احمد جیسے شخص کو عیسیٰ کہنے والے تو قطعاً کافر ہوں گے ۔ناقل)۔" (فتح الباری ج ا ص:۲۲۱ طبع دار نشر الکتب اسلامیہ لاہور)

مرزائیوں کا حکم: جو لوگ ان مرزائیوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کرنا چاہتے ہیں وہ صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ ان سے توبہ کرالیں ،اگر یہ مرزائیت سے توبہ کریں تو فبہا ورنہ قطعی کافر ہیں ۔شریعت اسلامیہ میں ان کے لئے اس سے زیادہ مراعات کی قطعاً گنجائش نہیں ،جیسا کہ کتاب میں آنے والے مباحث سے ہم نے بالاجماع ثابت کیا ہے۔

پھر یہ توبہ کرانا بھی ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے ،بلکہ صرف اسلامی حکومت کا حاکم ہی ان کے " کفر واسلام " کا قطعی فیصلہ کرنے کے وقت ان سے توبہ کرا سکتا ہے تاکہ وہ ان کے کفر یا اسلام کا دو ٹوک فیصلہ کر سکے ،لیکن اسلامی حکومت اور مسلمان حاکم موجود نہ ہونے کی صورت میں ان سے جہنم رسید ہونے تک کفر کے سوا کچھ نہیں ،چاہے اسے اوڑھ لیں ،چاہے بچھالیں۔

غلط تاویل کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں: ---- غرض صاحب شریعت علیہ السلام نے تاویل باطل پر بھی کسی کو معذور نہیں قرار دیا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے:

ا:..... امیر سریہ (سپہ سالار فوج) عبداللہ بن ابی حذفہ رضی اللہ عنہ کو اپنے فوجیوں کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دینے پر فرمایا: اگر وہ لوگ (اپنے امیر کے کہنے پر) آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس سے باہر نہ نکلتے، اس لئے کہ امیر کی اطاعت تو صرف از روئے شرع جائز امور میں کی جاتی ہے (اور جان بوجھ کر آگ میں کودنا خودکشی اور حرام ہے، اگرچہ امیر کے حکم سے کیوں نہ ہو، معلوم ہوا کہ دخول فی النار کے جواز کے لئے اطاعت امیر کی تاویل باطل ہے)۔

۲:---- ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جس کا سر پھٹ گیا تھا اور اس کے باوجود لوگوں نے اس کو ناپاکی کا غسل کرنے کا فتویٰ دیا تھا اور وہ غسل کرنے کی وجہ سے مر گیا تھا، فرمایا:

"خدا ان کو ہلاک کرے، انہوں نے اس غریب کو مار ڈالا"

(دیکھئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلط فتویٰ دینے والوں کے فتوے اور تاویل کا مطلق اعتبار نہیں کیا اور اس کی موت کا ان کو ذمہ دار قرار دیا)

۳:..... اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر کس قدر غصہ اور ناراض ہوئے، صرف اس بات پر کہ وہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وقت لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے اور فرمایا: "افتانٌ انت یا معاذ؟" (تم فتنہ میں ڈالنے ہو اے معاذ؟) (حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نقل اُتارتے تھے اور جو سورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پڑھتے تھے وہ بھی وہی پڑھتے تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تاویل کی طرف اصلاً التفات نہ کیا اور ان کو فتنہ انگیز قرار دے دیا۔)

اسی طرح نماز میں طویل قراءت کرنے کی وجہ سے ایک مرتبہ آپ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر بھی ناراض ہوئے (اور ان کا بھی کوئی عذر نہ سنا)۔

۴:---- اسی طرح ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر ان لوگوں کو قتل کر دینے کی بنا پر سخت برہم ہوئے، جنہوں نے "اسلمنا اسلمنا" نہ کہہ سکنے کی وجہ سے "صبأنا صبأنا" کہہ کر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا تھا، مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہ سمجھے اور ان کو قتل کر دیا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی غلط فہمی پر ان کو معذور نہ قرار دیا)

اسی طرح حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے سفر جہاد میں ایک بکریاں چرانے والے چرواہے کے "کلمہ پڑھنے" کو ایک حیلہ سمجھ کر قتل کر دیا کہ یہ اپنی جان و مال بچانے کی غرض سے کلمہ پڑھ رہا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر بے حد ناراض ہوئے اور فرمایا: "ھلا شققت قلبہ" (تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا؟)

(غرض آپ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ کے اس بظاہر عذر اور جائز تاویل کا قطعاً لحاظ نہیں کیا)

۵:...... اسی طرح آپ ﷺ اس شخص پر بے حد ناراض اور غصہ ہوئے جس نے مرض الموت کے وقت اپنے تمام غلام آزاد کردیئے، حالانکہ وہی اس کی تمام پونجی اور سرمایہ تھا اور آپ ﷺ نے اس شخص کو ورثاء کی حق تلفی کا مرتکب قرار دے دیا (اور اس کا کوئی عذر نہ سنا)۔

ان کے علاوہ بے شمار واقعات ہیں جن میں آپ ﷺ نے "بے جا تاویل" اور "بے معنی عذر" کا قطعاً اعتبار نہیں کیا۔

تاویل کہاں معتبر ہے:...... فقہاء کی اصطلاح میں چونکہ یہ تاویلیں امر مجتہد فیہ (محل اجتہاد) میں نہ تھیں اس لئے آپ ﷺ نے ان کا اعتبار نہ کیا اس کے برعکس ایسے امور میں آپ نے تاویل کو عذر قرار دیا اور تسلیم کیا ہے جو محل اجتہاد تھے، مثلاً

(۱)...... جن صحابہ کو آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ: "عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھنا" اور انھوں نے عصر کی نماز راستہ میں صرف اس لئے نہ پڑھی اور قضا کردی کہ آپ ﷺ نے بنی قریظہ میں نماز عصر پڑھنے کا حکم دیا ہے (آپ ﷺ نے ان لوگوں کو نماز عصر قضا کردینے پر کچھ نہ کہا)۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۱)

(۲)...... اسی طرح ایک موقع پر دو صحابی سفر کر رہے تھے، راستہ میں پانی نہ ملا، اس لئے انھوں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی، اس کے بعد پانی مل گیا، وقت باقی تھا ایک نے تو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی، دوسرے نے نہ پڑھی، جب آپ ﷺ کی خدمت میں واقعہ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی سرزنش نہ فرمائی، صرف اس لئے کہ ان امور میں تاویل کی گنجائش تھی۔

خلاصہ:...... رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اس باب میں مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور روشن لائحہ عمل ہونے چاہئیں اور صرف انہی امور میں تاویل اور عذر کا اعتبار کرنا چاہئے جن میں تاویل کی گنجائش ہو۔

ہدایت دینے والا تو اللہ ہی ہے، وہی جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو خدا گمراہ کردے اس کو تو کوئی بھی ہدایت نہیں کرسکتا۔

(ختم شد مقدمہ کتاب)

❁❁❁❁❁❁❁❁

زندیقین، ملحدین و باطنیہ کی تعریف اور ان کے کفر کا ثبوت

کافروں کی قسمیں اور نام: علامہ تفتازانیؒ "شرح مقاصد" ج ۲ ص ۲۶۸ کے خاتمہ نمبر ۴ میں مرتد فرقوں کی اقسام، تعریفات اور نام بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

کوئی کافر اگر زبان سے اسلام کا اظہار کرے اور اندر سے کافر ہو تو اس کا نام "منافق" ہے اور اگر مسلمان ہونے کے بعد کفر اختیار کرے تو اس کا نام "مرتد" ہے اور اگر چند معبودوں کا قائل ہو تو اس کا نام "مشرک" ہے اور اگر کسی دوسرے آسمانی مذہب کا پیرو ہو تو اس کا نام "کتابی" ہے اور حوادث عالم کو زمانہ کی جانب منسوب کرے اور اس کو قدیم مانتا ہو (یعنی زمانہ کو ہی خالق عالم اور ازلی ابدی مانتا ہو) تو اس کا نام "دہریہ" ہے اور اگر خالق عالم کا سرے سے منکر ہو تو اس کا نام "معطل" (خدا کا منکر) ہے اور اگر مسلمان کہلانے کے باوجود ایسے عقیدے رکھتا ہو جو متفقہ طور پر کفر ہیں تو اس کا نام "زندیق" ہے۔ (بالفاظ دیگر سات قسم کے کافر ہیں منافق، مرتد، کتابی، مشرک، دہریہ، معطل، زندیق اسی کو "باطنی" اور "ملحد" بھی کہتے ہیں)

"شرح مقاصد" میں اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

"یہ واضح ہو چکا ہے کہ کافر اس شخص کا نام ہے جو مؤمن نہ ہو۔ اب اگر وہ زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا خاص نام "منافق" ہے اور اگر پہلے مسلمان تھا اور پھر کافر ہو گیا تو اس کا خاص نام "مرتد" ہے۔ اس لیے کہ وہ اسلام سے پھر گیا (ارتداد کے معنی ہیں لوٹ جانا، پھر جانا) اور اگر ایک سے زیادہ معبود مانتا ہے تو اس کا خاص نام ہے "مشرک" اس لئے کہ وہ خدا کا شریک مانتا ہے (یعنی غیر اللہ کو اللہ کا شریک کہتا ہے) اور اگر کسی منسوخ آسمانی مذہب اور کتاب کا پیرو ہے تو اس کا خاص نام "کتابی" ہے جیسے یہودی، نصرانی، اور اگر زمانہ کو قدیم (کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا) مانتا ہے اور دنیا کے تمام واقعات و موجودات کو اسی کی جانب منسوب کرتا ہے (گویا زمانہ کو ہی خالق کائنات مانتا ہے) تو اس کا خاص نام "دہریہ" ہے (دہر کے معنی ہیں لامحدود زمانہ) اور اگر خالق عالم کا وجود ہی نہیں مانتا (اور عالم کو اتفاقاً از خود آپ سے آپ پیدا ہو جانے والا سمجھتا ہے) تو اس کا خاص نام "معطل" ہے اور اگر نبی ﷺ کی نبوت کا اقرار اور اسلامی شعائر کا اظہار کرنے کے باوجود ایسے عقیدے رکھتا ہے جو متفقہ طور پر کفر ہیں اس کا خاص نام "زندیق" ہے "زند" دراصل مجوس کی اس کتاب کا نام ہے جسے "قباذ" بادشاہ ایران کے عہد میں مزدک نے پیش کیا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ یہ مجوسیوں کی اسی کتاب کی تفسیر ہے جس کو زرتشت لے کر آیا تھا۔ مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ زرتشت نبی تھا، اسی زند کی جانب یہ

زندیق منسوب ہے (یعنی زندیق زندیک کا معرب ہے جس کے معنی ہیں زند کو ماننے والا) اہل اسلام نے ہر اس بے دین آدمی کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جو کفریہ عقائد رکھتا ہے اور اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اسی کو عربی میں ''ملحد'' ❶ اور ''باطنی'' کہتے ہیں۔ ''باطنیہ'' انہی زندیقوں اور ملحدوں کے ایک خاص فرقہ کا نام ہے)''۔

زندیق کی تعریف اور باطنی کی تحقیق:

صاحب ''ردالمحتار'' علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ''باطنی'' کی تحقیق کے ذیل میں شامی ج:۳ ص:۳۰۹، ۳۱۰ پر قولہ ''المعروف'' کے تحت لکھتے ہیں:

''زندیق اپنے کفر پر اسلام کا ملمع کرتا ہے اور فاسد عقائد کو ایسی صورت میں پیش کرتا اور رواج دیتا ہے کہ وہ سرسری نظر میں صحیح معلوم ہوتے ہیں، ''ابطان کفر'' (کفر کو چھپانے) کا مطلب یہی ہے لہٰذا اعلانیہ گمراہی کو اختیار کرنا اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دینا باطنی ہونے کے منافی نہیں ہے (یعنی باطنی ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے کفریہ عقائد اور گمراہی کو لوگوں سے چھپاتا ہو، بلکہ اسلام میں کفر کو غیر محسوس طریق پر داخل کرنا اور چھپانا ہی باطنی ہونے کے معنی ہیں اسی لئے ایسے گمراہ لوگوں کو ''باطنیہ'' کہتے ہیں)۔''

''حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ بین السطور میں فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ''فتح الباری'' ج:۱۲ ص:۲۳۰ میں ''ابطان کفر'' کی تفسیر کی مراجعت کیجئے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفر کو چھپانے کے معنی ہیں: ''اسلام کے ساتھ کفر کو ملا دینا''۔

زندیقوں اور باطنیوں کا حکم:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح منہاج'' ص:۱۲۱ میں زندیقوں اور باطنیوں کے مرتد کے حکم میں ہونے اور ان کی توبہ کے قبول نہ ہونے کی تصریح فرماتے ہیں:

''بعض علماء کا قول ہے کہ اگر کوئی مسلمان زندیقوں اور باطنیوں کی طرح کفر خفی (پوشیدہ کفر) کی طرف لوٹ جائے تو (وہ مرتد ہے) اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔''

حضرت مصنف نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ علماء کی ان تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی شخص کے کفر کو چھپانے (اور باطنی ہونے) کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ اپنے کفریہ عقائد کو لوگوں سے چھپاتا ہو، بلکہ باطنی بیہ وہ گمراہ شخص ہے جو اسلامی عقائد کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کا مدعی ہو

---

❶ علامہ ابن عابدین ''شامی'' ج:۳ ص:۲۰۹ میں ملحد کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''والملحد هو من مال عن الشرع القويم الى جهة من جهات الكفر من ألحد في الدين حاد وعدل'' اھ (یعنی علامہ کمال پاشا: ملحد وہ شخص ہے جو قائم شریعت سے کسی بھی کفر کی جانب ہٹ گیا ہو، یہ لفظ ''الحد فی الدین'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں دین سے منحرف ہو جانا اور ہٹ جانا) یہ علامہ کمال پاشا کی تحقیق ہے۔ از مترجم

ان دنوں میں اہلِ ایمان کے لئے خوشی اور مسرت، فتوحات، غم اور الم سے زیادہ ہوگی۔ اس کے بعد "مسیح" ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان میں سے باقی تمام قوموں کو ہلاک اور ختم کر دیں گے۔ پھر اس کے بعد ہی دجال کا ظہور ہوگا۔ "طبری" اور "بیہقی" نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور "بغوی" نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (صحابی) سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

جن اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہا جاتا، ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ ❶

علماء اہلِ سنت کے اقوال: (علامہ تفتازانی رحمہ اللہ ان اہلِ قبلہ کی تعیین کے سلسلہ میں کہ جن کو کافر نہیں کہا جاتا، علماء اہلِ سنت اور معتزلہ کے مذکورہ ذیل اقوال "مقاصد" ج ۲ ص ۲۶۹ پر بیان فرماتے ہیں:)

"ساتویں بحث: ان اہلِ قبلہ کے حکم کا بیان جو اہلِ حق کے مخالف ہیں:

۱) جو اہلِ قبلہ (مسلمان کہلانے والے) حق کے مخالف (اور گمراہ) ہیں وہ اس وقت تک کافر نہیں کہلاتے جب کہ ضروریاتِ دین (یعنی ان قطعی اور یقینی عقائد و احکام) کا انکار نہ کریں (جن کے شارع علیہ السلام سے ثابت ہونے پر امت کا اجماع ہے) مثلاً عالم کے حادث (یعنی عدم کے بعد موجود ہونے) کا عقیدہ، حشر جسمانی (یعنی مرنے کے بعد جسمانی طور پر دوبارہ زندہ ہونے) کا عقیدہ۔

۲) اور بعض علماء کہتے ہیں کہ نہیں، ہر اہلِ حق سے اختلاف کرنے والا (مطلقاً) کافر ہے (اس لئے کہ وہ حق کا مخالف ہے)۔

۳) استاذ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو ہمیں (یعنی اہلِ حق کو) کافر کہے گا ہم بھی اس کو کافر کہیں گے اور جو ہمیں (اہلِ حق کو) کافر نہ کہے گا ہم بھی اس کو کافر نہیں کہیں گے۔ (یہ علماء اہلِ سنت کے تین قول ہیں۔)

معتزلہ کے اقوال: (۱) معتزلہ میں سے متقدمین تو یہ کہتے ہیں کہ جو لوگ بندوں کو اپنے اعمال و افعال میں مجبور، اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم، اللہ تعالیٰ کو بندے کے اعمال و افعال کا خالق مانتے ہیں

---

❶ [illegible]

(یعنی اساسی عقائد میں معتزلہ کے مخالف ہیں) ایسے لوگ ہمارے نزدیک کافر ہیں۔

(۲) .... لیکن عام معتزلہ کہتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کو (اس کی ذات پر) زائد (الگ) مانتے ہیں، (آخرت میں) اللہ تعالیٰ کے دیدار کے، (گنہگار مسلمانوں کے) جہنم سے نکلنے کے قائل ہیں اور بندوں کی تمام برائیوں اور بدکرداریوں کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے تحت داخل اور اللہ تعالیٰ ہی کو ان کا خالق قرار دیتے ہیں۔ (یعنی جملہ عقائد میں معتزلہ کے مخالف ہیں) ایسے تمام لوگ کافر ہیں۔

ائمہ اہل سنت کی دلیل .... ائمہ اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ (اس طرح عقائد کی چھان بین نہیں کیا کرتے تھے (جیسے معتزلہ کرتے ہیں) بلکہ صرف "عقائد حقہ" سے آگاہ کر دیتے تھے (اور توحید و رسالت، حیات بعد الموت وغیرہ اساسی عقائد کے اختیار کر لینے کو مسلمان ہونے کے لئے کافی سمجھتے تھے)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تو مجمع علیہ عقائد کے بارے میں بھی اسی طرح حق کے بیان کر دینے پر اکتفاء کرنا چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ: مجمع علیہ عقائد و اصول اور ان کے دلائل ان عرب ساربانوں کے معیار فہم کے مطابق (اس قدر) معروف اور ظاہر و واضح تھے (کہ ہر مسلمان ان سے آگاہ و مطمئن ہوتا تھا اور بلا تردد ان کو قبول کر لیتا تھا) بعض علماء اس اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں کہ: (قرون اولیٰ میں) عقائد تفصیلیہ کو اس لئے بیان نہیں کیا جاتا تھا کہ (اس زمانہ میں) اجمالی ایمان ❶ یعنی تفصیل معلوم کئے بغیر ایمان لے آنا) کافی تھا (اس لئے کہ عرب عام طور پر عقلی اور نظری موشگافیوں سے ناآشنا ایک سادہ ذہن کی مالک قوم تھی، وہ بلا تردد اور بدوں رد و قدح کے عقائد حقہ کو قبول کر لیتے تھے) تحقیق و تفصیل کی ضرورت اسی وقت ہوتی ہے جب یہی تحقیق و تفصیل پیش نظر ہو (یعنی عقائد باطلہ پہلے سے ذہنوں پر مسلط ہوں تو ان کے ازالہ کے لئے تحقیق و تفصیل اور حق کے خلاف

---

❶ .... حاصل یہ ہے کہ ایک سادہ لوح اور خالی الذہن آدمی کے مسلمان ہونے کے لئے سیدھے سادے اساسی عقائد اسلامیہ اور ان کے دلائل مثلاً توحید، رسالت، حیات بعد الموت پر ایمان لے آنا کافی ہے اگر چہ وہ ان کی تحقیق تفصیل اور دلائل عقلیہ سے واقف نہ ہو اس کے برعکس ایک ذات و صفات الٰہیہ کے باب میں گمراہ کردہ انسان کے مسلمان ہونے کے لئے تفصیلی طور پر ان عقائد باطلہ سے تائب ہونا اور ان کے مقابل عقائد حقہ کو قبول کرنا ضروری ہے جب حضرت اور قرن اول میں مسلمان ہونے والے عموماً پہلی قسم کے لوگ تھے اس لئے متفق علیہ اساسی عقائد کی اجمالی تصدیق صحت اسلام کے لئے کافی تھی لیکن جب بعد میں دوسرے مذاہب کے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تو چونکہ ذات و صفات الٰہیہ اور معاد وغیرہ کے باب میں وہ غلط عقائد پہلے سے اپنے اندر راسخ رکھتے تھے اس لئے ان کا اسلام ان عقائد باطلہ سے تفصیلی طور پر برأت اور مجمع علیہ عقائد حقہ قبول کئے بغیر معتبر نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس زمانہ میں مجمع علیہ عقائد حقہ کے بارے میں محض بیان حق پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا۔ مترجم

اوہام وشکوک کی تردید کی ضرورت ہوتی ہے) ورنہ تو بے شمار ایسے پکے اور مخلص مومن موجود ہیں جو قدیم وحادث کے معنی بھی نہیں جانتے (اور وہ راسخ العقیدہ مومن ہے)

یہ بحث تو اپنی جگہ ہے لیکن ایک فرقہ کا دوسرے فرقہ کو کافر کہنا اس قدر معروف ہے کہ اس کے بیان کی حاجت نہیں (لہٰذا بقول استاذ جو اہل حق کو کافر کہے گا وہ یقیناً کافر ہے اور ہم اس کو کافر کہیں گے اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو)"۔

ضروریات دین اور متفق علیہ عقائد کے منکر اہل قبلہ متفقہ طور پر کافر ہیں:

علامہ موصوف "مقاصد" کی شرح میں "باب الکفر والایمان" کے ذیل میں ج:۲ص:۲۶۸ تا ۲۷۰ پر اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:

"(اہل قبلہ کے بارے میں) مذکورہ بالا بحث کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہے جو ضروریات دین مثلاً (توحید، نبوت، ختم نبوت، وحی والہام) حدوث عالم اور حشر جسمانی وغیرہ مجمع علیہ عقائد حقہ میں تو اہل حق کے ساتھ متفق ہوں، لیکن ان کے علاوہ دوسرے نظری عقائد واصول میں اہل حق کے مخالف ہوں، مثلاً صفات الٰہیہ، خلق اعمال، ارادہ الٰہی کا خیر وشر دونوں کے لئے عام ہونا، کلام الٰہی کا قدیم ہونا، رویت باری تعالیٰ کا ممکن ہونا، ان کے علاوہ وہ تمام نظری عقائد ومسائل جن میں حق یقیناً ایک ہے (اثبات یا نفی) ایسے مخالفین حق کے بارے میں بحث ہے کہ ان عقائد کا معتقد اور قائل ہونے (یا نہ ہونے) کی بناء پر کسی اہل قبلہ (مسلمان) کو کافر کہا جائے یا نہیں؟ ورنہ اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ وہ اہل قبلہ (مسلمان کہلانے والے) جو عمر بھر روزہ، نماز، وغیرہ تمام عبادات واحکام کا پابند رہا ہو لیکن عالم کو قدیم (ازلی ابدی) مانتا ہو، یا جسمانی حیات بعد الموت کا انکار کرتا ہو، یا اللہ تعالیٰ کو جزئیات (ہر ہر چیز) کا عالم نہ مانتا ہو وہ (قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے باوجود) بلاشک وشبہ کافر ہے، اسی طرح کوئی اور کفریہ قول یا فعل اس سے سرزد ہو تو وہ بھی کافر ہے۔

"لانکفر اَہْلَ الْقِبْلَۃ" کس کا مسلک ہے؟

اہل حق کا یہ مذکورہ بالا قول (کہ جب تک اہل قبلہ میں کوئی شخص ضروریات دین کا انکار نہ کرے اس کو کافر نہ کہا جائے) یہ شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور بیشتر اشاعرہ کا مذہب ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے مذکورہ ذیل قول سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"میں بجز خطابیہ کے اور باقی گمراہ فرقے والوں کی شہادت رد نہیں کرتا (یعنی کافر نہیں سمجھتا) اس لئے کہ یہ خطابیہ جھوٹ بولنے کو حلال سمجھتے ہیں"۔

"منتقی" میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق بھی یہی قول نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہا۔" یہی اکثر وبیشتر فقہاء حنفیہ کا مسلک ہے، ہاں بعض فقہاء حنفیہ ہر اہل حق کے

جیسا کہ (شیخ ابن ہمام مصنف نے) "تحریر" میں تصریح کی ہے۔"

اس کے بعد شامی ص: ۳۷۵ پر فرماتے ہیں

"(صاحب البحر الرائق) نے فرمایا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ حنفیہ کے اس قول کی مراد کہ "کسی اہل حق کے مخالف شخص یا فرقہ کو کافر نہ کہا جائے" یہ ہے کہ وہ شخص یا فرقہ ان مسلمہ اصولوں کا مخالف نہ ہو جن کا دین ہونا معروف اور یقینی ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔"

موجب کفر عقائد و اعمال اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب: "شرح عقائد نسفی" کی شرح "نبراس" کے مصنف ص: ۵۷۲ پر لکھتے ہیں "متکلمین کی اصطلاح میں "اہل قبلہ" وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین یعنی ان تمام عقائد و احکام کو مانتے ہوں جن کا ثبوت شریعت میں یقینی اور معروف و مشہور ہے لہٰذا جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو مثلاً: عالم کو حادث نہ مانے یا جسمانی حیات بعد الموت کا قائل نہ ہو یا حق تعالیٰ کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہو یا نماز روزہ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں اگرچہ تمام تر عبادات و احکام شرعیہ کا سختی سے پابند ہو اسی طرح جس شخص میں کوئی بھی علامت کفر پائی جائے مثلاً: کسی بت (وغیرہ) کو سجدہ کرے یا کسی امر شرعی کی توہین کرے اور مذاق اڑائے وہ بھی اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں ہے۔ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی مسلمان کو معاصی اور گناہوں کے ارتکاب کرنے یا غیر معروف نظری مسائل کا انکار کرنے پر کافر نہ کہا جائے۔ یہی محققین کی تحقیق ہے اس کو خوب اچھی طرح یاد رکھو۔"

ضروریات دین کا منکر کافر اور واجب القتل ہے: "جوہرۃ التوحید" کا ایک شعر ہے
{حاشیہ بیجوری علی جوہرۃ التوحید ص: ۱۰۳}

ومن لمعلوم ضروری جحد
من ديننا يقتل كفرا ليس حد

ترجمہ: "جس شخص نے ہمارے دین کے کسی بھی یقینی امر کا انکار کیا ہو وہ کفر کی بنا پر قتل کر دیا جائے گا نہ کہ حد کے طور پر"

(اس لیے کہ حد تو مسلمان پر جاری ہوتی ہے اور یہ شخص کافر ہے لہٰذا اس کو دوسرے کافروں کی طرح بربنائے کفر قتل کیا جائے گا) "جوہرۃ" کے شارح اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"اس منکر کا کفر تو یقینی اور متفق علیہ ہے۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ کسی بھی قطعی امر کے منکر کو کافر کہتے ہیں اگرچہ وہ ضروری الثبوت (اتنا متواتر کہ ہر کسی کو معلوم ہو) نہ بھی ہو۔"

اجماع صحابہ حجت قطعی ہے اور اس کا انکار کفر ہے: مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام

حنفی علمائے اصول اس پر متفق ہیں کہ جس امر پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا ہے اس کا انکار کفر ہے اس لئے کہ وہ اس "اجماع صحابہ" کو کتاب اللہ کے مرتبہ میں رکھتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "اقامۃ الدلیل" ج:۳ ص:۱۳۰ میں فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع قطعی حجت ہے اور اس کا اتباع فرض ہے، بلکہ یہ تو سب سے قوی حجت اور دوسرے تمام دلائل پر مقدم ہے اگرچہ اس کے اثبات اور تحقیق کا یہ مقام نہیں، تاہم یہ اپنی جگہ نہ صرف تمام فقہاء کے ہاں مسلّم ہے بلکہ ان تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہے جو حقیقت میں مومن ہیں، اس کی مخالفت صرف انہی گمراہ فرقوں نے کی ہے جن کو ان کے گمراہ عقائد کی بنا پر کافر یا فاسق قرار دیا گیا ہے، صرف یہ بلکہ وہ ان فاسد عقائد کے ساتھ ساتھ ایسے کبیرہ گناہوں کے بھی مرتکب ہوئے ہیں جو ان کے فسق کو ضروری قرار دیتے ہیں۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے نزدیک بھی اجماع صحابہ حجت ہو، جیسا کہ تفسیر "روح المعانی" ج:۱ ص:۱۲۷ میں آیت کریمہ "ان الذین کفروا سواء علیھم" کی تفسیر میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ محقق ابن امیر الحاج نے جو شیخ ابن ہمامؒ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ دونوں کے شاگرد رشید ہیں "تحریر" کی شرح میں مسئلہ "تقسیم خطا" کے ذیل میں اجماع صحابہ کے حجت قطعی ہونے کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے "تلویح" میں حکم اجماع کے ذیل میں اس مسئلہ کی تصریح فرمائی ہے۔

کفریہ عقائد واعمال:۔۔۔ "شرح التحریر" ج:۳ ص:۳۱۸ میں محقق ابن امیر الحاج کی عبارت حسب ذیل ہے:

"اہل قبلہ میں سے وہ مبتدع (گمراہ) جس کو اس کی بدعت (گمراہی) کی بنا پر کافر نہیں کہا جاتا اور کبھی کبھی اس کو گنہگار اہل قبلہ کے لفظ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ مصنف (شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ) نے اس سے قبل "وللنھی عن تکفیر اھل القبلۃ" کے ذیل میں اشارہ فرمایا ہے، اس سے صرف وہی شخص مراد ہے جو ضروریات دین میں تو اہل حق سے متفق ہو، مثلاً: حدوث عالم اور حشر جسمانی کا قائل ہو اور کوئی اور کفریہ قول وفعل بھی اس سے سرزد نہ ہوا ہو، مثلاً اللہ کے سوا کسی کو معبود ماننا یا کسی انسان میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا قائل ہونا (یعنی کسی کو خدا کا "اوتار" ماننا) یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت یا توہین کرنا اور اسی قسم کی کفریہ باتوں کا قائل ہونا، لیکن ان کے علاوہ اور ایسے نظری مسائل میں اہل حق کا مخالف ہو، جس میں متفقہ طور پر حق ایک

دین کے اساسی عقائد اور قطعی احکام کی مخالفت شریعت کی بیخ کنی کے مرادف اور موجب کفر ہے:

محقق محمد بن ابراہیم وزیر یمانی اپنی کتاب "ایثار الحق" کے ص ۴۱۳ پر فرماتے ہیں:

"دوسری فرق یہ ہے کہ معمولی سا اختلاف مسلمانوں میں باہمی خصومت وعداوت کا موجب نہ ہونا چاہیے اور یہ "معمولی سا اختلاف" وہ ہوتا ہے جو دین کے ان اساسی اور قطعی امور میں نہ ہو جن سے اختلاف کرنے والے کی تکفیر پر شرعی دلائل قائم ہو چکے ہیں (بلکہ ان فرعی اور نظری مسائل میں اختلاف ہو جن کا دین ہونا قطعی اور مجمع علیہ نہیں ہے)۔"

یہی محقق کتاب مذکورہ کے ص: ۴۳۵ پر فرماتے ہیں:

"جیسے ان ملحدوں اور زندیقوں کا کفر جنہوں نے کتاب اللہ عزوجل کی تمام تر آیات کی ایسے باطنی امور سے تاویلیں کر کے قرآن کو ایک چیستاں بنا دیا ہے، جن میں سے نہ کسی کی کوئی دلیل ہے، نہ کوئی علامت، نہ ہی سلف صالحین کے عہد میں ان باطنی معانی کی جانب کوئی اشارہ (یعنی قرآن کریم کے الفاظ ❶ کے من مانے معانی اور مرادیں گھڑتے ہیں) اسی زمرہ میں وہ تمام اشخاص اور فرقے بھی داخل ہیں جو شریعت الٰہیہ کا نام ونشان مٹا دینے اور ان تمام یقینی اور قطعی علوم کو رد کرنے میں ان زندیقوں اور ملحدوں کے نقش قدم پر گامزن ہیں جن کو ہمیشہ سے امت مسلمہ کے پچھلے لوگ اپنے پہلے بزرگوں سے سنتے سناتے اور نقل کرتے چلے آتے ہیں۔"

یہی محقق کتاب مذکور کے ص: ۱۲۸ پر فرماتے ہیں:

"پس یاد رکھو! "اجماع" دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ اجماع جس کی صحت قطعی اور یقینی طور پر دین سے اس طرح ثابت ہو کہ اس سے مخالفت کرنے والے کو کافر کہا جائے، یہی وہ صحیح اور حقیقی اجماع ہے جو قطعاً اور یقیناً دین ہونے کی بنا پر بحث سے بالاتر ہے (یعنی اس اجماع کا حجت ہونا محتاج بحث نہیں)۔"

مسئلہ ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا اصل ماخذ اور حقیقت:

مصنف نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ: یاد رکھو! اہل قبلہ کو کافر کہنے کی ممانعت کے زیر بحث مسئلہ کا

---

❶ ــــ مثلاً کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں جہاں اللہ کا ذکر آیا ہے اس سے مراد "امام وقت" ہے ایسے ہی آج کل ہمارے ملک کا ایک زندیق غلام احمد پرویز کہتا ہے کہ اللہ سے مراد "مرکز ملت" ہے اور کہیں کہتا ہے کہ اللہ سے مراد وہ "صفات علیا" ہیں جو انسان کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔ از مترجم۔

ترجمہ:..... "الا یہ کہ تم (ان امراء کے قول وفعل میں) ایسا کھلا ہوا کفر دیکھو کہ اس کے کفر ہونے پر تمہارے پاس اللہ کی جانب سے دلیل وبرہان موجود ہو۔" (صحیح بخاری ج۲ ص ۱۰۴۵ کتاب الفتن)

اور یہی مراد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ ذیل روایت کی بھی ہے، جس کی تخریج امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے کی ہے:

"من شهد ان لا اله الا الله واستقبل قبلتنا وصلى صلوتنا واكل ذبيحتنا فهو مسلم، له ما للمسلم وعليه ما على المسلم." (صحیح بخاری ج۱ ص۵۶)

ترجمہ:..... "جس نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی اور ہمارے قبلہ طرف منہ کیا اور ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہمارے ذبیحہ کو (حلال جانا اور) کھایا وہ مسلمان ہے، اس کے وہی تمام حقوق ہیں جو ایک مسلمان کے ہیں اور اس پر وہی تمام ذمہ داریاں ہیں جو ایک مسلمان پر ہوتی ہیں (یعنی ایسا حکمران جو ان تمام شعائر اسلام کو مانتا اور کرتا ہو وہ مسلمان ہے اس کی اطاعت واجب اور اس کے خلاف بغاوت ممنوع ہے)۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "الا ان تروا كفرًا بواحًا عندكم من الله فيه برهان" ثابت کرتا ہے کہ یہ دیکھنا (اور فیصلہ کرنا) دیکھنے والوں کا کام ہے، ان کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دیکھ لینا چاہئے کہ یہ کھلا ہوا کفر ہے یا نہیں؟ باقی اس شخص کو اس طرح قائل کرنا ان پر واجب نہیں کہ وہ کوئی جواب ہی نہ دے سکے اور (اپنے قول وفعل کی) کوئی تاویل ہی نہ کر سکے بلکہ ان پر صرف اتنا واجب ہے کہ خود ان کے پاس اس کے کفر پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلیل وبرہان موجود ہو۔

کفر صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں ہوتی:

اس لئے کہ "طبرانی" کی روایت میں اس حدیث میں "کفرا بواحا" کے بجائے "کفرا صراحا" ("ص" مضموم اور "ر" مفتوح کے ساتھ) آیا ہے (جس کے معنی ہیں صریح کفر) جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" ج:۱۳ ص:۷ میں نقل کیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ کفر صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں ہوتی۔

کون سی تاویل باطل اور غیر مسموع ہے؟

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ❶ "ازالۃ الخفاء" کے ص:۲۰ پر خلیفہ کے خلاف بغاوت کے جواز اور ضروریات دین کا انکار کرنے کی وجہ سے اس کے کافر ہو جانے کے بارے میں مزید وضاحت فرمائی

---

❶ ..... یہ حاشیہ کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

جہنم کی طرف بلا رہے ہیں، جو کوئی ان کی آواز پر لبیک کہے گا اس کو بھی جہنم میں ڈال دیں گے (یعنی ان کے عقائد سراسر گمراہی اور جہنم میں لے جانے والے ہیں جو ان کو اختیار کرے گا جہنم میں جائے گا)۔"
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ قابسی رحمۃ اللہ علیہ سے "من جلدتنا" کی تفسیر ذیل کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

"معناہ انہم فی الظاہر علی ملتنا وفی الباطن مخالفون۔"

ترجمہ: اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ظاہر میں تو ہمارے ہی دین پر ہیں (یعنی دیکھنے میں مسلمان ہیں) لیکن باطن میں وہ ہمارے مخالف ہیں (یعنی حقیقت میں مسلمان نہیں ہیں)"

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "خوارج" کو اس حدیث کا مصداق قرار دیتے ہیں (اور مسلمانوں میں ایسے لوگوں کے پائے جانے کی صورت میں) فتح الباری ج ۱۳ ص: ۷۷ میں دجال کے حالات کے تحت حسب ذیل بیان فرماتے ہیں:

"واما الذی یدعیہ فانہ یخرج اولاً فیدعی الایمان والصلاح ثم یدعی النبوۃ ثم یدعی الالٰہیۃ"۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۷۷ باب "ذکر الدجال")

ترجمہ: "جو شخص یہ دعویٰ کرے گا وہ ابتداء میں ایمان اور صلاح وتقویٰ کا دعویٰ کرے گا اس کے بعد نبوت کا اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا"۔

اور "ثلاثین دجالا" (تیس دجالوں) والی حدیث اور بعض روایات میں ان کی تیس سے زائد تعداد کی توجیہ کے ذیل میں ص ۷۸ پر فرماتے ہیں:

"ہوسکتا ہے کہ نبوت (اور خدائی) کا دعویٰ کرنے والے تو تیس ہی ہوں اور باقی صرف کذاب ہوں، لیکن گمراہی کی جانب لوگوں کو دعوت یہ بھی دیتے ہوں، جیسے غالی شیعہ، فرقہ باطنیہ، فرقہ اتحادیہ، فرقہ حلولیہ، اور ان کے علاوہ وہ تمام گمراہ فرقے جو ایسے عقائد کی جانب لوگوں کو دعوت دیتے ہیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے خلاف ہونا قطعی اور یقینی ہے"۔

دیکھئے! حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام فرقوں کو "دجال" کی صف میں داخل فرما کر نہ صرف اس لئے کافر قرار دیا کہ یہ ضروریات دین کے منکر ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے مخالف ہیں (بہرحال یہ تمام گمراہ اور کافر فرقے مسلمانوں میں سے ہی پیدا ہوئے اور ہوں گے اس کے باوجود وہ قطعی طور پر کافر ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اہل قبلہ اگر کفریہ عقائد واعمال یا موجبات کفر کو اختیار کریں تو خود کو مسلمان کہنے اور سمجھنے کے باوجود بھی کافر ہو جاتے ہیں اور ان کی تکفیر واجب ہے)

مصنف علیہ الرحمۃ (یہ ثابت کر دینے کے بعد کہ اگر اہل قبلہ کفر صریح کے مرتکب ہوں تو قبلہ سے منحرف نہ ہونے کے باوجود وہ کافر ہو جاتے ہیں اور ان کی تکفیر ضروری ہے) فرماتے ہیں کہ اس کے

بعد ابن عابدین (علامہ شامیؒ) کی "شرح منحۃ الخالق علی البحر الرائق" ج:۵ ص:۱۴۱ باب الاحکام میں ذیل کی تصریح میری نظر سے گزری:

"وحرر العلامة نوح آفندی ان مراد الامام بما نقل عنه ماذکره فی "الفقه الاکبر" من عدم التکفیر بالذنب الذی هو مذهب اهل السنة والجماعة، تامل."

ترجمہ: علامہ نوح آفندی کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جو اہل قبلہ کی تکفیر کی ممانعت منقول ہے اس سے مراد وہی ہے جو "فقہ اکبر" میں مذکور ہے کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کی جائے جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے، اس کو غور سے سمجھو۔"

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کسی گناہ کی بنا پر اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا ہے

نیز حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا مسئلہ سب نے صرف "منتقی" کے حوالے سے ہی نقل کیا ہے، جیسا کہ "شرح مقاصد" ص:۲۶۹ اور "مسایرہ" ص:۲۱۴ طبع جدید مصر میں تصریح کی ہے اور محقق ابن امیر حاج نے "شرح تحریر" ج:۳ ص:۳۱۸ پر "منتقی" کی عبارت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حسب ذیل الفاظ میں نقل کی ہے۔

"ولا نکفر اهل القبلة بذنب"

ترجمہ: "اور ہم تو کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔"

دیکھئے! اس عبارت میں "بذنب" کی قید موجود ہے، در حقیقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول (جیسا کہ علامہ نوح آفندی کی تحقیق ہے) صرف "معتزلہ" اور "خوارج" کی تردید کے لئے ہے (کہ خوارج تو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار کہتے ہیں، لیکن ہم اہل سنت والجماعت نہ اس کو کافر کہتے ہیں نہ خارج از اسلام اور مخلد فی النار، بلکہ اس کو مسلمان اور لائق مغفرت مانتے ہیں) اس لئے کہ جملہ کا انداز بتلا رہا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ ان لوگوں پر تعریض کر رہے ہیں جو ایک مومن مسلمان کو بغیر کسی کفریہ قول یا فعل کے مرتکب ہوئے محض کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام قرار دے دیتے ہیں لیکن کلمات کفر کہنے پر بھی اگر کسی کو کافر نہ کہا جائے گا تو پھر ان کلمات کو "کلمات کفر" نہ کہنا چاہئے اور یہ محض فریب اور مغالطہ ہے۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے بعد حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ''کتاب الایمان'' طبع قدیم ۱۳۲۵ھ ص:۱۲۱ میں مندرجہ ذیل تصریح میری نظر سے گذری:

''ونحن اذا قلنا اهل السنة متفقون على انه لا يكفر بذنب فانما نريد به المعاصي كالزنا۔''

ترجمہ: ''ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ کسی گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہ کہا جائے تو اس گناہ سے ہماری مراد زنا، شراب خوری وغیرہ معاصی ہوتے ہیں۔''

علامہ قونوی رحمہ اللہ نے ''شرح عقیدہ طحاویہ'' ص:۳۳۶ میں پوری طرح اس کی وضاحت کی ہے۔

ملحدوں اور زندیقوں کا دجل وفریب:

(غرض ائمہ کرام کے قول ''لا نکفر اهل القبلة'' سے ملحدوں اور زندیقوں نے از راہ دجل وفریب بہت زیادہ ناجائز فائدہ اٹھایا ہے اور ہمیشہ تکفیر سے بچنے کے لئے ائمہ کے اس قول کو بطور سپر استعمال کیا ہے) اسی لئے بہت سے ائمہ یہ کہنے سے بھی احتراز کرتے ہیں:

''لا نكفر احدا بذنب''

(ہم کسی گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہتے)

بلکہ وہ کہتے ہیں:

''انا لا نكفرهم بكل ذنب كما يفعله الخوارج''

(شرح فقہ اکبر ص:۲۰۰ طبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: ''ہم ہر گناہ کی وجہ سے ان کو اس طرح کافر نہیں کہتے جیسے خوارج کہتے ہیں''۔

چنانچہ ''فقہ اکبر'' ص:۱۹۶ میں بحث ایمان کے تحت علامہ قونوی رحمہ اللہ سے (اسی مشہور ومعروف مقولہ ''لا نكفر احدًا بذنب'' کے تحت صرف ''فساد عقیدہ'' کی صورت میں) تکفیر کو نقل کیا ہے۔

''وفي قوله بذنب اشارة الى تكفيره بفساد اعتقاده كفساد اعتقاد المجسمة والمشبهة ونحوهم لان ذلك لا يسمّى ذنبا والكلام في الذنب۔''

ترجمہ: ''بذنب'' کے لفظ میں اس امر کی جانب اشارہ موجود ہے کہ فساد عقیدہ کی بنا پر ضرور کافر کہا جائے گا جیسا کہ مشبہ اور مجسمہ وغیرہ کے فاسد عقیدے کہ ان کو ان کے فاسد عقائد کی بناء پر کافر کہا جاتا ہے (نہ کہ کسی گناہ کی بنا پر اور ظاہر ہے کہ فساد عقیدہ کو گناہ نہیں کہا جا سکتا) اور ہماری بحث گناہ (یعنی معصیت) سے ہے''۔

یہی فرق امام طحاوی رحمہ اللہ کے کلام سے المعتصر باب التفسیر میں ص:۳۳۹ پر منقول ہے اور امام

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب "فتح الباری شرح بخاری" کے اقتباسات ❶

جو بحث انکار اور تسامح پسند علماء کے شکوک وشبہات کے ازالہ اور ملحدوں کے دندان شکن جوابات پر مشتمل ہیں:

کسی بھی فرض شرعی کا انکار، اتمام حجت کے بعد منکر کے کفر اور اس سے باز نہ آنے پر قتال کا موجب ہے:..... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" ج:۱۲، ص۲۲۸: میں حدیث "ردت" ❷ کی مفصل شرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

---

❶..... چونکہ اس زمانے میں آئے دن مسلمانوں میں نو نو ملحد اور زندیق فرقے اور فرقے پیدا ہو رہے ہیں اور اسلام کے نام پر کفر پھیلاتے اور امت کو گمراہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اس لئے علماء امت کے لئے "ملحدین اہل قبلہ کی تکفیر" کا مسئلہ نہایت درجہ اہمیت اختیار کر چکا ہے، لہٰذا حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ نے اس مسئلے میں علماء امت کے ہر طبقے کے علماء اعلام کی تحقیقات کو پورے استیعاب کے ساتھ جمع کرنے کا عزم فرمایا ہے اور چونکہ حضرت شیخ قدس اللہ سرہ جامع العلوم والفنون ہونے کے باوجود محدثین میں اپنے عہد کے امام تھے، آیات اللہ کے مقام پر فائز اور حجۃ اللہ علی الخلق کی حیثیت کے مالک ہیں، اس لئے اول محدثین کے طبقے میں سے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تحقیقات کو سرفہرست رکھتے ہیں، اس لئے کہ حافظ موصوف متاخرین میں مسلّم طور پر علوم حدیث کے یکتائے زمانہ امام اور حافظ حدیث ہیں، لہٰذا اس سلسلے میں "فتح الباری" (ج ۱۲) کے مذکورہ اقتباسات پیش فرماتے ہیں۔ از مترجم

❷..... امام بخاری رحمہ اللہ باب "من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ" کے ذیل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:
"لما توفی النبی ﷺ واستخلف ابو بکر رضی اللہ عنہ وکفر من کفر من العرب قال عمر رضی اللہ عنہ یا ابا بکر کیف تقاتل الناس وقد قال النبی ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ قال ابو بکر واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللہ لو منعونی عناقا کانوا یؤدونہا الی رسول اللہ ﷺ لقاتلتہم علی منعہا قال عمر فواللہ ما ہو الا ان رأیت ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق" (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳)

ترجمہ:..... جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے اور عرب کے جو قبائل کافر ہونے تھے ہو گئے (اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابو بکر! تم ان لوگوں سے جنگ کیسے کر سکتے ہو؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں، پس جس شخص نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیا اس نے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچا لیا الا یہ کہ کسی حق کی وجہ سے (کسی گناہ کی وجہ سے) حق اللہ کی ادائیگی کرنا ہے تو ہم اس کو قتل کریں گے اور اس کا حساب (کہ اس کے دل میں کیا ہے) اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے"۔ تو اس پر ابو بکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا (ایک کو مانے اور دوسرے کو نہیں) اس لئے کہ زکوٰۃ "مال" کا حق ہے (جیسے نماز "جان" کا حق ہے) اللہ کی قسم! اگر وہ ایک بکری کا بچہ بھی جو حضور ﷺ کو دیا کرتے تھے مجھے دینے سے انکار کریں گے تو میں اس کے روکنے پر ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جنگ کرنے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شرح صدر (اور اطمینان قلب) عطا فرما دیا ہے تو میں نے بھی پہچان لیا کہ یہی حق ہے (اور مجھے بھی ان کی موافقت کرنی چاہئے)۔"

''مرتدین پر غلبہ حاصل ہونے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا کہ آیا کافروں کی طرح ان مرتدین کے اموال کو غنیمت اور ان کے بیوی بچوں کو غلام بنالیا جائے یا نہیں؟ یا ان کے ساتھ مسلمان باغیوں کا سا معاملہ کیا جائے؟'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلی رائے کے حامل تھے اور انہوں نے (اپنے عہد خلافت میں) اسی پر عمل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسری'' رائے'' کے حامل تھے، چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس پر مناظرہ کیا جس کی تفصیل کتاب الاحکام میں آئے گی اور ان کے عہد خلافت میں اور صحابہ بھی ان کے ساتھ متفق ہو گئے (بہر حال اس وقت تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق ہو گئے) ہر وہ شخص (یا قوم) جو کسی بھی فرض شرعی کا کسی شبہ کی بنا پر انکار کرے اس سے اس انکار سے باز آنے کا مطالبہ کیا جائے، اس پر اگر وہ لڑنے کے لئے تیار ہو جائے تو اتمام حجت کے بعد اس سے جنگ کی جائے اگر وہ (ہتھیار ڈالنے کے بعد) انکار سے باز آجائے تو ٹھیک ورنہ اس صورت میں اس کے ساتھ کافروں کا سا معاملہ کیا جائے، (یعنی خود اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کے اموال کو مال غنیمت اور اس کے بیوی بچوں کو غلام قرار دے دیا جائے) اور کہا جاتا ہے کہ مالکیہ میں سے اصبغ پہلے ہی قول (رائے) کے قائل ہیں، اسی لئے ان کو نادر (منفرد) مخالف شمار کیا گیا ہے۔''

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ''عومل معاملۃ الکافر'' سے مراد قتل ہے نہ کہ کفر، اس لئے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس سے پہلے اسی صفحہ پر فرما چکے ہیں:

''والذین تمسکوا باصل الاسلام ومنعوا الزکوۃ بالشبھۃ التی ذکروھا لم یحکم علیھم بالکفر قبل اقامۃ الحجۃ۔'' (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۶۹)

ترجمہ:..... ''جو لوگ اصل اسلام پر قائم رہے لیکن مذکورہ بالا شبہ کی بنا پر زکوۃ دینے سے انکار کرتے رہے، ان پر اتمام حجت سے پہلے ان کو کافر نہیں قرار دیا گیا (یعنی اتمام حجت کے بعد کافر قرار دے دیا گیا)۔''

اسی طرح آگے چل کر حافظ نے امام قرطبی رحمہ اللہ سے ''اس شخص کے بارے میں جو کسی بدعت (گمراہی) کو دل میں پوشیدہ رکھتا ہو'' یہی (فیصلہ) نقل کیا ہے (کہ اتمام حجت کے بعد کافر قرار دے دیا جائے گا)

ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی: ..... نیز مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ''شبھۃ'' سے حافظ علیہ الرحمۃ کی مراد ''تاویل'' ❶ ہے لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ متاول سے بھی تو بہ

---

❶ ..... حافظ علیہ الرحمۃ ج ۱۲ ص ۲۳۵ پر ان لوگوں کا شبہ استدلال حسب ذیل بیان کرتے ہیں

وصنف منعوا الزکوۃ وتاولوا قولہ تعالی: خذ من اموالھم ..... الآیۃ، وزعموا ان دفع الزکوۃ خاص بہ صلی اللہ علیہ وسلم، لان غیرہ لایطھرھم ولا یصلی علیھم۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۳۵)

ترجمہ: ..... مرتدین کی ایک قسم وہ لوگ تھے جنہوں نے صرف زکوۃ سے انکار کیا تھا، اللہ تعالی کے قول خذ من اموالھم ..... الآیۃ سے استدلال کیا تھا کہ زکوۃ دینا صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا اس لئے کہ آپ کے علاوہ دوسرا کوئی نہ پاک کر سکتا ہے، نہ ان (مسلمانوں) کے حق میں دعا کر سکتا ہے، لہٰذا پھر کسی اور کو زکوۃ کیوں دی جائے؟''

کیا جاتا ہے۔

۴:۔۔۔ نیز حضور ﷺ نے فرمایا یہ (خوارج) اللہ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مبغوض ہیں۔

۵:۔۔۔ نیز یہ خوارج ہر اس شخص کو جو ان کے عقائد کا مخالف ہو ''کافر'' اور ''مخلد فی النار'' (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنمی) کہتے ہیں اس لئے یہ خود ہی اس نام کے سب سے زیادہ مستحق ہیں (یعنی کافر اور مخلد فی النار ہیں کیونکہ کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے)۔''

شیخ سبکی ؒ کا استدلال اور مخالفین کے شبہات کا جواب: حافظ ؒ ج ۱۲ ص ۲۷۱ پر فرماتے ہیں متاخرین میں سے جو حضرات خارجیوں کو کافر کہتے ہیں شیخ تقی الدین سبکی ؒ بھی ان میں شامل ہیں، چنانچہ وہ اپنے ''فتاویٰ'' میں فرماتے ہیں:

''جو لوگ خارجیوں اور غالی رافضیوں (تبرائی شیعوں) کو کافر کہتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ لوگ اعلام صحابہ ؓ (چوٹی کے صحابہ ؓ) کو کافر کہتے ہیں اور اس سے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ (علامہ) سبکی ؒ فرماتے ہیں: میرے نزدیک ان کی تکفیر کے لئے یہ استدلال بالکل صحیح ہے، باقی جو لوگ ان کو کافر نہیں کہتے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ تکذیب اس وقت لازم آسکتی ہے جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ ان صحابہ کبار کی تکفیر سے پہلے ان کو رسول اللہ ﷺ کی اس شہادت کا یقینی طور پر علم تھا (اور اس کے باوجود انہوں نے ان صحابہ کرام ؓ کو کافر کہا ہے) مگر (سبکی ؒ کہتے ہیں) میرے نزدیک یہ دلیل محل نظر ہے اس لئے کہ انہوں نے ان صحابہ کرام ؓ کو کافر کہا ہے جن کے مرتے دم تک کفر و شرک سے بری ہونے کا ہمیں قطعی اور یقینی علم ہے (اور ایسے قطعی اور یقینی امور میں عدم علم عذر نہیں ہوتا) اور یہ علم و یقین ہر اس شخص کی تکفیر پر اعتقاد رکھنے کے لئے جو ان کبار صحابہ کو کافر کہے کافی ہے، فرماتے ہیں اس استدلال کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو گیا (یعنی اگر وہ کافر نہیں ہے تو کہنے والا ضرور کافر ہو گیا)۔''

صحیح مسلم میں ج ا ص ۵۷ پر اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''من دعا رجلا بالکفر او قال: ''عدو اللّٰہ'' ولیس کذلک الا حار علیہ''۔
(مسلم ج ا ص ۵۷)

ترجمہ:۔۔۔ ''جس شخص نے کسی مسلمان پر کافر ہونے کا اتہام لگایا یا ''اللہ کا دشمن'' کہا وہ خود کافر ہو گیا''۔

اس کے بعد سبکی ؒ فرماتے ہیں:

’’یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ (خارجی اور غالی شیعہ) اس جماعت پر کفر کا اتہام لگاتے ہیں جن کے مومن ہونے کا ہمیں قطعی اور یقینی علم ہے لہٰذا واجب ہے کہ شارع ﷺ کے فرمان کے مطابق ان کو کافر کہا جائے اور یہ (کبار صحابہ کو کافر کہنے کی وجہ سے خارجیوں اور رافضیوں کو کافر کہنا) ایسا ہی ہے جیسے علماء (متفقہ طور پر) کسی شخص کو بت یا کسی اور چیز کو سجدہ کرتے دیکھ کر اس کو کافر کہتے ہیں اگرچہ وہ صراحۃً اسلام سے انکار نہ بھی کرے، حالانکہ تمام علماء کفر کی تفسیر ’’جحود‘‘ (انکار) سے کرتے ہیں (گویا جحود دو طریق پر ہے ایک قولی اور ایک فعلی، ساجد صنم کا فعل و عمل زبانی انکار کے مرادف اور ’’جحود فعلی‘‘ ہے، اسی طرح ان خارجیوں اور غالی شیعوں کا یہ عمل، تکفیر صحابہ و مومنین، بھی جحود فعلی ہے لہٰذا ان کو بھی کافر کہنا چاہئے) سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ حضرات غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے کو کافر کہنے کا باعث ’’اجماع‘‘ کو قرار دیں (کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا کافر ہے) تو ہم کہتے ہیں کہ جیسے ساجد صنم کو زبان سے انکار کئے بغیر اجماع امت کی بنا پر کافر کہا جاتا ہے ایسے ہی ان احادیث صحیحہ ’’متواترہ‘‘ کی بنا پر جو ان خوارج کے بارے میں آئی ہیں ان کو کافر کہنا چاہئے اگرچہ یہ لوگ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کفر سے بری ہونے کا عقیدہ نہ بھی رکھتے ہوں جن کی تکفیر کرتے ہیں، (اجماع اور خبر متواتر دونوں یکساں طور پر قطعی حجت ہیں) اسلام پر اجمالی اعتقاد اور فرائض شرعیہ پر عمل ایسے ہی ان کو کفر سے نہیں بچا سکتا جیسے غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے کا اسلام پر اجمالی اعتقاد اور فرائض شرعیہ پر عمل اس کو کفر سے نہیں بچا سکتا۔ (حاصل یہ ہے کہ کفریہ اقوال و افعال کا ارتکاب مطلقاً موجب کفر ہے اگرچہ وہ شخص خود کو مسلمان کہتا ہو اور فرائض شرعیہ پر عمل بھی کرتا ہو)۔‘‘

اہل قبلہ قصد و ارادہ کے بغیر بھی کفریہ عقائد و اعمال کی بنا پر اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں:

...... حافظ رحمۃ اللہ علیہ اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی ’’تہذیب الآثار‘‘ میں کچھ اسی طرف ہے، چنانچہ احادیث باب تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

’’یہ احادیث ان لوگوں کے قول کی تردید کرتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان کہلانے کے بعد اہل قبلہ میں سے کوئی فرد یا گروہ اس وقت تک اسلام سے خارج (اور کافر) نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ جان بوجھ کر اسلام سے نکلنے کا ارادہ نہ کرے، یہ قول بالکل باطل ہے اس لئے کہ حضور ﷺ اسی حدیث میں فرماتے ہیں:

’’یقولون الحق ویقرء ون القرآن ویمرقون من الاسلام لا یتعلقون منہ بشیء۔‘‘

ترجمہ: ’’وہ حق بات زبان سے کہتے ہوں گے قرآن پڑھتے ہوں گے اس کے باوجود وہ اسلام سے نکل جائیں گے اور ان کا اسلام سے کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا۔‘‘

قرآن کی مراد کے خلاف باطل تاویلیں اور حرام کو حلال قرار دینے والے کافر ہیں:

اس کے بعد طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’اور یہ بھی ہو سکتی بات ہے کہ یہ خوارج مسلمانوں کے جان و مال کو حلال سمجھنے کے مرتکب صرف ان باطل تاویلات کی بنا پر ہوئے ہیں، جو انہوں نے قرآن کی آیات میں اس کی اصل مراد کے برعکس کر رکھی تھیں، (لہٰذا وہ مسلمانوں کو کافر کہنے اور ان کے جان و مال کو حلال قرار دینے کے مرتکب ہو چکے ہیں اس لئے وہ تو کافر ہو گئے اگرچہ اسلام سے نکلنے کا قصد نہ بھی کیا ہو)۔‘‘

اس کے بعد طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیان کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ ذیل روایت بسند صحیح نقل کی ہے:

’’وذكر عنده الخوارج وما يقولون عند قراءة القرآن فقال يؤمنون بمحكمه ويهلكون عند متشابهه‘‘

ترجمہ: ’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے خوارج کا اور قراءت قرآن کے وقت جو وہ تاویلیں کرتے ہیں ان کا ذکر آیا تو اس پر فرمایا کہ یہ لوگ قرآن کی محکم (واضح) آیات پر تو ایمان لاتے ہیں اور متشابہ (غیر واضح) آیات (کی باطل تاویلات) میں ہلاک ہوتے ہیں۔‘‘

طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ خوارج کو کافر کہتے ہیں ان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث میں ان کے قتل کر دینے کا حکم آیا ہے:

’’فاينما لقيتموهم فاقتلوهم فان في قتلهم اجرا لمن قتلهم يوم القيامة.‘‘

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۸)

ترجمہ: ’’پس یہ تمہیں جہاں ملیں ان کو قتل کر دو، بے شک جو شخص ان کو قتل کرے گا، قیامت کے دن ان کے قتل کرنے کا اجر پائے گا۔‘‘

باوجود یہ کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح آ چکی ہے کہ کسی بھی مسلمان کو قتل کرنا تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کے بغیر جائز نہیں، جن میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ دے اور جماعت المسلمین سے الگ ہو جائے (معلوم ہوا کہ خارجیوں کے قتل کر دینے کا حکم اسی وجہ کے ذیل میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں سے الگ ہو گئے)

چنانچہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ’’**المفهم**‘‘ میں فرماتے ہیں:

"خارجیوں کے کافر ہونے کی تائید حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی تمثیل سے بھی ہوتی ہے (جس کے مختلف طرق ص: ۲۵۳ اور ۲۶۱ پر مذکور ہیں اور سابقہ حاشیہ میں ہم اس حدیث کو نقل کرچکے ہیں) اس لئے کہ اس تمثیل کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اسلام سے اس طرح صاف نکل جائیں گے اور ان کا اسلام سے ایسے ہی کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا جیسے تیر انداز کا تیر اپنی تیز رفتاری اور تیر انداز کی قوت کی وجہ سے شکار کے جسم سے صاف نکل جاتا ہے اور اس کا کوئی اثر تیر پر باقی نہیں رہتا، چنانچہ حضور ﷺ نے اسی "علاقہ" کے مطلقاً باقی نہ رہنے کو ان الفاظ سے ظاہر فرمایا ہے (دیکھو حدیث ابو سعید باب "من ترك قتال الخوارج" کے ذیل میں)

"سبق الفرث والدم"

ترجمہ: "وہ تیر شکار کے خون اور لید سے بھی صاف نکل گیا (یعنی خون وغیرہ تک کا اس پر کوئی اثر نہیں، اسی طرح خوارج اسلام سے نکل جائیں گے کہ اسلام کا نام ونشان تک بھی ان میں نہ رہے گا)"۔

امت کو گمراہ یا صحابہ کو کافر کہنے والا کافر ہے، اسلام سے اس کا کوئی علاقہ نہیں:

چنانچہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے ذیل میں "شفاء" کے اندر فرماتے ہیں:

"اسی طرح ہم ہر اس شخص کے کافر اور اسلام سے خارج و بے تعلق ہونے کا قطعی یقین رکھتے ہیں جو کوئی ایسی بات کہے جس سے اُمت کی تضلیل یا صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر ہوتی ہو۔"

مصنف رحمۃ اللہ علیہ "الروضۃ" نے کتاب "الردۃ" میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو نقل کیا ہے اور اس کی تائید بھی کی ہے۔

خوارج کے متعلق علمائے کلام کی احتیاط کوشی:

حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اہل سنت میں سے علمائے کلام (متکلمین) عام طور پر خارجیوں کو "فاسق" کہتے ہیں (کافر نہیں کہتے) اور یہ کہ کلمۂ شہادت پڑھ لینے اور ارکان اسلام کی پابندی کرنے کی وجہ سے (وہ مسلمان ہیں اور) ان پر اسلام کے احکام جاری ہیں۔ فاسق بھی صرف اس وجہ سے ہیں کہ انھوں نے ایک باطل تاویل کی بنا پر اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا اور ان کا یہ باطل عقیدہ ہی اپنے مخالفین کے جان و مال کو حلال اور مباح سمجھ لینے اور ان پر کفر و شرک کی شہادت دے دینے کا موجب ہوا ہے۔"

خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ خارجی اپنی مشہور و معروف گمراہی کے باوجود مسلمان فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے اور ان سے شادی بیاہ کرنے اور ان کا ذبیحہ کھانے کو وہ جائز کہتے ہیں اور

یہ کہ جب تک وہ اصل اسلام (یعنی توحید و رسالت، حیات بعد الموت کے عقیدہ) پر قائم ہیں اس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا۔"

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ (تکفیر خوارج کا) مسئلہ متکلمین کے لئے سب سے زیادہ اشکال کا موجب بن گیا ہے، چنانچہ فقیہ عبدالحق نے جب امام ابو المعالی سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر جواب دینے سے معذرت ظاہر کی کہ: کسی کافر کو اسلام میں داخل کر دینا (اور مسلمان کہہ دینا) اور کسی مسلمان کو اسلام سے خارج کر دینا (اور کافر کہہ دینا) دینی اعتبار سے بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔"

نیز قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابو المعالی سے پہلے قاضی ابو بکر باقلانی نے بھی اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ ان خوارج نے صراحۃً تو کفر کا ارتکاب نہیں کیا، ہاں! ایسے عقائد ضرور اختیار کئے ہیں جو کفر تک پہنچا دینے والے ہیں۔"

"امام غزالی رحمہ اللہ "فیصل التفرقة بین الایمان والزندقة" میں فرماتے ہیں:

"جہاں تک ہو سکے کسی کو کافر کہنے سے احتراز کرنا چاہئے، اس لئے کہ توحید کا اقرار کرنے والے نمازیوں کی جان و مال کو مباح (اور ان کو کافر) قرار دے دینا بہت بڑی غلطی ہے اور ہزار ہا کافروں کو (مسلمان کہہ دینے اور ان کو) زندہ سلامت چھوڑ دینے میں غلطی کرنا، ایک مسلمان کو (کافر کہہ دینے اور اس کا) خون بہانے میں غلطی کرنے کے مقابلہ میں بہت آسان ہے۔"

مخالفین کے دلائل:

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خوارج کی تکفیر نہ کرنے والے علماء ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ تیسری (اور بخاری میں دوسری) حدیث [1] میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دین سے نکل جانے کو تیر کے شکار سے نکل جانے کے ساتھ تشبیہ دے کر فرمایا:

"فیتماری فی الفوقة هل علق بها شیء؟"

ترجمہ:— "پس تیرانداز تیر کے سرے کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس میں کچھ لگا بھی ہے؟ (یا نہیں، یعنی یہ تیر جسم سے نکلا بھی ہے یا نہیں؟ ایسے ہی ان لوگوں کے متعلق شک ہوگا کہ یہ دین سے نکلے بھی ہیں یا نہیں؟)۔"

[1] — یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ اس سے قبل حاشیہ میں نقل کی جا چکی ہے۔

چنانچہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جمہور علماء کی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول ''فیتماری فی الفوقۃ'' سے ثابت ہوتا ہے کہ خارجی مسلمانوں کی جماعت سے خارج اور (کافر) نہیں ہیں، اس لئے کہ ''فیتماری'' شک کی دلیل ہے اور جب ان کا کفر مشکوک ہوا تو ان کے اسلام سے خارج ہونے کا حکم قطعی طور پر کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ اس لئے کہ جو شخص قطعی اور یقینی طور پر اسلام میں داخل ہو چکا وہ قطع و یقین کے بغیر اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت: ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ''اہل نہروان'' (خوارج) کے کفر کے متعلق سوال کیا گیا (کہ کیا وہ کافر ہیں یا نہیں؟) فرمایا: ''من الکفر فرّوا'' (کفر سے تو وہ بھاگے ہیں) (یعنی انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کفر سے بچنے کے لئے ہی مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کی ہے تو جو شخص کفر سے اس قدر بچتا ہو وہ کافر کیسے ہو جائے گا؟)

محدثین کی جانب سے جواب: حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول (اثر) از روئے سند صحیح ثابت ہو تو اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خارجیوں کے ان کفریہ عقائد سے واقف نہ ہونے کے زمانے پر محمول کیا جائے گا جن کی بنا پر تکفیر کرنے والوں نے ان کو کافر کہا ہے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت فرمایا ہوگا جبکہ ان کو ''نہروانیوں'' کے کفریہ عقائد کا علم نہ تھا، ورنہ وہ تو خود بخاری میں رسول اللہ ﷺ سے اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں اور اس میں ''فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم'' ❶ کی تصریح موجود ہے اور اسی بنا پر انہوں نے خوارج سے خونریز لڑائیاں لڑی ہیں اور ان کو بے دریغ قتل کیا ہے)''۔

نیز حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے قول ''فیتماری فی الفوقۃ'' سے ان کے کفر کے مشکوک ہونے پر استدلال بھی صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ جیسے بعض طرق حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں، ایسے ہی بعض طرق میں جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کر چکے اور آئندہ بھی آئے گا ''لم یعلق منه بشیء'' (شکار کا خون وغیرہ مطلق لگا ہوا نہیں) اور بعض طرق میں: ''سبق الفرث والدم'' (تیر شکار کے خون اور لید سے بھی صاف نکل گیا) بھی آیا ہے، (جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تیر پر مطلق کچھ لگا ہوا نہ ہونا بیان فرمانا چاہتے ہیں نہ کہ شکار کے جسم سے نکلنے یا نہ نکلنے میں ''شک'' ظاہر کرنا) لہٰذا ان تینوں

---

❶ یہ الفاظ باب قتل الخوارج ... کی پہلی حدیث میں موجود ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

کوئی چیز نہیں (یعنی جہاں تک ہو سکے اس سے احتراز کیا جائے)۔"

(۱) احادیث خوارج سے مستنبط فوائد واحکام :۔۔۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان احادیث میں رسول اللہ ﷺ کی ایک عظیم الشان پیشین گوئی اور صداقت کی دلیل بھی موجود ہے کہ ایک واقعہ کے پیش آنے سے بہت پہلے آپ نے جو ہونے والا تھا اس کی خبر دے دی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب خوارج نے اپنے مخالف مسلمانوں کے کفر کا اعلان کر دیا تو ان کا خون بہانے کو بھی اپنے لئے حلال ومباح سمجھ لیا (اور بے دریغ خون ریزی اور قتل وغارت شروع کر دی) غیر مسلم ذمیوں (یہود ونصاریٰ) کی تو جان بخشی کر دی کہ "یہ ذمی ہیں، ان سے ہم (جان ومال کی سلامتی کا) معاہدہ کر چکے ہیں، اس کو ضرور پورا کریں گے" مشرکوں سے بھی قتل وقتال ترک اور جنگ بندی کر دی (کہ یہ تو ہیں ہی کافر ومشرک ان سے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا) اور اپنے مخالف مسلمانوں سے خون ریز لڑائیاں لڑنے (اور بے گناہ مسلمانوں کو قتل وغارت کرنے) میں مشغول ہو گئے (کہ ان سے دین کو نقصان پہنچتا ہے، گمراہی پھیلتی ہے، اس لئے کہ یہ مسلمان کہلاتے ہیں ان کو صفحۂ ہستی سے مٹانا فرض عین ہے، العیاذ باللہ!) یہ ان جاہلوں کی انتہائی حماقت اور سیہ باطنی کی دلیل ہے، جن کے قلوب علم ومعرفت کے نور سے محروم اور تاریک تھے اور ان کے قدم ایمان ویقین کے کسی محکم مقام پر راسخ نہ تھے (اور یہی رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی تھی "یقرءون القرآن ولا یجاوز حناجرھم") اس کے ثبوت کے لئے یہی بہت کافی ہے کہ ان کے سرغنہ (ابن ذی الخویصرہ) نے خود صاحب شریعت ﷺ کے حکم کو ٹھکرایا اور العیاذ باللہ! آپ ﷺ پر ظلم جور کا بہتان لگایا تھا (جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے) اللہ بچائے ایسی سرکشی اور گستاخی وبے باکی سے۔

(۲) کفار مشرکین کی بہ نسبت خوارج سے جنگ کرنا زیادہ ضروری ہے :۔۔۔ ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بہ نسبت کفار ومشرکین کے خوارج سے جنگ کرنا اور ان کے فتنہ کا استیصال کرنا زیادہ ضروری ہے (اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "اینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم یوم القیامۃ") اس کی حکمت یہ ہے کہ ان خارجیوں سے جنگ کرنا دین کے اصل سرمایہ (دین اور دیندار مومن) کی حفاظت کے لئے ہے اور کفار ومشرکین سے جنگ کرنا منافع کمانے (یعنی مسلمانوں کی تعداد بڑھانے اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے) کے لئے ہے (اور ظاہر ہے کہ اصل سرمایہ کی حفاظت منافع کمانے کی نسبت زیادہ ضروری اور مقدم ہوتی ہے)

(۳) جن آیات کے ظاہری معنی اجماع امت کے خلاف ہوں ان میں تاویل ضروری ہے: ـــ نیز اس حدیث سے ان تمام لائق تاویل آیات کے ایسے ظاہری معنی مراد لینے کی ممانعت بھی نکلتی ہے جو اجماع امت کے خلاف ہوں (یعنی جن آیات میں صحیح تاویل کر کے اجماع امت کے موافق ومطابق بنایا جا سکتا ہے ان وہ ظاہری معنی مراد نہ لینے چاہئیں جو اجماع امت کے مخالف ہوں، مثلاً "ان الحکم الا للّٰہ" کے یہ معنی مراد لینا کہ اللہ کے سوا اور کسی کی حاکمیت درست نہیں، لہٰذا علی رضی اللہ عنہ بھی کافر اور واجب القتل ہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ بھی، اس لئے کہ دونوں حاکمیت کے مدعی ہیں یا دونوں نے حکم کے فیصلہ کو مان لیا ہے، قطعاً غلط اور اجماع امت ونصوص قرآنیہ کے خلاف ہیں)

(۴) دینداری میں غلو خطرناک ہے: ـــ نیز ان احادیث میں دینداری کے اندر اس غلو (حد سے تجاوز) کو اور عبادت میں اس نفس کشی کو جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی خطرناک قرار دیا ہے، (چنانچہ خوارج کا یہی غلو تمام تر فساد اور کفر وضلال ان کا سبب بنا ہے) اس لئے کہ صاحب شریعت علیہ السلام نے تو اس شریعت کو انتہائی سہل اور قابل عمل قرار دیا ہے، اسی طرح کفار کے ساتھ سختی اور تشدد کی اور مومنین کے ساتھ رأفت وشفقت کی مسلمانوں کو دعوت دی ہے، لیکن ان خوارج نے (محض اپنے جہل اور غلو فی الدین کی وجہ سے) بالکل اس کے برعکس کر دیا تھا (کہ مومنین کے ساتھ ظلم وتشدد اور کفار کے ساتھ شفقت ورأفت کو اپنا شعار بلکہ جزو ایمان بنا لیا تھا اور ریاضات شاقہ میں غلو کی وجہ سے دین کو انتہائی دشوار اور شریعت کو ناقابل عمل بنا دیا تھا)۔

(۵) امام عادل کے خلاف جو بغاوت اور جنگ کرے، اس سے جنگ کرنا ضروری ہے: ـــ اسی طرح ان احادیث سے اس فرد یا جماعت سے جنگ کرنے کی اجازت بھی نکلتی ہے جو امام عادل کی اطاعت کو بالائے طاق رکھ کر اس کے مقابلہ پر آمادۂ کارزار ہو جائے اور اپنے فاسد عقائد کی بنا پر قتل وغارت اور خونریزی شروع کر دے، اسی طرح وہ فرد یا گروہ جو رہزنی اور غارتگری اختیار کر کے ملک میں فساد اور بدامنی پھیلا دے اور لوگوں کے لئے گھروں سے نکلنا اور سفر کرنا خطرناک و ناممکن بنا دے۔

ہاں! جو فرد یا گروہ کسی ظالم حکمران کے ظلم وجور سے اپنی جان ومال اور اہل وعیال کو بچانے کی غرض سے بغاوت کرے وہ شرعاً معذور ہے اس کے خلاف (ظالم حکمران کی حمایت میں جنگ نہ کرنی چاہئے) اس لئے کہ اس مظلوم کو حق پہنچتا ہے کہ وہ بقدر طاقت وقوت ظالموں سے اپنے جان ومال اور اہل وعیال کی حفاظت کرے، "کتاب الفتن" میں اس کا تفصیلی بیان آئے گا۔

چنانچہ طبری رحمہ اللہ نے بسند صحیح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

خوارج کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف بغاوت اور جنگ کریں تو بے شک ان سے جنگ کرو اور اگر امام ظالم کے خلاف بغاوت اور جنگ کریں تو ان سے جنگ ہرگز نہ کرو، اس لئے کہ اس صورت میں یہ شرعاً معذور ہیں۔''

حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کربلا کے میدان میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی جنگ یزید سے اور ''حرہ'' (مدینہ) میں اہل مدینہ کی جنگ عقبہ بن مسلم کی فوج سے (جو یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) اور ''مکہ'' میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جنگ حجاج سے، نیز عبدالرحمن بن اشعث کے واقعہ میں قراء قرآن کی جنگ حجاج سے اسی قبیل سے ہیں (یعنی ظالموں کے خلاف ان کے ظلم و جور سے بچنے کے لئے لڑی گئی ہیں، یہ حضرات عنداللہ معذور تھے)''۔

(۶) بلا قصد بھی مسلمان دین سے خارج (اور کافر ہو جاتا) ہے: ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض مسلمان دین سے خارج ہونے کا قصد اور اسلام کے بجائے کسی اور دین کے اختیار کرنے کا ارادہ کئے بغیر بھی (محض اپنے کفریہ عقائد و اعمال کی بنا پر) دین سے خارج اور کافر ہو جاتے ہیں (یعنی کسی مسلمان کے کافر ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ قصداً اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کو اختیار کرے، بلکہ کفریہ عقائد اور اقوال و اعمال کا اختیار کر لینا ہی اسلام سے خارج اور کافر ہو جانے کے لئے کافی ہے، حدیث خوارج میں ''یمرقون'' کا لفظ خاص طور پر اس کو ظاہر کرتا ہے)۔

(۷) خارجی فرقہ سب سے زیادہ خطرناک ہے: نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے تمام گمراہ اور باطل پرست فرقوں میں سب سے زیادہ خطرناک خارجی فرقہ ہے، یہ اسلام کے حق میں یہودیوں اور نصرانیوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہیں [1] (اس لئے کہ یہ اسلام کے نام پر کفر پھیلاتے ہیں)

حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ آخری استنباط اس قول پر مبنی ہے کہ خوارج مطلقاً کافر ہیں (گویا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے)۔

---

[1] ہمارے زمانہ میں بھی اسلام اور قرآن کے نام پر کفر اور دین کا نام لے کر بے دینی پھیلانے والے افراد اور فرقے موجود ہیں اور نو بہ نو پیدا ہو رہے ہیں اور بڑی مشکل سے مسلمان ان کو اسلام سے خارج اور کافر جانتے اور مانتے ہیں ان کی تکفیر اور رد کی آج اتنی ہی ضروری ہے جتنی اس زمانہ میں خوارج کی تکفیر اور رد کی ضروری تھی اور اس رسالہ کو اس وقت اردو ترجمہ اور شائع کرنے کا مقصد بھی یہی ہے اللہ تعالیٰ اس سعی کو مشکور اور دین و دینداروں کو ان فتنوں سے محفوظ فرمائیں، آمین ثم آمین۔ از مترجم۔

(۸) **حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت:** نیز ان احادیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی منقبت نکلتی ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں بہت سخت تھے (اس لئے کہ وہ ان ذی الخویصرہ کے رسول اللہ ﷺ کو ظلم و جور کی جانب منسوب کرنے ہی پر اس کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے)

(۹) کسی کے دین و ایمان کی تصدیق محض اس کے ظاہر کو دیکھ کر نہ کر دینی چاہئے:

نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی فرد یا فرقہ کی تعدیل (دین و ایمان کی تصدیق) میں محض اس کے ظاہری اقوال و اعمال پر اکتفا نہ کرنا چاہئے، اگرچہ وہ عبادت و طاعت، دین داری و پرہیزگاری اور زہد و تقشف میں انتہائی مقام پر پہنچا ہوا ہو، جب تک کہ اس کے باطنی عقائد و اعمال اور اندرونی حالات کی تحقیق نہ کر لی جائے (اس وقت تک اس کے دین و ایمان کی تصدیق نہ کی جائے، در حقیقت حضور ﷺ کا مقصد ہی اس حدیث سے امت کو متنبہ کرنا اور دھوکے میں پڑنے سے بچانا ہے)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۶۳ باب "قتل من ابی قبول الفرائض" کے تحت حدیث "ردت" کے ذیل میں ایمان و اسلام کے شرعاً معتبر ہونے کے لئے توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ "جمیع ماجاء به النبی ﷺ" پر ایمان لانے اور جملہ احکام شریعت کی پابندی کا اقرار کرنے کا ضروری ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ ثابت ہو جائے کہ کسی بھی فرض شرعی کا انکار موجب کفر ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے سلسلہ میں جس کی تخریج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب "قتل من ابی قبول الفرائض" کے ذیل میں کی ہے اور ہم حاشیہ میں اس کو نقل کر چکے ہیں:

"اس حدیث ردت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص صرف "لا الٰہ الا اللہ" کہے اگرچہ اس پر (محمد رسول اللہ) اضافہ بھی نہ کرے، اس کو قتل کرنا ممنوع ہے لیکن کیا وہ صرف اتنا ہی کہنے سے مسلمان بھی ہو جائے گا؟ یہ قابل بحث ہے صحیح یہ ہے کہ وہ مسلمان تو نہ ہو گا مگر اس کے قتل سے باز رہنا واجب ہے اس کے بعد تحقیق کی جائے اگر وہ اس کے ساتھ رسالت (محمد رسول اللہ) کی شہادت بھی دے اور تمام احکام شریعت کی پابندی کا اقرار بھی کرے تب اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں "الا بحق الاسلام" کے استثناء سے اسی جانب اشارہ ہے (یعنی یہ استثناء اسی غرض سے ہے کہ اگر رسالت کی شہادت نہ دے یا کل یا بعض احکام شریعت کی پابندی کا اقرار نہ کرے تو "لا الٰہ الا اللہ" کہنے کے باوجود کافر اور واجب القتل ہے)"۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"بیکافر اگر بت پرست ہو یا دو خداؤں کا ماننے والا ہو (جیسے مجوسی کہ "یزدان" اور "اہرمن"

دو خدا مانتے ہیں) تب تو صرف کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ پڑھ لینے پر ہی اس کو مسلمان قرار دے دیا جائے اور اس کے بعد تمام احکام شریعت کے ماننے اور اسلام کے سوا تمام مذاہب سے بے تعلقی کا اعلان کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر یہ کافر توحید کا تو قائل ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو نہیں مانتا (جیسے یہودی یا نصرانی) تو جب تک "محمد رسول اللہ" نہ کہے اس کو مسلمان نہ قرار دیا جائے گا اور اگر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد ﷺ رسول تو ہیں مگر صرف اہل عرب کے لئے ہیں تو اس کے مسلمان قرار دینے کے لئے "رسول اللہ" کے ساتھ "الی جمیع الخلق" (تمام مخلوق کے لئے) کا اضافہ بھی ضروری ہے اور اگر کسی فرض شرعی کا انکار کرنے یا حرام کو حلال سمجھ لینے کی وجہ سے اس کو کافر قرار دیا گیا ہے تو اس کے مسلمان ہونے کے لئے اپنے اس عقیدہ سے تائب ہونے کا اعلان کرنا بھی ضروری ہے۔"

حافظ رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ج:۱۲ص:۲۳۷ میں فرماتے ہیں:

"علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں "یجبر" کے لفظ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ التزام احکام شرعیہ کا اقرار نہ کرے تو اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے (یعنی اس کو اسی حالت پر نہ چھوڑا جائے گا بلکہ اقرار نہ کرے تو مرتد قرار دے کر اس کو قتل کر دیا جائے گا) علامہ قفال نے اس کی تصریح کی ہے۔"

خوارج کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق: حافظ رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ص:۲۵۲ پر باب "قتل الخوارج" کے ذیل میں خوارج کے مختلف فرقوں اور ان کے عقائد کا حال تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "وسیط" میں دوسرے علماء اسلام کا اتباع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حکم خوارج کے سلسلہ میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ان پر مرتد کا حکم لگایا جائے، دوسرے یہ کہ ان کو باغی مسلمان قرار دیا جائے، امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اول صورت کو ترجیح دی ہے۔ مگر یہ ارتداد کا حکم ہر خارجی پر نہیں لگایا جا سکتا، اس لئے کہ خارجیوں کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ وہ ہے جو حکومت سے بغاوت بھی کرتا ہے اور اپنے باطل عقائد کے ماننے پر بھی لوگوں کو مجبور کرتا ہے، یہ وہی ہیں جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے (اور یقیناً کافر ہیں) دوسرا فرقہ وہ ہے جو اپنے عقائد کے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا بلکہ حکومت حاصل کرنے کے لئے موجودہ حکومت کے خلاف بغاوت کرتا ہے پھر اس دوسرے گروہ کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جماعت جس کی بغاوت کا محرک دین کی حمایت وصیانت اور خلق اللہ کو ظالم حکمرانوں کے جور و ستم سے نجات دلانے اور سنت رسول اللہ کو قائم کرنے کا جذبہ ہے، یہ حضرات اہل حق ہیں انہی میں شہید کربلا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور "حرہ" (مدینہ) میں (مروانیوں سے جنگ

کرنے والے اہل مدینہ اور (حجاج سے جنگ کرنے والے) ''قراء'' داخل ہیں (ان کو یقیناً کافر ومرتد نہیں کہا جا سکتا یہ تو غازی اور مجاہد فی سبیل اللہ ہیں) اور دوسری قسم وہ جماعت ہے جو صرف ملک گیری کے جذبہ کے تحت (حکومت وقت سے) بغاوت کرتی ہے خواہ کوئی مذہبی گمراہی ان میں پائی جائے خواہ نہیں، یہ یقیناً باغی ہیں، کتاب الفتن میں ان شاء اللہ ان کا حکم بیان کیا جائے گا۔''

اجماع امت کا مخالف کافر اور دین سے خارج ہے: ــــ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ فرائض واحکام شریعہ جن کا انکار کرنے سے ایک مسلمان کافر ومرتد ہو جاتا ہے ان کا ''متواتر'' ہونا ضروری نہیں، بلکہ ''مجمع علیہ'' عقائد واعمال کا منکر بھی کافر ومرتد ہے، ج:۱۲ ص:۱۷۷ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ''لا یحل دم امرئ مسلم ــــ الخ'' کے ذیل میں ''التارك لدینه المفارق للجماعة'' کی شرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''المفارق للجماعة'' سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اجماع امت کا مخالف ہو، اس صورت میں اس سے وہ لوگ استدلال کر سکیں گے جو اجماع کی مخالفت کرنے والے کو کافر کہتے ہیں، چنانچہ بعض علماء کی جانب یہ استدلال منسوب بھی ہے لیکن یہ استدلال کچھ واضح نہیں، اس لئے کہ بعض اجماعی مسائل تو بطور ''تواتر'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، مثلاً نماز کا فرض ہونا، لیکن بعض اجماعی مسائل از روئے سند ''متواتر'' نہیں ہوتے، قسم اول کا منکر تو بے شک کافر ہے اس لئے کہ وہ ایک امر متواتر کا منکر ہے، اس لئے کہ اجماع امت کا مخالف ہے، لیکن قسم دوم کا منکر کافر نہ ہوگا (اس لئے کہ وہ کسی امر متواتر کا منکر نہیں ہے) چنانچہ ہمارے استاذ (حافظ عراقی) رحمۃ اللہ علیہ ''شرح ترمذی'' میں فرماتے ہیں:

''صحیح یہ ہے کہ منکر اجماع کو صرف اس صورت میں کافر کہا جائے گا جبکہ وہ کسی ایسے امر اجماعی کا انکار کرے جس کا وجوب قطعی طور پر دین سے ثابت ہو، مثلاً صلوات خمسہ کا منکر۔''

بعض علماء نے اس سے زیادہ محتاط تعبیر اختیار کی ہے اور کہا ہے کہ جس امر اجماعی کا ''وجوب'' تواتر سے ثابت ہو، اس کا منکر کافر ہے۔ حدوث عالم کا عقیدہ بھی اسی میں داخل ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء دین نے عالم کے قدیم ہونے کا عقیدہ رکھنے والے کے کفر پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔''

شیخ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس مقام پر (مسئلہ حدوث عالم کے باب میں) بعض ایسے بزرگوں کے قدم پھسل گئے ہیں جو علوم عقلیہ میں مہارت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ فلسفہ یونان کی طرف مائل

ہیں، ان کا خیال ہے کہ جو حدوث عالم کا منکر ہو اس کو کافر نہ کہا جائے، اس لئے کہ اس میں صرف "اجماع" کی مخالفت ہے اور اہل سنت کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ: "اجماع کا مخالف مطلقاً کافر نہیں بلکہ جو اجماعی مسائل بطور تواتر صاحب شریعت سے ثابت ہوں صرف ان کا مخالف کافر ہوتا ہے۔" (اور حدوث عالم ان کے خیال میں صاحب شریعت سے بطور تواتر ثابت نہیں ہے) شیخ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہ استدلال ساقط اور ناقابل التفات ہے، یا بصیرت ایمانی سے محرومی اس کا محرک ہے، یا جان بوجھ کر حقیقت سے آنکھیں بند کر لینا اس کا باعث ہے، اس لئے کہ حدوث عالم ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر امت کا اجماع بھی ہے اور از روئے سند متواتر بھی ہے (لہٰذا اس کا منکر یقیناً کافر ہے)۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس بحث کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ:

"اجماع کا مخالف "مفارق للجماعۃ" میں داخل (اور کافر) ہے۔"

❁❁❁❁❁

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا اقتباسات سے جو امور منقح ہوتے ہیں ان کا بیان

اور مصنف رحمہ اللہ کی ان پر تنبیہ اور دوسرے مآخذ سے مزید تائید

اوّل: خوارج وملحدین کی تکفیر کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے ـــــ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ "خوارج" کے ان بعض فرقوں کی تکفیر کی جانب مائل ہیں جو مستحق تکفیر ہیں، چنانچہ وہ اپنی کتاب "خلق افعال العباد" میں اس کی تصریح کرتے ہیں، نیز حق کو منوا دینے اور توبہ کرانے کے بعد (یعنی اگر وہ باز نہ آئیں تو) ان کو کافر اور واجب القتل قرار دیتے ہیں اور یہ ان سے منوانا بھی واجب اور ضروری نہیں ہے بلکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ان کو حق کے قبول کرنے پر مجبور ومضطر کر دیا جائے یعنی انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ وہ کسی منکر حق کے دل میں اس طرح یقین وایمان پیدا کر دے اور حق کو دل میں اتار دے کہ اس کے بعد بس عناد اور ہیٹ دھرمی کے علاوہ اور کوئی مرتبہ باقی نہ رہے۔ جیسا کہ ان کج عقل والوں کا زعم ہے جو ائمہ دین کے اقوال وکتب کے علم ومطالعہ سے محروم ہیں اور انہوں نے اپنے اس خیال کی بنیاد صرف اس زمانہ میں رائج آزادی فکر ورائے [1] اور عقلی حسن وقبح پر رکھی ہے (یعنی ان کے نزدیک حق وباطل کا معیار عقل انسانی ہے جس کو انسان کی عقل حق کہے وہ حق ہے اور جس کو باطل کہے وہ باطل اور آزادی فکر ورائے کی بناء پر کوئی کسی کا پابند نہیں اور نہ کوئی کسی کو اسلام سے خارج وکافر قرار دے سکتا ہے ان لوگوں کے نزدیک کسی منکر حق کو جب تک وہ خود قائل نہ ہو جائے اسلام سے خارج وکافر، مستحق سزا قرار دینا درست نہیں) چنانچہ مرتد کے بارے میں علماء مذاہب اربعہ کا فیصلہ یہی ہے کہ مرتد سے توبہ کرائی جائے اس کے شبہ کو (جو

---

[1] اس فکر کی بنیاد پر [illegible] قرآن کی مرضی متعین کرنے میں [illegible] حلال اور حلال کو حرام [illegible] علوم قرآن وحدیث [illegible] قرآن وحدیث [illegible] "قرآن صرف علماء کے لئے نہیں [illegible] [illegible] عقل وفہم ہی ہے۔ [illegible] میں پوری طرح صادق آتی ہے اعاذنا اللہ منہم۔

باعث ارتداد ہے) دور کیا جائے یعنی اس کے سامنے ایسے دلائل بیان کئے جائیں جو اس کے شبہ کو دور کرنے کے لئے کافی ہوں نہ یہ کہ کوئی خواہی نخواہی اس کے دل میں حق کا یقین اتار دے اور اس کے ماننے پر اس کو مجبور کر دے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ باز نہ آئے تو اس کو کفر کی بنا پر قتل کر دیا جائے۔

شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ "مسایرہ" میں ص: ۲۰۸ طبع جدید مصر پر ایسے امر قطعی کے انکار کے بارے میں جو ضروری (متواتر) نہ ہو فرماتے ہیں:

"مگر یہ کہ اہل علم اس منکر کو سمجھائیں اور بتلائیں کہ یہ قطعی (یقینی) امر ہے اس پر بھی اگر وہ (انکار پر) اڑا رہے تو اس کو کافر قرار دے کر قتل کر دینا جائز ہے۔"

حموی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "الجمع والفرق" میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور "البحر الرائق" میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول "فرقہ باطنیہ" کی تعلیم کے ذیل میں اور "فتاویٰ ہندیہ" (عالمگیری) میں ج: اص: ۲۹۰ پر کتاب "الحیلہ" سے نماز کے متعلق جو قول نقل کیا ہے، ان تمام اقوال سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مخالف کے سامنے دلائل بیان کر دینا اور اس کے شکوک وشبہات کا ازالہ کر دینا کافی ہے، اس کے دل میں حق کو اتار دینا اور منوا دینا ضروری نہیں کہ یہ انسانی قدرت سے باہر ہے۔

اب آپ "صحیح بخاری" کے تراجم ابواب دیکھئے کہ ہم نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جس رجحان کا دعویٰ کیا ہے (وہ کس طرح ظاہر و ثابت ہے) "صحیح بخاری" میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجة علیهم وقوله تعالی: وما کان اللّٰه لیضل قوما بعد اذ هدٰهم حتّٰی یبین لهم ما یتقون" (ج: ۲ ص: ۱۰۲۳)

ترجمہ:۔۔۔ "خارجیوں اور ملحدوں پر حجت قائم کر دینے کے بعد ان کے قتل کر دینے کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے اس کا ثبوت اور اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بعید ہے کہ کسی قوم کو وہ ہدایت کر دینے (اور راہ حق دکھا دینے) کے بعد گمراہ کر دے یہاں تک کہ ان پر وہ طریقے واضح فرما دے جن سے وہ (گمراہی سے) بچ سکیں۔"

اس کے بعد وہ دوسرا باب ان "اعذار" کو بیان کرنے کے لئے قائم کرتے ہیں جن کی بناء پر ان لوگوں کے قتل کو ترک کیا گیا، جہاں بھی ترک کیا گیا اور فرماتے ہیں:

"باب من ترک قتال الخوارج للتألف وان لا ینفر الناس عنه" (ج: ۲ ص: ۱۰۲۴)

ترجمہ:۔۔۔ "خوارج سے جنگ ترک کرنے کا بیان تالیف قلب کی غرض سے اور اس لئے کہ لوگ اسلام سے نفرت نہ کرنے لگیں۔"

اس کے بعد تیسرا باب ص: ۱۰۲۵ پر "تاویل" پر قائم کرتے ہیں (کہ کون سی تاویل معتبر اور موثر

ثالث: کسی اہل قبلہ کے اسلام سے خارج اور کافر ہونے کے لئے تبدیل مذہب کا قصد ضروری نہیں:۔۔۔۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا بیان ان لوگوں کے قول کی بھی تردید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ: "اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان کہلانے کے بعد کسی اہل قبلہ مسلمان کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ وہ خود جان بوجھ کر اسلام سے نکلنے (اور مذہب تبدیل کرنے) کا ارادہ نہ کرے۔

یہ تنقیح حافظ رحمہ اللہ کے ج:۱۲ ص:۲۶۷ پر نقل کردہ طبری رحمہ اللہ کے بیان سے نیز قرطبی رحمہ اللہ کے بیان کے آخری حصہ سے بھی نکلتی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مذکورہ ذیل بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ "الصارم المسلول" کے ص:۳۶۸ پر (مرتد کی توبہ کے معتبر نہ ہونے کے ذیل میں) فرماتے ہیں:

"غرض یہاں یہ ہے کہ جیسے ارتداد سب وشتم کے بغیر بھی متحقق ہو سکتا ہے اسی طرح تبدیل مذہب کے قصد اور تکذیب رسول کے ارادہ کے بغیر بھی متحقق ہو سکتا ہے (یعنی کسی بھی موجب ارتداد قول وفعل کا ارتکاب انسان کے مرتد ہو جانے کے لئے کافی ہے، قصد وارادہ کا مطلق دخل نہیں) جیسے کہ ابلیس "انکار ربوبیت" کا قصد کئے بغیر (محض حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار واستکبار کی وجہ سے) کافر ہو گیا (حالانکہ "یارب" کہہ رہا ہے) اگرچہ اس قصد (تبدیل مذہب وارادہ تکذیب رسول) کا نہ ہونا اس شخص کے لئے ایسا ہی مفید نہیں جیسا کہ کلمہ کفر کہنے والے قصد کفر کا نہ ہونا مفید نہیں (یعنی جیسے کلمہ کفر کا زبان سے کہنا ہی موجب کفر ہے، خواہ کہنے والا کافر ہونے اور مذہب تبدیل کرنے کا قصد وارادہ کرے یا نہ کرے، ایسے ہی محض زبان سے موجب ارتداد کلمہ کا کہنا ہی مرتد ہونے کے لئے کافی ہے تبدیل مذہب کے قصد اور تکذیب رسول کے ارادہ کی نہ ضرورت ہے نہ کوئی فائدہ)۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"(علاوہ ازیں) اس شخص نے (موجب ارتداد قول یا فعل کا ارتکاب کر کے) محض اعتقاد کی تبدیل کا اظہار نہیں کیا کہ دوبارہ اس عقیدہ کی جانب رجوع کر لینے (اور توبہ کرنے) سے اس کی جان ومال محفوظ ہو جائے اور پاداش ارتداد، یعنی قتل سے بچ جائے) بلکہ یہ توہین دین اور ایذاء مسلمین کا مرتکب ہوا ہے (اس کی سزا اس کو ضرور دی جائے گی) اور یہ قول (یعنی زبان سے کلمہ ارتداد کہنا) تغیر اعتقاد کے لئے لازم بھی تو نہیں (ہو سکتا ہے کہ اعتقاد نہ بدلا ہو اور محض ایذاء مسلمین کے لئے یہ کلمہ کہتا ہو) یا اعتقاد بدل جائے اور زبان سے اظہار نہ کرے) تاکہ اس قول (کلمہ ارتداد) کا حکم تغیر اعتقاد کے حکم کی مانند ہو جائے (اور توبہ قبول کر لی جائے، ورحقیقت موجب ارتداد قول یا فعل کا ارتکاب بجائے

تو وہ ارتداد اور اس کی پاداش میں قتل کا موجب ہے، اعتقاد کی تبدیلی کا اس میں کچھ دخل نہیں)۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"اور اس جہت سے کہ اس شخص کے متعلق یہ گمان کیا جا سکتا ہے یا کہا جا سکتا ہے کہ: "اعتقاد برقرار ہونے کے باوجود ایسا کلمہ زبان سے نکل جاتا ہے۔" تو پھر ایسے شخص سے یہ بھی کلمہ ارتداد سرزد ہو سکتا ہے جو ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونے کا ارادہ نہ کرے (تو اس کو بھی مرتد اور واجب القتل نہ کہا جائے) اور ظاہر ہے کہ اس کا فساد (قصد) تبدیل مذہب کے فساد سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ تبدیل مذہب کو تو وہ جانتا ہے کہ یہ کفر ہے لہٰذا کفر کے نتائج بد اس کو تبدیل مذہب سے باز رکھیں گے اور اس (زبان سے کلمہ کفر وارتداد کہنے) کو وہ اس وقت تک کفر (وارتداد) نہیں سمجھتا جب تک حلال جان کر سرزد نہ ہو، بلکہ اس کو وہ صرف معصیت سمجھتا ہے، حالانکہ یہ سب سے بڑا کفر ہے (حاصل یہ ہے کہ اگر زبان سے کلمہ ارتداد و کفر کہنے والے کی تکفیر و حکم ارتداد لگانے میں تبدیل مذہب کے قصد و ارادہ کی شرط کو معتبر مان لیا جائے گا تو ایک عظیم تر کفر یعنی توہین دین وایذاء مسلمین کا دروازہ کھل جائے گا اور زبان سے کلمہ ارتداد و کفر کہنے کا خوف دلوں سے نکل جائے گا)۔"

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کی اس تحقیق کو نقل کرنے کے بعد حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ کے اس فیصلہ کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا حدیث میں لفظ "مروق" کا مطلب یہی ہے کہ وہ دین سے نکل جائیں گے اور ان کو پتہ بھی نہ چلے گا، اس لفظ کے لغوی معنی کا تقاضا اور حق بھی یہی ہے (یعنی "مروق" اور "خروج" میں فرق ہی یہ ہے کہ "مروق" ایسے نکل جانے کو کہتے ہیں کہ نکلنے کا احساس نہ ہو اور نکل جائے، بخلاف "خروج" کے کہ اس میں یہ شرط معتبر نہیں ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "خروج" کے بجائے "مروق" سے تعبیر کرنے میں اسی کی جانب اشارہ ہے کہ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ہم دین سے خارج ہو گئے، چنانچہ "مروق سہم" کی تمثیل اور اس کی تفصیل بھی اسی امر کی نشاندہی کرتی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ دین سے نکل جانے اور کافر ہو جانے کے لئے تبدیل مذہب کا قصد یا اس کا علم ہونا ضروری نہیں ہے)

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:

اور جو لوگ تکفیر میں قصد و ارادہ کا اعتبار کرنے کے قائل ہیں، ممکن ہے وہ اس کے بھی قائل ہوں کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اگر معاند نہ ہوں تو ہلاک (یعنی مخلد فی النار) نہ ہوں گے (اس لئے کہ وہ اسلام کی تکذیب کا قصد نہیں کرتے) چنانچہ بعض علماء کی جانب یہ قول منسوب بھی ہے، حالانکہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: "یہ قول سراسر کفر ہے۔" جیسا کہ

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں ذکر فرماتے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس (قصد وارادہ کا اعتبار کرنے والے) قائل کی دلیل اگر بالفرض ثابت ہو جائے تو یقیناً عام ہوگی اور ان تمام لوگوں کو شامل ہوگی جو معاند نہ ہوں، خواہ مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم، (حالانکہ یہ قطعاً غلط اور باطل ہے اس لئے کہ غیر مسلم خواہ معاند ہو، خواہ نہ ہو، یقیناً کافر اور مخلد فی النار ہے، جیسا کہ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے، لہٰذا کلمہ کفر کہنے والے کی تکفیر میں قصد وارادہ کا اعتبار کرنا سراسر غلط ہے۔

رابع وخامس: تکفیر خوارج کے متعلق مصنف رحمہ اللہ کا فیصلہ اور "خوارج" کا مصداق:

...... مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حافظ رحمہ اللہ کا ان لوگوں کے دلائل کا جواب دینا جو خوارج کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں اور اس کے بعد خود ان کو دو قسموں پر تقسیم کرنا، ایک وہ جو کافر ہیں اور ایک وہ جو کافر نہیں ہیں اور "وسیط" سے امام غزالی رحمہ اللہ کا بیان اس کی تائید میں نقل کرنا ثابت کرتا ہے کہ اگر حافظ رحمہ اللہ مطلقاً تکفیر خوارج کے قائل نہ بھی ہوں تب بھی وہ عدم تکفیر کے دلائل کا جواب دے رہے ہیں، جس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ دلائل عدم تکفیر کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں)۔

مصنف رحمہ اللہ خود فیصلہ کرتے ہیں:

حق یہ ہے کہ جو لوگ کسی امر متواتر کا انکار کریں ان کی تکفیر کی جائے گی اور جو کسی امر متواتر کا انکار نہ کریں ان کو کافر نہ کہا جائے گا، نیز یہ بھی حق ہے کہ "یمرقون" والی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ فرقہ مارقہ (دین سے غیر محسوس طریق پر نکل جانے والا فرقہ) ایمان کی بنسبت کفر سے زیادہ قریب ہے❶ اور اس (تکفیر خوارج کے) مسئلہ میں صریح تر روایت جو مجھے ملی ہے وہ "سنن ابن ماجہ" کی ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جس میں تصریح ہے:

"قد كان هؤلاء مسلمين فصاروا كفارا" ترجمہ: (یہ لوگ مسلمان تھے اس کے بعد کافر ہو گئے)۔

راوی کہتا ہے: "میں نے کہا: اے ابو امامہ یہ تمہاری اپنی رائے ہے؟" ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں! بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔"

حافظ محمد ابراہیم یمانی "ایثار الحق" میں ص ۴۴۱ پر فرماتے ہیں "اس حدیث کی سند صحیح ہے۔" امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو مختصراً روایت کیا ہے اور تحسین کی ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ اور ابن عابدین رحمہ اللہ (علامہ شامی) وغیرہ بعض فقہاء نے ج ۱ ص ۳۴۳ پر مسئلہ امامت کے ذیل میں خوارج

❶ ...... مزید تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل آیات کے تحت "موضح القرآن" کی مراجعت کیجئے: "هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان" "ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد اسلامهم" "لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم" "ويريدون ان يفرقوا بين الله ورسله" از مصنف

کفریہ عقائد رکھنے والے زندیقوں کے بارے میں ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد، امام بخاری وغیرہ رحمہم اللہ کے اقوال اور ان کی آراء

کفریہ عقائد رکھنے والے زندیق واجب القتل ہیں، ان کی توبہ بھی معتبر نہیں

حضرت مصنف قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

۱:...... ابوبکر رازی رحمہ اللہ "احکام القرآن" میں ج ۱ ص ۵۳ پر اور حافظ بدر الدین عینی رحمہ اللہ "عمدۃ القاری" میں ج ۱ ص ۲۱۲ پر امام طحاوی رحمہ اللہ سے بسند سلیمان بن شعیب عن ابیہ عن ابی یوسف، ایک روایت نقل کرتے ہیں، جس کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے "نوادر" کے ذیل میں اپنی "امالی" میں بھی شامل کیا ہے، قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: چھپے ہوئے زندیق کو (جو اپنے کفر کو چھپاتا ہے) قتل کر دو، اس لئے کہ اس کی توبہ کا پتہ نہیں چل سکتا (اس کی زبان کا کوئی اعتبار نہیں)۔"

۲:...... ابو مصعب رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"کوئی مسلمان جب جادوگری کا پیشہ اختیار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اس سے توبہ بھی نہ کرائی جائے، اس لئے کہ مسلمان جب باطنی طور پر مرتد ہو جائے (جس کا ثبوت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک عمل سحر ہے) تو زبان سے اسلام کا اظہار کرنے سے اس کی توبہ کا پتہ نہیں چل سکتا۔" (احکام القرآن ج ۱ ص ۵۱)

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرتد کے متعلق امام مالک رحمہ اللہ کا یہی فیصلہ (کہ مرتد کی توبہ معتبر نہیں) "موطا" میں "باب القضاء فی من ارتد عن الاسلام" بھی مذکور ہے۔

۳:...... ابوبکر رازی رحمہ اللہ "احکام القرآن" (ص ۵۳ پر) فرماتے ہیں:

"زندیق کی توبہ نہ قبول کرنے کے بارے میں ائمہ دین کے فیصلہ کا تقاضا یہ ہے کہ تمام زندیقوں کی طرح فرقِ اسماعیلیہ اور ان تمام ملحدین کے فرقوں سے بھی توبہ نہ کرائی جائے جن کا اعتقادِ کفر سب کو معلوم و معروف ہے اور یہ کہ اظہارِ توبہ کے باوجود ان کو قتل کر دیا جائے۔"

ابوبکر رازی رحمہ اللہ نے "احکام القرآن" میں ج ۲ ص ۲۸۶ تا ۲۸۸ پر اس مسئلہ کو از روئے روایت

"جس شخص نے کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لی جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل، اس کو نماز لوٹانی چاہیے۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تو امام محمد رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے، اعادہ کے متعلق، باقی "فتح القدیر" باب "الامامۃ" کے ذیل میں تو دو امام محمد رحمہ اللہ، ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ: "اہل اہواء (گمراہ فرقوں) کے پیچھے نماز جائز نہیں۔"

متاخرین صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اور وصیت:۔۔۔۔۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الفرق بین الفرق" میں ص:١٥١ پر اور "عقیدہ سفارینی" میں ج:١ص:٢٥٦ پر مذکور ہے کہ:

"متاخرین صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن میں عبداللہ بن عمر، جابر بن عبداللہ، ابو ہریرہ، ابن عباس، انس بن مالک، عبداللہ بن ابی اوفیٰ، عقبہ بن عامر جہنی رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں اور ان کے ہم عصروں نے اہل اہواء (گمراہ فرقوں) سے اپنی بے زاری اور بے تکلفی کا اعلان کیا ہے اور آنے والی نسلوں کو وصیت کی ہے کہ قدریہ (معتزلہ) کو نہ سلام کریں، نہ ان کے جنازہ پر نماز پڑھیں اور نہ ان کے بیماروں کی عیادت کریں (اس لئے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج اور کافر ہیں)"۔

فرماتے ہیں: اس کے بعد مصنف "الفرق" نے تفصیل کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مرفوع روایات نقل کی ہیں۔

کسی بھی حکم شرعی کا انکار "لا الہ الا اللہ" کی تردید ہے:۔۔۔۔۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں "سیر کبیر" ج:٣ص:٢٦٥ پر امام محمد رحمہ اللہ کا قول منقول ہے کہ:

"جو شخص کسی بھی (قطعی) حکم شرعی کا انکار کرتا ہے وہ اپنی زبان سے کہے ہوئے قول "لا الہ الا اللہ" کی تردید کرتا ہے۔"

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب "خلق افعال عباد" میں فرماتے ہیں:

میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے: کہ مجھ سے حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ نے کہا:

"ابلغ ابا فلان المشرك فاني بريئ من دينه وكان يقول القرآن مخلوق."

ترجمہ:۔۔۔۔۔ "تم ابو فلاں مشرک کو میرا پیغام پہنچا دو کہ اس کے دین سے میرا کوئی تعلق نہیں میں اس سے بالکل بری ہوں، یہ ابو فلاں قرآن کو مخلوق مانتا تھا۔"

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، جو قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔"

علی بن عبداللہ بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"القرآن كلام الله من قال انه مخلوق فهو كافر لايصلى خلفه."

کیا جب ہم دونوں اس پر متفق ہوئے کہ جو شخص قرآن کو مخلوق مانتا ہو وہ کافر ہے۔"

اسی "کتاب الحظ" میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی حسب ذیل روایت بھی موجود ہے، فرماتے ہیں: احمد بن القاسم بن عطیہ فرماتے ہیں کہ ابو سلیمان جوزجانی نے فرمایا کہ میں نے امام محمد بن الحسن سے سنا وہ فرماتے تھے:

"واللّٰہ! لا اصلی خلف من یقول القرآن مخلوق ولا استفتی الا امرت بالاعادۃ۔"

ترجمہ:—— "بخدا! میں قرآن کو مخلوق ماننے والے کے پیچھے نماز ہرگز نہیں پڑھوں گا اور اگر مجھ سے استفتاء کیا جائے تو میں نماز کے لوٹانے کا حکم دوں گا۔"

تنبیہ:—— حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

قرآن کے مخلوق ہونے سے ان ائمہ کرام کی مراد یہ ہے کہ قرآن کو نہ اللہ کی صفت مانا جائے، نہ اس کی ذات کے ساتھ قائم، بلکہ خدا سے الگ ایک علیحدہ مخلوق چیز قرار دیا جائے (تو یہ کفر ہے اور اس کا قائل کافر ہے) اس لئے کہ قرآن یقیناً اللہ کا کلام ہے اور دوسری صفات کی طرح اس کی ایک صفت ہے اور خدا کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور جیسے خدا اور اس کی تمام صفات قدیم اور ازلی و ابدی ہیں، اسی طرح قرآن بھی قدیم اور ازلی و ابدی ہے، ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا نازل ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو اپنی زبان سے ادا کرنا بے شک حادث و مخلوق ہے، لہٰذا کلام لفظی (یعنی نبی علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ اور اس کے اجزاء) کا حادث اور مخلوق ہونا اس کے منافی نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی متعدد تصانیف میں اس کی تصریح فرمائی ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ "مسایرہ" میں ص:۲۱۳ پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے (گمراہ فرقہ جہمیہ کے بانی) جہم بن صفوان کو خطاب کر کے فرمایا: "اخرج عنی یا کافر!" (او کافر تو میرے پاس سے نکل جا)۔

اسی طرح حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "رسالہ تسعینیہ" میں بسند امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (کسی موقع پر) فرمایا: "لعن اللہ عمرو بن عبید" (اللہ عمرو بن عبید پر لعنت کرے)۔

شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ "مسایرہ" میں فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جہم کو کافر (یا ابن عبید کو ملعون) بطور تاویل کہا ہے (یعنی زجر و توبیخ کے طور پر کافر یا ملعون کہہ دیا ہے، نہ یہ کہ امام کے نزدیک جہم اسلام سے خارج اور کافر ہے، اسی طرح ابن عبید)۔

تمثیل — اس کی مزید وضاحت کے لئے یوں سمجھئے کہ ایک مفتی کے سامنے جب کسی شخص مثلاً زید کے کسی خاص فعل، عمل کا ذکر کر کے فتویٰ دریافت کیا جائے تو وہ اس پر جائز ہونے کا حکم لگاتا ہے، لیکن اسی شخص (زید) کے کسی دوسرے فعل و عمل کے متعلق فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے تو وہ اس پر فاسق ہونے کا حکم لگاتا ہے، اور جب کسی تیسرے فعل کے متعلق فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے تو وہ اس پر کافر ہونے کا حکم لگاتا ہے۔ (ان تینوں فتووں میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا) بلکہ تینوں صحیح ہیں، اس لئے کہ ہر فعل کا حکم الگ ہے، جس کے متعلق استفتاء کیا گیا، مفتی نے اسی کا حکم بیان کر دیا، ہو سکتا ہے کہ یہ شخص تینوں قسم کے افعال کا مرتکب ہو تو اس کے حق میں تینوں فتوے درست ہوں گے)

مذکورہ بالا واقعہ میں اس خارجی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے صرف مسئلہ "تحکیم" پر اعتراض کیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اسی کا حکم بیان فرما دیا، اگر وہ خارجی ان کے سامنے قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انکار کرتا، یا حوض کوثر کا انکار کرتا، یا اسی قسم کے کسی اور قطعی و یقینی عقیدہ یا حکم کا انکار کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ یقیناً اس پر کافر ہونے کا حکم لگاتے (لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے خارجیوں کے کافر نہ ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہو سکتا)

باقی "اولئک الذین نهانی الله عنهم" والی حدیث منافقین کے حق میں ہے، نہ کہ زندیقوں اور ملحدوں کے حق میں (جیسا کہ عنقریب آتا ہے)

کافر، منافق اور زندیق کا فرق — حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ دین حق کا مخالف اگر سرے سے حق کا اقرار ہی نہیں کرتا اور نہ ظاہراً حق کو قبول کرتا ہے نہ باطناً تو وہ "کافر" ہے اور اگر زبان سے تو اقرار کرتا ہے مگر دل سے اس کا منکر ہے تو وہ "منافق" ہے، اور اگر بظاہر تو دین حق کا اقرار کرتا ہے لیکن ضروریات دین میں سے کسی امر کی ایسی تشریح و تعبیر کرتا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین کی تعبیر و تشریح کے، نیز اجماع امت کے خلاف ہے تو وہ "زندیق" ہے مثلاً ایک شخص قرآن کے حق ہونے کا تو اقرار کرتا ہے اور اس میں جنت و دوزخ کا جو ذکر آیا ہے اس کو بھی مانتا ہے مگر کہتا ہے کہ جنت سے مراد وہ فرحت و مسرت ہے جو مومنین کو اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کی وجہ سے حاصل ہوگی، اور نار جہنم سے مراد وہ ندامت و اذیت ہے جو کافروں کو اعمال قبیحہ اور اخلاق ذمیمہ کی وجہ سے حاصل ہوگی اور کہتا ہے کہ اس کے سوا اور جنت و دوزخ کی حقیقت کچھ نہیں تو یہ "زندیق" ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اولئک الذین نهانی الله عنهم" صرف منافقین کے حق میں فرمایا ہے، نہ کہ زندیقوں (یا کافروں) کے حق میں بھی۔

از روئے درایت یعنی عقلی دلیل — باقی محدثین کا قول عقلاً اس لئے صحیح ہے کہ جس طرح

میں چنگیزی تاتاریوں اور ان کے اعوان و انصار مسلمانوں کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب کے
تحت ان تمام فرق باطلہ وزائغہ کے معتقدات واحکام مع دلائل بیان فرماتے ہیں جو خود کو مسلمان کہتے و
کہلاتے ہیں مصنف رحمۃ اللہ اس طویل ومبسوط بیان سے اپنے موضوع سے متعلق ضروری
اقتباسات پیش فرماتے ہیں)

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ اپنے ”فتاویٰ“ میں ج ۴ ص ۲۸۵ پر اول خوارج کے متعلق علماء امت
کے دو قول نقل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں:

”تمام امت خوارج کی مذمت اور ان کو گمراہ کہنے پر متفق ہے، اختلاف صرف ان کو کافر کہنے یا نہ کہنے
میں ہے، اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ اور امام احمد رحمۃ اللہ کے مذہب میں دو قول ہیں (یعنی ان دونوں ائمہ
کے متبعین کے دو قول ہیں، بعض کافر کہتے ہیں اور بعض نہیں) امام شافعی رحمۃ اللہ کے مذہب میں بھی ان کی تکفیر
کے بارے میں ایسا ہی اختلاف ہے (بعض شوافع کافر کہتے ہیں بعض نہیں) اس لئے امام احمد رحمۃ اللہ وغیرہ
ائمہ مجتہدین کے مذہب میں ان خوارج کے بارے میں پہلے طریق کار کی بنا پر (کہ یہ سب باغی فرقے
یکساں ہیں اور ان کا حکم بھی ایک ہے) دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ یہ باغیوں کی طرح مسلمان
ہیں، دوسرے یہ کہ یہ مرتدین کی طرح کافر ہیں ان کو ابتداءً بھی (یعنی آمادہ جنگ ہوئے بغیر بھی) قتل کرنا جائز
ہے، اسی طرح ان کے قیدیوں کو قتل کرنا بھی درست ہے، بھاگتے ہوؤں کا تعاقب کرنا بھی جائز ہے اور جو
قبضہ میں آ جائیں ان سے مرتد کی طرح توبہ کرائی جائے اگر توبہ کر لیں تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے جیسا کہ
ان زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے متعلق جو امام سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوں امام احمد رحمۃ اللہ کے
دو قول ہیں ایک یہ کہ وجوب زکوٰۃ کا اقرار کرنے کے باوجود محض امام کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرنے کی بنا
پر ان کو کافر و مرتد قرار دیا جائے، دوسرے یہ کہ ان کو باغی مسلمان کہا جائے۔“

اس کے بعد ص ۵۰۰ پر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ اپنی رائے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں:

”صحیح یہ ہے کہ یہ لوگ (چنگیز خانی ترک تاتاری) تاویل کرنے والے باغیوں میں سے نہیں
ہیں، اس لئے کہ ان کے پاس کوئی قابل قبول تاویل جس کی بنا پر جنگ ہو، قطعاً نہیں ہے، یہ تو محض
دین سے نکل جانے والے خارجیوں، زکوٰۃ سے انکار کرنے والے مرتدوں، مسلمان ہونے کے باوجود
سود کو حلال کہنے والے اہل طائف، فرقہ خرمیہ اور اسی نوع کے بے دین فرقوں کے قبیل سے ہیں جن
سے اسلام کے احکام شریعت سے نکل جانے (اور کافر ہو جانے) کی بنا پر ہمیشہ جنگ کی گئی ہے۔“

تکفیر خوارج کے باب میں فقہاء کا اشتباہ اور وجہ اشتباہ: اس کے بعد حافظ ابن

تیمیہ جیسے فقہاء کو جس چیز سے (خوارج کے بارے میں) دھوکہ لگا ہے (اور انہوں نے ان پر باغی مسلمان ہونے کا حکم لگایا ہے) اس پر متنبہ فرماتے ہیں:

''یہ ایک مقام ہے جس میں اکثر و بیشتر فقہاء نے دھوکہ کھایا ہے، صرف اس لئے کہ مؤرخین و مصنفین نے باغیوں سے جنگ کرنے کے ذیل میں مانعین زکوۃ اور خوارج کی جنگ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہل بصرہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنواؤں کے ساتھ جنگ کو ایک قرار دے کر ''قتال بغاۃ'' کے تحت دونوں کو جمع کر دیا اور ان تمام جنگوں (یکساں اور) شرعاً مامور بہ قرار دے دیا اس طرح کے احکام و مسائل مصنفین کے جیسے یہ تمام لڑائیاں سب یکساں اور ایک نوع کی ہیں اور ان مصنفین کی بہت بڑی غلطی ہے، اس مسئلہ میں صحیح رائے (اور فیصلہ) وہی ہے جو امام اوزاعی رحمہ اللہ، ثوری رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ حدیث و سنت اور اہل مدینہ کی ہے کہ ان دونوں قسم کی لڑائیوں میں فرق کرنا چاہئے۔ (پہلی قسم کے لوگ کافر و مرتد ہیں اور ان سے لڑائیاں ''قتال کفار'' کے ذیل میں آنی چاہئیں اور ان پر کفار کے احکام مرتب کرنے چاہئیں، اور دوسری قسم کے لوگ مسلمان باقی ہیں ان سے لڑائیاں ''قتال بغاۃ'' کے ذیل میں آنی چاہئیں اور ان پر مسلمان باغیوں کے احکام مرتب کرنے چاہئیں)۔''

(دیکھئے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس بیان سے خوارج کا ان کے نزدیک کافر ہونا محقق ہو گیا)

روزہ، نماز کی پابندی کے باوجود مسلمان مرتد ہو جاتا ہے: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ص:۲۹۱ پر ان نام نہاد مسلمانوں کے متعلق جو تاتاریوں کا ساتھ دے رہے تھے فرماتے ہیں:

''اور ان چنگیزیوں کے اعوان و انصار (مسلمانوں) میں احکام شرعیہ اسلامیہ سے اتنا ہی ارتداد موجود ہے جتنا اس (چنگیز خان نے) احکام شرعیہ اسلامیہ سے انحراف کیا ہے، اور جبکہ سلف صالحین (صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ) نے زکوۃ سے انکار کرنے والوں کا نام مرتد رکھا، حالانکہ وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے اور عام مسلمانوں سے جنگ بھی نہیں کرتے تھے (تو ان کو کیوں مرتد کہا جائے؟ یہ صریح کفریہ شرکیہ اعمال و افعال کے مرتکب ہیں، معلوم ہوا حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک موجب ارتداد قول و فعل کا ارتکاب اور ضروریات دین سے انکار کرنے والے روزہ و نماز کی پابندی کرنے کے باوجود کافر و مرتد ہو جاتے ہیں)''۔

کلمہ شہادت پڑھنے اور خود کو مسلمان کہنے اور سمجھنے کے باوجود انسان کافر و مرتد ہو جاتا ہے: ......ص:۲۸۲ پر ''الطریقة الثانیة'' (کہ دونوں قسم کی لڑائیوں کو الگ الگ رکھا جائے)

جو موجب توہین و استخفاف نبی ہو، اسی لئے شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے "مسایرہ" میں فرمایا ہے:

"ماینفی الاستسلام او یوجب التکذیب فھو کفر"

ترجمہ — "ہر وہ (قول و فعل) جو تسلیم و اطاعت کے منافی ہو یا تکذیب (نبی) کا موجب ہو وہ کفر ہے۔"

چنانچہ وہ تمام موجب توہین امور جو ہم حنفیہ کی جانب سے نقل کر چکے ہیں، جن میں قتل نبی سب سے اہم ہے کہ اس میں دین کی توہین سب سے زیادہ واضح ہے (پہلی شق میں داخل ہیں یعنی) اطاعت و تسلیم دین کے منافی ہیں (اس لئے کہ توہین و استخفاف تسلیم و اطاعت کے قطعاً منافی ہے) اور ہر اس امر کا انکار جو قطعی اور یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو (دوسری قسم میں داخل ہے یعنی) تکذیب (نبی) کا موجب ہے۔ باقی ان قطعی امور کا انکار جو ضروریات دین کے تحت نہیں آتے (یعنی ان کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے قطعی و یقینی نہیں ہے) مثلاً متوفی کی لڑکی کے ساتھ اس کی پوتی کو بھی چھٹے حصہ کا مستحق قرار دینا جو اجماع امت سے ثابت (اور یقینی) ہے تو حنفیہ ❶ کے بیان کے مطابق ان کا انکار بھی موجب کفر ہے (اس لئے کہ یہ انکار اطاعت و تسلیم دین کے منافی ہے) اس لئے کہ حنفیہ نے تکفیر کے لئے صرف ثبوت من الدین کے قطعی ہونے کی شرط لگائی ہے (ضروریات دین میں سے ہونا ان کے نزدیک شرط نہیں ہے) نیز فرماتے ہیں: اور یہ بھی ضروری ہے کہ منکر کو اس کے قطعی ہونے کا علم بھی ہو، اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک جن دو چیزوں پر تکفیر کا مدار ہے، یعنی ایک تکذیب نبی اور دوسرے استخفاف و توہین دین، یہ اسی وقت متحقق ہوں گے جب کہ منکر کو اس بات کا علم بھی ہو (کہ میں اس امر قطعی کا انکار کر کے تکذیب نبی یا توہین دین کا ارتکاب کر رہا ہوں) اور جب اس کو اس بات کا علم ہی نہ ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا، الا یہ کہ اہل علم اس کو بتلا دیں (کہ تم اس امر قطعی کا انکار کر کے تکذیب نبی یا توہین دین کے مرتکب ہو رہے ہو) اور اس کے باوجود وہ (باز نہ آئے اور) اپنی بات پر اڑا رہے (تو بے شک اس کو کافر کہا جائے گا)۔"

تکفیر کا ایک کلیہ قاعدہ: کسی بھی حرام قطعی کو حلال کہنے والا کافر ہے۔ حضرت

---

❶ حاصل یہ ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی بھی امر کا انکار تو متفقہ طور پر موجب کفر ہے، باقی حنفیہ دین کے ان قطعی امور کے انکار کو بھی موجب کفر کہتے ہیں جو اگرچہ ضروریات دین میں سے تو نہ ہوں یعنی رسول اللہ ﷺ سے ان کا ثبوت تو قطعی نہ ہو مگر قطعی دلیل اجماع وغیرہ سے وہ ثابت ہوں۔ اس بیان سے ضروریات دین اور قطعیات دین کا فرق بھی واضح ہو گیا "قطعی" ہر اس امر کو کہتے ہیں جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہو اور "ضروری" ہر اس امر کو کہتے ہیں جس کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے قطعی ہو یعنی علم تواتر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو، دلائل قطعیہ چار ہیں: کتاب اللہ، خبر متواتر، اجماع، قیاس جلی۔ بالفاظ دیگر ہر امر ضروری قطعی ہے لیکن ہر قطعی کے لئے ضروری ہونا شرط نہیں، قطعی عام ہے اور ضروری خاص، یہی ضروری اور قطعی میں فرق ہے۔ از مترجم۔

مصنف رحمہ اللہ "تتمیہ" کے عنوان سے "شامی" کا مذکورہ ذیل اقتباس نقل فرماتے ہیں اور ان بے باک لوگوں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں جو بے دھڑک حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہہ دیتے ہیں فرماتے ہیں

تنبیہ: علامہ شامی "البحر الرائق" کے حوالے سے "رد المحتار" میں ج: ۳ص: ۲۸۴ پر فرماتے ہیں:

"البحر الرائق میں مذکور ہے کہ (تکفیر کے باب میں) قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص کسی بھی امر حرام کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو اگر وہ امر حرام لعینہ (فی نفسہ حرام) نہیں ہے تو اس کے حلال کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے گا، مثلاً غیر کا مال (یعنی کوئی شخص لوگوں کے مال کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہو) اور اگر وہ حرام لعینہ (فی نفسہ حرام) ہے تو اس کے حلال ماننے والے کو کافر کہا جائے گا، بشرطیکہ قطعی دلیل سے اس کی حرمت ثابت ہو (جیسے کہ شراب وخنزیر) ورنہ نہیں، (یعنی اگر اس حرام لعینہ کی حرمت کسی قطعی دلیل سے ثابت نہ ہو تو اس کے حلال ماننے والے کو کافر نہ کہا جائے گا) بعض علماء کی رائے ہے کہ (صاحب البحر الرائق کی بیان کردہ) یہ تفصیل (اور فرق) اس شخص کے حق میں تو درست ہے اور جو (حرام لعینہ اور حرام لغیرہ اور اس کے فرق کو) جانتا ہو لیکن جو شخص اس سے ناواقف ہے اس کے حق میں یہ حرام لعینہ اور حرام لغیرہ کا فرق معتبر نہ ہوگا، بلکہ اس کے حق میں صرف قطعی ہونے یا نہ ہونے پر مدار ہوگا اگر امر قطعی کی حرمت کا انکار کرے گا تو کافر ہو جائے گا، ورنہ نہیں، مثلاً: اگر کوئی کہے کہ شراب حرام نہیں ہے تو اس کو کافر کہا جائے گا، تفصیل کے لئے البحر الرائق کی مراجعت کیجئے۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علامہ شامی رحمہ اللہ نے "زکوٰۃ الغنم" کے ذیل میں ج: ۲ص: ۳۵ پر تصریح کی ہے کہ تکفیر کا مدار قطعی ❶ ہونے پر ہے، اگرچہ حرام لغیرہ ہی ہو۔ (یعنی حرام لغیرہ کو ہی حلال کہے اور اس کی حرمت قطعی ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا) فرماتے ہیں: مسئلہ نماز بدون طہارت کے ذیل میں ج: ۱ص: ۴۰۷ پر بھی یہ اس کا بیان آیا ہے۔

اصول دین اور امور قطعیہ کا منکر متفقہ طور پر کافر ہے: (علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ "رد المحتار" میں ج: ۳ص: ۳۱۰، ۴۲۸ پر طبع جدید "باب البغاۃ" میں ترک تکفیر خوارج سے متعلق "فتح القدیر" کی وہ عبارت جس کا حوالہ صاحب درمختار نے دیا ہے نقل کرنے کے بعد بطور استدراک

---

❶ [illegible] (قطعی) یعنی قطعی چیز کو حلال کہہ رہے ہیں، جیسا کہ اس کی حرمت قرآن میں منصوص ہے "واحل اللہ البیع وحرم الربوٰا" [illegible] قرآن کریم میں صرف اسی گناہ پر اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے اعلان جنگ [illegible] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ" [illegible] ص ۲۹۲، ۲۹۹ مترجم۔

فرماتے ہیں:

''لیکن شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسایرہ'' میں تصریح کی ہے۔

کہ اصول دین اور ضروریات دین کا مخالف (منکر) متفقہ طور پر کافر ہے۔ مثلاً جو شخص عالم کو قدیم مانے یا حشر جسمانی کا انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہو (وہ متفقہ طور پر کافر ہے) اختلاف ان (اصول وضروریات دین) کے علاوہ عقائد واحکام میں ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات کے مبادی کا انکار (یعنی صفات الٰہیہ کے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم وقدیم ہونے کا انکار) یا اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے (خیر وشر دونوں کے لئے) عام ہونے کا انکار (یعنی صرف خیر کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے تحت داخل ماننا اور شر کو اس کے ارادہ ومشیت سے خارج کہنا) قرآن کو مخلوق کہنا (یعنی اس قسم کے نظری اور تفصیلی عقائد کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض علماء ان کے منکر کو بھی کافر کہتے ہیں اور بعض علماء کافر نہیں کہتے بلکہ فاسق ومبتدع کہتے ہیں)۔''

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کی تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

''اسی طرح شرح ''منیۃ المصلی'' میں بیان کیا ہے کہ:

کسی شبہ (اور تاویل) کی بناء پر شیخین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر) رضی اللہ عنہما کی خلافت کے منکر اور ان پر (العیاذ باللہ!) سب وشتم کرنے والے کو بھی کافر نہیں کہا جائے گا (بلکہ فاسق ومبتدع کہا جائے گا) بخلاف اس شخص کے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے کا مدعی ہو (جیسے ''حلولیہ'' فرقہ کا عقیدہ ہے) اور یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے جانے میں) غلطی کی ہے (جیسے غالی شیعہ کا عقیدہ ہے) ایسے لوگوں کو ضرور کافر کہا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ عقیدہ ہرگز کسی شبہ (تاویل) اور تلاش حق کی کاوش وجستجو پر مبنی نہیں ہے (بلکہ محض کفر اور خباثت نفس ہے)۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ پر بہتان لگانے والا کافر ہے اس کے بعد علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگائے یا ان کے والد بزرگوار (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے صحابی ہونے کا منکر ہو اس لئے کہ یہ قرآن عظیم کی کھلی ہوئی تکذیب ہے جیسا کہ اس سے پہلے باب میں بیان ہو چکا ہے۔''

منکر خلافت شیخین رضی اللہ عنہما قطعاً کافر ہے (حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ منکر خلافت شیخین کے بارے میں شرح ''منیۃ المصلی'' کے مذکورہ بالا بیان سے اختلاف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں)

وجاہل کی وجہ سے نظر نہیں آسکتے وہ مبتدع ہے۔ (کافر نہیں۔ اس لئے کہ یہ نفس رویت کا منکر نہیں بلکہ اپنے قصور وفہم کی وجہ سے رویت الٰہی کو وہ قابل حصول سمجھتا ہے) اس کے برعکس جو شخص ''مسح علی الخفین'' کا منکر ہو، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر ہو اس کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں (اس لئے کہ یہ امر متواتر مجمع علیہ کا منکر اور کافر ہے) ہاں جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (خلفائے ثلاثہ سے) افضل مانتا ہو، اس کے پیچھے نماز جائز ہے اس لئے کہ یہ بھی مبتدع ہے۔ (کافر نہیں)

فرماتے ہیں: باقی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ از امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کے پیچھے مطلقاً نماز جائز نہیں۔

وہ تمام خوارج کافر ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے ہیں: مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف ''تحفہ اثنا عشریہ'' نے ''تحفہ'' کے آخر میں ان تمام خوارج کی تکفیر کو ترجیح دی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے ہیں، چنانچہ ''باب التولی والتبری'' کے مقدمہ سادسہ میں اس کو بیان کیا ہے، لیکن مصنف تحفہ نے اس مقام پر کفر وارتداد میں فرق کیا ہے، لیکن کتب فقہ میں یہ فرق اس شخص کے حق میں، جو مسلمان ہونے کا مدعی ہو معروف نہیں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ قصداً تبدیل مذہب کو ارتداد اور تبدیل مذہب کے قصد کے بغیر دین کو کفر کہتے ہیں، باقی ان کے بیان سے دونوں کے حکم میں کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا، بجز اس کے کہ مرتد کا قتل واجب ہے اور کافر کا قتل جائز۔

''فتاوی عزیزیہ'' میں حضرت شاہ صاحب کے بیشتر بیانات سے بھی خارجیوں اور ان جیسے لوگوں کی تکفیر ہی ظاہر ہوتی ہے، باقی فتاوی کے ج: ا ص: ۱۹ پر جو ان کا بیان ہے وہ خود ان کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے، چنانچہ ج: ا ص: ۱۲، ۱۹ پر خود انہوں نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

التزام کفر اور لزوم کفر میں کچھ فرق نہیں: حضرت شاہ صاحب ''فتاوی عزیزیہ'' میں ج: ا ص: ۹۵ پر فرماتے ہیں کہ ''امور یقینیہ میں التزام کفر اور لزوم کفر میں کچھ فرق نہیں (یعنی جو شخص کسی بھی قطعی موجب کفر قول یا فعل کا ارتکاب کرے گا وہ ہر صورت کافر ہو جائے گا، خواہ جان بوجھ کر ارتکاب کرے، خواہ نہ جانتا ہو، خواہ قصد کفر کرے، خواہ نہ کرے) چنانچہ ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں کید ۹۱ کے ذیل میں اور ''باب امامت'' کے عقیدہ نمبر ۹ کے ذیل میں آیت کریمہ ''یایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ'' کے تحت اس کا بیان موجود ہے اور نیز اس کا بیان ''باب تولی وتبری'' کے

بیان ہو چکا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی صفات اور حلیہ مبارکہ میں کسی قسم کی کذب بیانی بھی مُوجب کفر ہے:

خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بعض علماء متاخرین فرماتے ہیں کہ ابن ابی سلیمان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی صفات میں سے کسی بھی صفت میں کذب بیانی کفر اور موجب قتل ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ کذب کے ساتھ تحقیر و توہین کا شائبہ ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ مذکورہ بالا صورت میں ہے۔ اس لئے کہ سیاہ رنگ ناپسندیدہ اور معیوب ہے۔ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حالانکہ تم جانتے ہو کہ اس میں کچھ فرق نہیں پڑتا (موجب نقص و عیب ہو یا نہ ہو) اس لئے کہ حضور ﷺ کی صفات مقدسہ اور حلیہ مبارکہ میں سے کسی بھی صفت کے بیان میں (کذب اور) خلاف واقع صفت کو آپ کی طرف منسوب کرنا شائبہ توہین و تحقیر سے خالی نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ آپ ﷺ ایسی کامل ترین صفات کے مالک تھے کہ ان سے کامل تر صفات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، بلکہ ان کے خلاف جو صفت بھی آپ ﷺ کی طرف منسوب کی جائے گی ضرور اس میں آپ ﷺ کی تنقیص ہوگی، (لہذا آپ ﷺ کی صفات قدسیہ کے باب میں کوئی بھی غلط بیانی اور کذب توہین و تحقیر سے خالی نہیں ہو سکتا) لہذا ایسی صورت میں علماء متاخرین کا مذکورہ بالا اعتراض بے محل ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی صفات کو حادث یا مخلوق ماننا موجب کفر ہے:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر'' میں ص: ۲۹ طبع پاکستان سعیدی، صفات الٰہیہ کے متعلق فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی تمام تر صفات حقیقیہ ازلی ہیں، نہ حادث ہیں، نہ مخلوق۔ لہذا جو شخص بھی ان کو مخلوق یا حادث کہتا ہے یا توقف کرتا ہے (نہ قدیم کہتا ہے نہ حادث)، یا ان میں شک و شبہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ (کی صفات) کا منکر اور کافر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے کلام کو مخلوق ماننا موجب کفر ہے:

''کتاب الوصیۃ'' میں فرماتے ہیں:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے کلام کو مخلوق کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا منکر اور کافر ہے۔''

''صفت کلام'' کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر'' میں ص۔۳۰ پر فرماتے ہیں:

''امام فخر الاسلام فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے (مدت دراز تک) خلق قرآن کے مسئلہ پر مناظرہ کیا، آخر ہم دونوں اس پر متفق ہو گئے کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے، یہی قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے (بسند صحیح) مروی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم یا آپ ﷺ کی توہین و تنقیص کرنے والا کافر ہے، جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب "الخراج" ❶ میں فرماتے ہیں:

"جو مسلمان شخص رسول اللہ ﷺ پر (العیاذ باللہ) سب و شتم کرے، یا آپ ﷺ کو جھوٹا کہے، یا آپ ﷺ میں عیب نکالے، یا کسی بھی طرح آپ ﷺ کی توہین و تنقیص کرے وہ کافر ہے اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی۔"

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفا" میں فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کرنے والا کافر ہے اور جو کوئی اس کے معذب اور کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔"

شاتم رسول کی توبہ بھی مقبول نہیں "مجمع الانہر"، "درمختار"، "بزازیہ"، "درر" اور "خیریہ" میں لکھا ہے کہ:

"انبیاء میں سے کسی نبی کو سب و شتم کرنے والے (کافر) کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے اس کے کفر اور معذب ہونے میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دنیوی احکام کے اعتبار سے تو اس کی توبہ کے قبول اور معتبر ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے (بعض کہتے ہیں شاتم رسول کی توبہ قبول نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے اور بعض اس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں، بعض نے اس میں جو تفصیل کی ہے) مگر فیما بینہ و بین اللہ اس کی توبہ مقبول ہے (یعنی اگر صدق دل سے اس نے توبہ کی اور اس پر زندگی بھر قائم رہا تو آخرت میں ان شاء اللہ سب و شتم رسول کے عذاب اور کفر سے نجات ہو جائے گی) اور "خلاصۃ الفتاویٰ" میں منقول "نتف" کی عبارت کی مراجعت کرلی جائے کہ اس میں مشائخ حنفیہ کا قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ "عند اللہ بھی شاتم رسول کی توبہ قبول نہ ہوگی" یہ قول مجھے سوائے نتف کی عبارت کے اور کہیں نہیں ملا، ہوسکتا ہے کہ کتابت کی غلطی ہو۔

ضروری اور قطعی امور دین کا منکر اگرچہ اہل قبلہ میں سے ہو کافر ہے، نیز اہل قبلہ کے معنی اور مراد ملا علی قاری رحمہ اللہ "شرح فقہ اکبر" میں (ص ۱۹۵ سعیدی پریس) فرماتے ہیں:

---

❶ ص ۱۸۲ فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام۔

''مواقف میں لکھا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر صرف اسی قول وفعل پر کی جائے گی جس میں ایسے امر کا انکار پایا جائے جس کا رسول اللہ ﷺ سے ثبوت یقینی طور پر معلوم ہو، یا مجمع علیہ ہو (یعنی امت کا اس پر اجماع ہو) مثلاً محرمات (وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے) کو حلال جاننا اور کہنا، اس کے بعد قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مخفی نہ رہے کہ علماء احناف کے اس قول ''لایجوز تکفیر اہل القبلۃ بذنب'' (کسی بھی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں) کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو بھی کوئی نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرتا ہے اس کو کافر کہنا جائز نہیں، اس لئے کہ وہ غالی رافضی جن کا عقیدہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس وحی بھیجی تھی، انہوں محمد ﷺ کے پاس پہنچا دی، یا جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی (العیاذ باللہ) خدا تھے، ایسے لوگ ہرگز مؤمن نہیں، اگرچہ ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھتے رہیں، رسول اللہ ﷺ کی حدیث (جو اس اصطلاح کا ماخذ ہے):

''من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم''۔

ترجمہ: ''جو شخص ہماری (طرح) نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہمارے ذبیحہ کو (حلال سمجھے اور) کھائے وہ مسلمان ہے۔''

کی مراد یہی ہے کہ (تمام دین کو مانتا ہو اور کسی بھی موجب کفر عقیدہ، اور قول وفعل کا مرتکب نہ ہو، نہ یہ کہ ہر وہ شخص جو یہ تین کام کرے وہ مسلمان ہے، اگرچہ کیسے ہی کفریہ عقائد واعمال کا مرتکب ہو)۔''

رافضی اور غالی شیعہ: ''غنیۃ الطالبین'' میں فرماتے ہیں:

''رافضی بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نبی تھے اور (تمام کفریہ عقائد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور اس کی تمام مخلوق قیامت تک ان پر لعنت کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی آباد بستیوں کو ویران کر دیں اور صفحہ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹا دیں اور روئے زمین پر ان میں سے کسی متنفس کو زندہ نہ رہنے دیں، اس لئے کہ یہ لوگ اپنے غلو میں انتہا کو پہنچ گئے ہیں اور پھر اپنے کفریہ عقائد پر مصر ہیں، اسلام کو انہوں نے بالکل خیرباد کہہ دیا ہے اور ایمان سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا اور اللہ تعالیٰ (کی ذات وصفات) کا، نبیوں (کی تعلیمات) کا اور قرآن (کی نصوص) کا انکار کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔''

تحقیر کی نیت سے نبی کے نام کی ''تصغیر'' بھی کفر ہے: ''تحفہ شرح منہاج'' میں فرماتے ہیں:

"جو کسی رسول یا نبی کی تکذیب کرے، یا کسی بھی طرح ان کی تحقیر و توہین کرے، مثلاً تحقیر کی نیت سے بصورت تصغیر ان کا نام لے، یا ہمارے نبی ﷺ کے بعد کسی کی نبوت کو جائز کہے، ایسا شخص کافر ہے۔ یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آپ ﷺ سے پہلے نبی بنایا گیا ہے (آپ ﷺ کے بعد نہیں) لہٰذا ان کا آخر زمانہ میں آسمان سے اترنا باعث اعتراض نہیں ہو سکتا۔"

رافضی قطعاً کافر ہیں۔ عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی "شرح فرائد" میں فرماتے ہیں:

"ان رافضیوں کے مذہب کا فساد اور بطلان اتنا بدیہی اور مشاہد ہے کہ اس کے لئے کسی بیان و دلیل کی بھی ضرورت نہیں (یہ عقائد) اعلانیہ (صحیح اور درست ہو سکتے ہیں) جبکہ ان کی بنا پر ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ یا بعد میں کسی اور کے نبی ہونے کا جواز نکلتا ہے اور اس سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ قرآن تو صاف صریح لفظوں میں اعلان کر رہا ہے کہ آپ خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں اور خدا کا رسول کہہ رہا ہے "انا العاقب لا نبی بعدی" (میں (سب سے) پیچھے آنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن و حدیث کے ان الفاظ کے وہی ظاہری معنی مراد ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا اور جانتا ہے، یہ مسئلہ (تکذیب قرآن و حدیث) بھی ان مشہور مسائل میں سے ایک ہے، جن کی بنا پر ہم نے فلسفیوں کو کافر کہا ہے (پھر رافضیوں کو کیوں نہ کافر کہیں) خدا ان پر لعنت کرے۔"

کافر و مبتدع کا فرق، کن امور پر اہل قبلہ کی تکفیر کی جاتی ہے۔ "عقائد عضدیہ" میں فرماتے ہیں:

"ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر صرف ان عقائد کی بنا پر کہتے ہیں، جن سے خالق مختار کا انکار لازم آئے یا جن میں شرک پایا جائے، یا جن میں نبوت و رسالت کا انکار پایا جائے، یا کسی مجمع علیہ قطعی امر کا انکار پایا جائے، یا کسی حرام کو حلال بنایا جائے، ان کے علاوہ باقی عقائد فاسدہ کا ماننے والا مبتدع (گمراہ) ہے۔"

جو شخص کسی مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہے: ابو شکور سالمی "تمہید" میں فرماتے ہیں:

"رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کبھی بھی نبی کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتا، یہ عقیدہ کھلا ہوا کفر ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو "خاتم النبیین" کے لقب سے یاد فرمایا ہے، اب جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کافر ہے اور جو کوئی (بارادہ تصدیق) اس سے معجزہ طلب کرتا ہے وہ بھی

کافر ہے، اس لئے معجزہ طلب کرنا عقیدۂ ختم نبوت میں شک کی دلیل ہے (اور امکانِ نبوت کا قائل ہے) اور المقصول کے تحت الاخر یہ عقیدہ رکھنا بھی فرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی کوئی نبوت میں آپ ﷺ کا شریک نہ تھا، اس لئے کہ رافضی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک تھے اور یہ بھی کفر ہے۔"

حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو امت نے قتل کرکے سولی پر لٹکایا ہے

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ "شفاء" میں فرماتے ہیں:

"خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حارث نامی مدعی نبوت کو قتل کرکے (عبرت کے لئے) سولی پر لٹکایا تھا۔ اسی طرح اور بہت سے خلفاء اور سلاطین نے اپنے زمانہ کے مدعیان نبوت کو قتل کیا ہے اور علماء امت نے اس قتل کی تصویب و تائید کی ہے اور جو کوئی ان کی تصویب کرنے والے علماء کا مخالف ہے وہ بھی کافر ہے۔"

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں، سورۂ احزاب کی تفسیر کے تحت "روح المعانی" میں اس پر علماء اجماع امت نقل کیا ہے۔

متواتر و مجمع علیہا امور کا منکر کافر ہے، نماز کے ارکان و شرائط یا اس کی صورت و ہیئت کا منکر کافر ہے

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ "شفاء" میں فرماتے ہیں:

"اسی طرح اس شخص کو بھی قطعی طور پر کافر کہا جائے گا جو شریعت کے کسی بھی اصول کی اور ان قواعد و اعمال کی تکذیب یا انکار کرے جو نقل متواتر کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور ہر زمانہ میں ان پر امت کا اجماع رہا ہے، مثلاً جو شخص پانچوں نمازوں کی فرضیت کا یا ان کی رکعتوں اور رکوع و سجود کی تعداد کا انکار کرے اور کہے اللہ تعالیٰ نے تو ہم پر مطلقاً نماز فرض کی ہے یہ کہ پانچ ہوں اور اس مخصوص صورت میں ہوں اور ان شرائط کے ساتھ ہوں (جیسا کہ دقیانوسی لوگ سمجھتے ہیں) اس کو میں نہیں مانتا، اس لئے کہ قرآن میں تو اس کا کوئی واضح ثبوت نہیں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث خبر واحد ہے (ثبوت کے لئے کافی نہیں) ایسا شخص قطعاً کافر ہے۔"

کن لوگوں کو کافر کہا جائے؟

"شفاء" کی شرح "خفاجی" ج:۴ ص:۳۴۲ تا ۳۴۵ "فصل في بيان ما هو من المقالات كفر" کے اور شرح "شفاء" ملا علی قاری رحمہ اللہ کے چند اقتباسات (جن میں ان لوگوں کی تعیین کی گئی ہے جن کو کافر کہا جائے گا)۔

۱:... جو حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانتا ہو: خفاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۲۔ جو شخص خود اپنی نبوت کا مدعی ہو

۳۔ جو نبوت کے مستقل ہونے کا مدعی ہو

۴۔ جو شخص اپنے پاس وحی آنے کا مدعی ہو

قرآن حکیم بھی آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے اور قیامت تک تمام نوع انسانی کے لئے رسول مبعوث ہونے کی خبر دیتا ہے، اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام آیات و احادیث اپنے ظاہر پر ہیں (ان میں کوئی مجاز و استعارہ یا تقیید و تخصیص نہیں ہے) کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور آپ ﷺ کی بعثت عام ہے اور ان آیات و احادیث کے وہی ظاہری معنی مراد ہیں جو ان کے لفظوں سے سمجھے جاتے ہیں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے، نہ تخصیص کی، لہٰذا امت کے مستند و معتمد علماء کے نزدیک کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع کی رو سے ان تمام لوگوں کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اور ان گمراہ فرقوں کا کوئی اعتبار نہیں جو اس کے مخالف ہیں، یا اجماع کے حجت ہونے میں انہیں کلام ہے جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آتا ہے۔

۵:۔۔۔۔ جو آیات قرآن اور نصوص حدیث کو ان کے ظاہری اور مجمع علیہ معانی سے ہٹاتے ہیں: فرماتے ہیں:

''اسی طرح علماء امت کا اجماع ہے ہر اس شخص کی تکفیر پر جو کتاب اللہ کی صریح آیات کو رد کرے، یعنی ان کے ظاہری معنی کا انکار کرے، اور نہ مانے، جیسے بعض باطنی فرقے جو آیات قرآنیہ کے صاف اور صریح معنی کو چھوڑ کر ایسے عجیب عجیب معنی اور مراد بیان کرتے ہیں جو قطعاً ظاہر کے خلاف (اور تحریف کا مصداق) ہیں، یا کسی ایسی حدیث میں تخصیص کرے جس کا مفہوم عام ہے، اور اس کی صحت اور راویوں کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے، اور صریح مراد پر اس کی دلالت قطعی اور یقینی ہے، (یعنی باتفاق علماء وہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے) نہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے، نہ تخصیص کی، نہ ہی وہ منسوخ ہے، (ایسے لوگ) اس لئے کافر ہیں کہ صریح آیات و احادیث میں اس قسم کی تاویل و تخصیص کرنا قرآن و حدیث کو کھیل بنانے کے مرادف ہے، جیسا کہ علماء امت نے خارجیوں کو شادی شدہ زانی مرد و عورت کو سنگسار کرنے سے انکار کرنے کی بناء پر کافر کہا ہے، اس لئے کہ اس رجم پر امت کا اجماع ہے، اور یقینی طور پر رجم ضروریات دین میں سے ہے، یعنی صاحب شریعت سے اس کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے۔''

۶:۔۔۔۔ جو اسلام کے علاوہ دوسرے مذہب والوں کو کافر نہ کہے: فرماتے ہیں:

''اسی لئے (یعنی صریح اور مجمع علیہ نصوص میں تاویل و تحریف کرنے والے کی تکفیر کے یقینی ہونے کی وجہ سے) ہم ہر اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے کو کافر نہ کہے، یا ان کو کافر کہنے میں توقف (و تردد) کرے، یا ان کے کفر میں شک وشبہ کرے، یا ان کے

والے شخص کے قول کی تحسین کی، یا یہ کہا کہ یہ (عام فہموں کی سطح سے بلند) معنوی کلام ہے (ہر شخص اس کی مراد نہیں سمجھ سکتا) یا یہ کہا کہ اس کلام کے صحیح معنی بھی ہو سکتے ہیں اور (اس کی کوئی خلاف ظاہر تاویل کی) تو اگر اس قائل کا وہ قول کفریہ (موجب کفر) ہے تو اس کی تحسین کرنے والا (یا اس کو صحیح کہنے والا یا تاویل کرنے والا) بھی کافر ہو جائے گا۔

فرماتے ہیں ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی "الاعلام" کی فصل "الکفر المتفق علیہ" کے ذیل میں حنفیہ کی کتابوں کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"جس شخص نے زبان سے کوئی کفریہ کلمہ کہا، اس کو کافر کہا جائے گا، اور جو شخص اس کی تحسین کرے، یا اسے پسند کرے اس کو بھی کافر کہا جائے گا۔"

بالقصد کلمہ کفر کہنے والے کے قول کی کوئی تاویل معتبر نہیں:

"رد المحتار" (شامی) میں ج:۳ ص:۲۹۳ بحوالہ "البحر الرائق" "بزازیہ" سے نقل کرتے ہیں:

"مگر جب (زبان سے کلمہ کفر کہنے والا) تصریح کرے کہ میری مراد وہی ہے جو موجب کفر ہے تو (وہ کافر ہو جائے گا اور) کوئی تاویل اس کے لئے مفید نہیں (کفر سے نہیں بچا سکتی)۔"

کلمہ کفر کہنے والے کی نیت کا اعتبار کس صورت میں ہے اور کہاں ہے؟

"فتاویٰ ہندیہ" (عالمگیری) میں "محیط" وغیرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"اگر کسی مسئلہ کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہوں، ان میں سب صورتیں تو موجب کفر ہوں اور ایک صورت ایسی ہو جو کفر سے بچاتی ہو، تو مفتی کو وہی ایک صورت اختیار کرنی چاہئے (اور کفر کا حکم نہ لگانا چاہئے) بجز اس کے کہ وہ خود صراحت کہے کہ میری مراد یہ (موجب کفر) صورت ہی ہے، تو (وہ کافر ہو جائے گا اور) کوئی تاویل اس کے لئے مفید نہ ہوگی (کفر سے نہ بچا سکے گی) نیز فرماتے ہیں پھر اگر (کلمہ کفر) کہنے والے کی نیت وہ صورت ہے جو کفر سے بچاتی ہے تو وہ مسلمان ہے (اور اس کی تاویل کو تسلیم کر لیا جائے گا) اور اگر اس کی نیت وہی صورت ہے جو موجب کفر ہے (تو وہ کافر ہے) کسی مفتی کا فتویٰ اس کے لئے مفید نہیں (کفر سے نہیں بچا سکتا۔ حاصل یہ ہے کہ کسی قول کی صحیح تاویل فی نفسہ ممکن ہو، اس پر مدار نہیں، بلکہ قائل کے ارادہ اور نیت پر مدار ہے، کفر کا قصد کرے گا تو یقیناً کافر ہو جائے گا، اگرچہ صحیح تاویل ہو سکتی ہو، واضح ہو کہ یہ اسی تاویل کے متعلق بحث ہے جو از روئے عربیت صحیح ہو اور اصول شریعت کے منافی نہ ہو، جیسا کہ سابقہ بیانات سے واضح ہے)۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حموی کی کتاب "الاشباہ والنظائر" کے حاشیہ میں بھی بحوالہ

"فتاویٰ" میں بھی لکھا ہے، اور درمختار میں بھی بحوالہ "درر" وغیرہ یہی مذکور ہے۔

ہنسی، دل لگی اور کھیل تفریح کے طور پر کلمہ کفر کہنے والا قطعاً کافر ہے، نہ اس کی نیت کا اعتبار ہے، نہ عقیدہ کا

"ردالمحتار" (شامی) ج ۳ ص ۲۹۳ پر علامہ شامی بحوالہ "بحر" فرماتے ہیں:

"حاصل یہ ہے کہ جو شخص زبان سے کوئی کلمہ کفر کہتا ہے، خواہ ہنسی مذاق کے طور پر یا کھیل تفریح کے طور پر یہ شخص سب کے نزدیک کافر ہے، اس میں اس کی نیت یا عقیدہ کا کوئی اعتبار نہیں (اس لئے کہ یہ دین کے ساتھ استہزاء ہے، جو بجائے خود موجب کفر ہے) جیسا کہ "فتاویٰ خانیہ" میں اس کی تصریح کی ہے، (اس سے معلوم ہوا کہ نیت کا اعتبار اس صورت میں ہے کہ کلمہ کفر ہنسی، دل لگی کے طور پر نہ کہا ہو ورنہ استہزاء و تلاعب بالدین کی بناء پر کافر کہا جائے گا اور نیت و عقیدہ کا اعتبار نہ ہوگا۔"

"فتاویٰ ہندیہ" میں ج ۲ ص ۱۴۳ اور "جامع الفصولین" میں لکھا ہے:

"جو شخص اپنی مرضی سے کلمہ کفر زبان سے کہتا ہے وہ کافر ہے، اگرچہ اس کے دل میں ایمان ہو، اور عند اللہ بھی وہ مومن نہ ہوگا۔ "فتاویٰ قاضی خان" میں بھی یہی لکھا ہے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "خلاصۃ الفتاویٰ" میں اس مقام پر ناسخ (کاتب) سے غلطی ہوئی ہے، اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

نیز فرماتے ہیں: "فتاویٰ" میں اس مسئلہ کو "محیط" کی جانب منسوب کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

"ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد اسلامهم"

ترجمہ: "بے شک ان لوگوں نے کفریہ کلمہ کہا ہے اور (اس کی وجہ سے) وہ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔"

جو لوگ وحی، نبوت، حشر جسمانی، جنت و دوزخ وغیرہ کے اہل اسلام کی طرح قائل نہ ہوں کافر ہیں

علامہ شامیؒ "ردالمحتار" میں ج ۳ ص ۲۹۶ پر فرماتے ہیں:

"وہ (فلاسفہ) وحی کے فرشتہ کے ذریعہ آسمان سے نازل ہونے کا انکار کرتے ہیں، اور (اسی طرح اور) بہت سے عقائد کا انکار کرتے ہیں، جن کا ثبوت انبیاء کرام علیہم السلام سے قطعی و یقینی ہے، مثلاً حشر جسمانی، جنت، دوزخ وغیرہ، حاصل یہ ہے کہ اگرچہ وہ (فلاسفہ) انبیاء و رسل کو مانتے ہیں،

---

[1] حالانکہ ان لوگوں نے یہی ہنسی دل لگی کا عذر پیش کیا تھا: "کنا نخوض ونلعب" مگر اللہ پاک نے اس کو رد فرمایا: "اباللہ وآیاته ورسوله کنتم تستهزءون" کہ کر مگر اس آیت میں کافر ہونے کا حکم لگایا، اس لئے کہ استہزاء بالدین خود موجب کفر ہے۔ (مترجم)

مگر اس طرح نہیں مانتے جیسے اہل اسلام مانتے ہیں، لہٰذا ان کا انبیاء کو ماننا نہ ماننے کی مانند ہے۔"

جو انبیاء کے معصوم ہونے کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے: ..... "الاشباہ والنظائر" میں ص: ۲۹۶ باب "الردۃ" میں فرماتے ہیں:

"جس شخص کو نبی کے سچا ہونے میں شک ہو، یا نبی کو سب وشتم کرے، یا عیب جوئی کرے یا توہین وتحقیر کرے، وہ کافر ہے، اسی طرح جو شخص انبیاء علیہم السلام کی جانب بدکاریوں کی نسبت کرے، مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کی جانب قصد زنا کی نسبت کرے، اس کو بھی کافر کہا جائے گا، اس لئے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے، اور اگر کوئی یہ کہے کہ: "انبیاء نبوت کے زمانے میں اور اس سے پہلے بھی (گناہوں سے) معصوم نہیں ہوتے۔" تو اس کو بھی کافر کہا جائے گا، اس لئے کہ یہ قول وعقیدہ صریح نصوص شرعیہ کی تردید ہے۔"

محرمات شرعیہ قطعیہ کو جو شخص اپنے لئے حلال سمجھے، وہ کافر ہے، اور اس کا جہل عذر نہیں ہے: ..... اسی "الاشباہ والنظائر" کے فن "الجمع والفرق" اور "التیمہ" کے آخر میں مذکور ہے:

"جس شخص نے اپنی جہالت کے بنا پر یہ گمان کرلیا کہ جو حرام وممنوع فعل میں نے کئے ہیں وہ میرے لئے حلال وجائز ہیں، تو اگر وہ (افعال واعمال) ان امور میں سے ہیں جن کا دین رسول اللہ (ﷺ) سے ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہے، (یعنی ضروریات دین میں سے ہیں) تو اس شخص کو کافر کہا جائے گا، ورنہ نہیں۔"

صحیح بخاری کی ایک حدیث، اور قدرت باری تعالیٰ کے اعتقاد سے متعلق ایک اشکال اور اس کا حل: ..... حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اسی بحث کے ذیل میں کہ "جہل شرعاً عذر ہے یا نہیں" "بخاری" کی مذکورہ ذیل حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں امم سابقہ کے ایک شخص کی حدیث کے تحت جس نے وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد میری لاش کو جلا دینا، اور کہا تھا کہ:

"فو اللّٰہ! لئن قدر اللّٰہ علی لیعذبنی عذابا ما عذبہ احدا" (ج:۶ ص:۳۹۵)

ترجمہ: ..... "خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہو گیا تو مجھے وہ عذاب دے گا جو کسی کو نہ دیا ہوگا۔"

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فتح الباری" باب "ما ذکر من بنی اسرائیل حدیث ابی هریرة من طریق معمر عن الزهری." (ج:۶ ص:۳۰۷)

حموی رحمہ اللہ اس کی شرح میں ص: ۲۹۷ پر فرماتے ہیں:

''یعنی موجبات کفر کے باب میں ضروریات دین سے (ناواقفیت اور) جہل عذر نہیں ہے، بخلاف ضروریات دین کے علاوہ امور دینیہ کے ''معتبر'' قول کے مطابق ان میں ناواقفیت عذر ہے، جیسا کہ اس سے پہلے آچکا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ کہنا کہ ''علماء محض ڈرانے دھمکانے کے لئے کافر کہہ دیا کرتے ہیں، حقیقت میں کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا، سراسر جہالت ہے

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حموی رحمہ اللہ نے (اس مقام پر) مسئلہ تکفیر سے متعلق نہایت مفید امور پر متنبہ کیا ہے، جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''فقہاء کا کسی شخص کو کافر کہہ دینا صرف ڈرانے دھمکانے پر مبنی ہوتا ہے، نہ یہ کہ وہ شخص فیما بینہ وبین اللہ کافر ہو جاتا ہے۔'' (یعنی فقہاء کے کافر کہہ دینے سے حقیقت میں کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا) یہ قول سراسر ان کہنے والوں کی جہالت کی دلیل ہے، چنانچہ ''فتاویٰ بزازیہ'' سے وہ اس قول کی تردید نقل کرتے ہیں اور ''فتاویٰ بزازیہ'' فقہ واقعات کی معتبر کتابوں میں سے ہے، چنانچہ فقہاء نے ''مولیٰ ابی السعود'' سے جو ''دیار رومیہ'' کے مفتی بھی ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف بھی، جن میں ان کی تفسیر (خاص طور پر قابل ذکر) ہے اس ''فتاویٰ بزازیہ'' کی تعریف وتوصیف نقل کی ہے، حموی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''بزازیہ'' کے الفاظ یہ ہیں:

''بعض ایسے لوگوں سے جنہیں علم سے کوئی واسطہ نہیں منقول ہے، وہ کہتے ہیں: ''کتب فتاویٰ میں جو یہ لکھا ہوا ہوتا ہے کہ ''فلاں قول یا فعل پر کافر ہو جائے گا اور فلاں پر'' یہ محض ڈرانے اور دھمکانے کے لئے ہوتا ہے، نہ یہ کہ حقیقت میں کافر ہو جاتا ہے۔'' یہ قول قطعاً باطل ہے، حق یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین سے بروایت صحیح (جن اقوال وافعال پر) تکفیر مروی ہے، اس سے مراد حقیقۃً کفر ہے۔ (یعنی ان کا ارتکاب کرنے والا حقیقت میں کافر ہو جاتا ہے) باقی ائمہ مجتہدین کے علاوہ اور علماء سے جو تکفیر منقول ہے، اس پر مسئلہ تکفیر میں (اعتماد نہ کیا جائے اور) کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے۔''

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''البحر الرائق'' میں بھی یہی مذکور ہے، اور ''الیواقیت'' اور ''معلم الرائق'' میں بھی ''بزازیہ'' کی یہی عبارت بتمامہ نقل کی ہے، اور ''الیواقیت'' میں اس پر خطابی کے قول کا بھی اضافہ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''اگر کسی زمانہ میں کوئی ایسا مجتہد پایا جائے، جس میں ائمہ اربعہ کی طرح شرائط اجتہاد کامل طور پر پائی جائیں، اور اس پر کسی قطعی دلیل سے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ تاویل میں غلطی کا فر ہو جانے کا

''اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرنے پر اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے کا (اپنی اپنی امت میں) اعلان کرنے پر اور رسول اللہ کے اس اعلان پر کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، عہد و پیمان لیا ہے، (اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی رسالت کی طرح ختم نبوت پر بھی ایمان لانے کا تمام نبیوں سے عہد لیا گیا ہے)۔''

ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرنے والے کی توبہ اس وقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک کہ وہ خاص اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے:...... فرماتے ہیں: ''ردالمحتار'' میں ج:۳ ص:۲۹۷ پر علامہ ابن عابدین شامیؒ ''باب المرتد'' کے تحت فرماتے ہیں:

''پھر یاد رکھو مسئلہ عیسوی ❶ سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی امر مثلاً حرمت شراب کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر اور مرتد ہوا ہو، اس کی توبہ کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس عقیدہ (مثلاً حلت شراب) سے بے تعلقی (اور توبہ) کا بھی اعلان کرے، (صرف کلمہ شہادت دوبارہ پڑھ لینا کافی نہ ہوگا) اس لئے کہ یہ شخص کلمہ شہادت کہنے کے باوجود شراب کو حلال کہتا تھا (لہٰذا اس کے کفر و ارتداد کا ازالہ اس عقیدہ سے توبہ کئے بغیر نہ ہوگا) جیسا کہ شوافع نے اس کی تصریح کی ہے، اور (ہمارے نزدیک بھی) یہی ظاہر ہے)۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''جامع الفصولین'' ج ۲ ص ۲۹۸ میں لکھا ہے

''پھر اگر اس (توبہ کرنے والے) نے حسب عادت کلمہ شہادت زبان سے پڑھ لیا تو اس سے کوئی فائدہ نہیں، جب تک کہ اس خاص کلمہ کفر سے توبہ نہ کرے، جو اس نے کہا تھا، (اور جس کی بنا پر وہ کافر ہوا) اس لئے کہ اس شخص کا کفر محض کلمہ شہادت سے رفع نہ ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل ہونا، ایسا ہی موجب کفر ہے جیسے کسی خاص شخص کو خدا یا خدا کا اوتار کہنا:...... ابن حزم رحمہ اللہ کتاب ''الفصل'' میں ج:۳ ص: ۲۴۹ پر فرماتے ہیں:

''جو شخص کسی خاص انسان کو کہے وہ اللہ ہے، یا اللہ کی مخلوق میں سے کسی کے جسم میں اللہ کے حلول کرنے کو مانتا ہو، یا علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل ہو، ایسے شخص کو

❶ فرقہ عیسویہ عیسیٰ اصفہانی یہودی کی جانب منسوب یہودیوں کا ایک فرقہ ہے، جو فی الجملہ محمد ﷺ کی رسالت کا قائل ہے مگر صرف عرب کے لئے، آپ ﷺ کی رسالت کے تمام نوع انسانی کے لئے عام ہونے کا منکر ہے، صاحب ''مواقف'' کے بیان کے مطابق ''روافض میں'' یہ فرقہ بھی شامل ہیں، یہ فرقہ عراق میں اسی نام سے ساتھ معروف ہے ملاحظہ کیجئے (ردالمحتار ج ۳ ص ۲۹۹) (مترجم)

کافر معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔"

ص:۵۳۶ پر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کو، اس کے فرشتوں کو، نبیوں کو، جو کوئی، سب وشتم کرے اس کو قتل کردیا جائے (کہ وہ مرتد ہے)۔" ص:۵۳۵ پر فرماتے ہیں:

"تمام انبیاء علیہم السلام کی، تمام فرشتوں کی توہین وتحقیر اور سب وشتم کرنے والے کا، یا جو دین وہ لے کر آئے اس کی تکذیب کرنے والے کا، یا سرے سے ان کے وجود یا نبوت کا انکار کرنے والے کا حکم وہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار، یا تکذیب، یا توہین وتحقیر اور سب وشتم کرنے والے کا ہے (یعنی وہ مرتد ہے اور واجب القتل ہے)۔"

متواترات کا انکار کفر ہے، اور تواتر سے عملی تواتر مراد ہے: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "شرح فقہ اکبر" میں "محیط" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جو کوئی شریعت کی متواتر روایات کا انکار کرے، وہ کافر ہے، مثلاً جو شخص مردوں کے لئے ریشم پہننے کی حرمت کا انکار کرے۔"

فرماتے ہیں: "یاد رکھئے! اس مسئلہ میں تواتر سے مراد معنوی تواتر ہے، نہ کہ لفظی (جیسا کہ مثال سے ظاہر ہے، یعنی محدثین کی اصطلاح کے مطابق جس کو "حدیث متواتر" کہتے ہیں، وہ ضروری نہیں، بلکہ شریعت میں جو حکم متواتر سمجھا جاتا ہے اس کا منکر کافر ہے، اگرچہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق وہ متواتر نہ ہو، چنانچہ حرمت لبس حریر کی حدیث متواتر نہیں ہے، مگر شریعت میں مردوں کے لئے ریشم پہننے کی حرمت متواتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک امت اس کو حرام کہتی چلی آئی ہے، اسی کو تواتر معنوی یا تواتر عملی کہتے ہیں)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "فتاویٰ ہندیہ" (عالمگیری) میں بھی "فتاویٰ ظہیریہ" کے حوالے سے یہی نقل کیا ہے نیز تمام علماء اصول فقہ باب "السنۃ" میں اسی پر متفق ہیں (کہ مسئلہ تکفیر میں تواتر معنوی معتبر ہے اور اس کے ثبوت میں) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے

"اخاف الكفر على من لم ير المسح على الخفين"

ترجمہ: "جو شخص مسح علی الخفین کو جائز نہ سمجھے مجھے اس کے کافر ہوجانے کا اندیشہ ہے۔"

لہٰذا ان تصریحات وروایات کی بناء پر کسی بھی متواتر حکم کی مخالفت اور انکار کرنے والا کافر ہے۔

ہوتا) فرماتے ہیں: "اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عالم (ان) متواتر اور قطعی امور کو شمار کرے، اور ان کی فہرست بنائے (جن کا انکار کفر ہے) اس شمار اور فہرست میں بعض متواتر اور قطعی امور سہواً شمار کرنے سے رہ جائیں اور اس فہرست میں نہ آئیں اور کوئی عالم اس کو بتلائے کہ فلاں فلاں قطعی امور تو تم نے چھوڑ دیئے اور اس فہرست میں شمار ہی نہیں کئے اور وہ عالم اس شخص واحد کے متنبہ کرنے پر ان امور کو بھی فہرست میں داخل کرے تو اس صورت میں وہ عالم اس شخص واحد کے متنبہ کرنے سے ایک امر قطعی کی طرف متوجہ ہو گیا (جو اس کے ذہن میں نہ تھا یا سہواً رہ گیا تھا) تو دیکھو وہ امر بجائے خود قطعی ہے، اس شخص واحد کے کہنے سے قطعی نہیں ہوا، ہاں اس شخص نے اس عالم کو اس کی طرف متوجہ کر دیا۔

بالکل اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں وہ شخص کافر تو ہو گا صرف امر قطعی کا انکار کرنے کی وجہ سے، لیکن اس کے کفر پر فتویٰ لگانے والا "مفتی" "خبر واحد" سے انکار امر قطعی پر متنبہ ہو جاتا ہے، اور کفر کا فتویٰ لگا دیتا ہے، اس فرق کو خوب اچھی طرح سمجھ لو، واللہ ولی التوفیق!

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ: فرماتے ہیں "شرح فقہ اکبر" کے بیان سے یہ متوہم ہوتا ہے کہ مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کے درمیان اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء تو امر ظنی کے انکار کی وجہ سے بھی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں، بخلاف متکلمین کے (کہ وہ صرف امر قطعی کے انکار پر ہی کفر کا حکم لگاتے ہیں)۔

یہ محض توہم ہے، درحقیقت مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں بلکہ یہ صرف ان کے فن اور موضوع بحث کا اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء کا موضوع بحث "فعل مکلف" ہے اور ان کے بیشتر مسائل ظنی ہیں، (اس لئے فقہاء دلائل ظنیہ کی بناء پر ہی کفر کا حکم لگاتے ہیں) اور متکلمین کا موضوع بحث عقائد قطعیہ ہیں اور وہ سب دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں، (اس لئے متکلمین دلائل قطعیہ کی بناء پر ہی حکم کفر لگاتے ہیں) یہی وہ نکتہ ہے جس کی بناء پر دونوں فریق کا دائرہ بحث اور طریق کار مختلف اور الگ الگ ہو جاتا ہے ورنہ اصل مسئلہ تکفیر میں کوئی اختلاف نہیں اور بدون تردد وہ تکفیر کی بنیاد ظن پر قائم کرنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ ظن درحقیقت حکم کفر کا علم حاصل کرنے میں ہے، نہ کہ اس امر میں جو کسی شخص کی تکفیر کا موجب ہے (کہ وہ تو بے شک وشبہ سب کے نزدیک امر قطعی ویقینی ہی ہو سکتا ہے)

ایک اور فرق: حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

علاوہ ازیں مسئلہ زیر بحث میں تکفیر کی جاتی ہے خبر واحد کے "مفہوم" و مضمون کی بناء پر نہ کہ اس کے ثبوت کے انکار کی بناء پر (چنانچہ اگر کوئی شخص کسی خبر واحد کے ثبوت کا انکار کرے اور کہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں، اس لئے کہ یہ "خبر واحد" ہے تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا) اور بسا اوقات

کیا (اور کالعدم قرار دیا ہے) اگرچہ حقیقۃً موجود بھی ہو (لہٰذا ایسے لوگ شرعاً کافر ہیں) حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب "الایمان" میں طبع قدیم ۱۳۲۵ھ کے ص: ۲۰ پر امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے یہی وجہ کفر نقل کرتے ہیں۔

۲..... اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ جو قول و فعل توہین و تحقیر کا موجب ہو اس کے ارتکاب پر کافر کہا جائے گا، اگرچہ توہین و تحقیر کا قصد نہ بھی ہو، (گویا یہ قول و فعل عدم ایمان کی دلیل ہیں ایسی صورت میں اس شخص کا دعویٰ ایمان مسموع نہ ہوگا) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے "ردالمحتار" میں یہی وجہ کفر بیان کی ہے۔

۳..... بعض علماء کہتے ہیں کہ ایمان (صرف تصدیق قلبی کا نام نہیں ہے، بلکہ اس) میں کچھ اور امور بھی معتبر ہیں (جن میں خدا اور رسول وغیرہ کی عقیدت و احترام بھی شامل ہے) لہٰذا ایسے شخص کی تصدیق کو جو مذکورہ بالا اعمال و افعال کا مرتکب ہے، ایمان نہیں کہا جائے گا۔

۴..... بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شرعاً مومن کے لئے جو تصدیق معتبر ہے، یہ اعمال و افعال قطعاً اس کے منافی ہیں، (لہٰذا ایسا شخص شرعاً مومن نہیں ہے) علامہ قاسم نے "مسایرہ" کے حاشیہ میں اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی وجہ کفر بیان کی ہے، مختصر یہ ہے کہ انسان بعض اعمال و افعال اور اقوال کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے بھی متفقہ طور پر کافر ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ تصدیق قلبی لغوی اور ایمان سے خارج نہ بھی ہوا ہو۔

کافروں کے سے کام کرنے والا مسلمان ایمان سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے:

چنانچہ "شفاء" اور "مسایرہ" میں قاضی ابوبکر باقلانی کا مذکورہ ذیل قول نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں:

"اگر کسی شخص نے کسی ایسے قول یا فعل کے ذریعہ معصیت کا ارتکاب کیا، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہو، یا امت کا اجماع ہو کہ "یہ قول و فعل کسی کافر ہی سے سرزد ہو سکتا ہے۔" یا کوئی اور قطعی (دلیل) اس پر قائم ہو (کہ یہ فعل ایک کافر ہی کر سکتا ہے) تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

کفریہ اقوال و اعمال:

..... ابوالبقاء "کلیات" میں فرماتے ہیں:

"کبھی انسان قول سے کافر ہوتا ہے اور کبھی فعل سے، موجب کفر کی صورت یہ ہے کہ انسان کسی ایسے امر شرعی کا انکار کر دے جو مجمع علیہ ہو، اور اس پر نص صریح بھی موجود ہو، خواہ اس کا عقیدہ بھی وہی ہو، خواہ عقیدہ تو وہ نہ ہو، مگر محض عناد یا استہزاء کے طور پر انکار کرے، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، (ہر صورت میں) کافر ہو جائے گا، اور موجب کفر فعل وہ "کفریہ عمل" ہے جو انسان عمداً کرے اور وہ دین

"اسی لئے (کہ کلمہ کفر زبان پر لانے سے ہی انسان کافر ہو جاتا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ" (التوبہ ۶۶)

ترجمہ: "تم کوئی معذرت پیش کرو، اس لئے کہ بے شک تم ایمان لانے کے بعد (کلمہ کفر کہنے کی وجہ سے) کافر ہو گئے"۔

فرماتے ہیں:

یہاں اللہ تعالیٰ نے (قد کفرتم کے بجائے) یہ نہیں فرمایا کہ تم اپنے قول: "اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ" میں "جھوٹے ہو" یعنی ان کو اس عذر میں جھوٹا نہیں کہا بلکہ یہ بتایا کہ تم اس ہنسی دل لگی اور کھیل کود کے طور پر کلمہ کفر کہنے کی وجہ سے ہی ایمان کے بعد کافر ہو گئے (پس انص قرآن معلوم ہوا کہ ہنسی، دل لگی کے طور پر کلمہ کفر کہنا بھی موجب کفر ہے، اگرچہ قصداً کہنا بھی ہو)۔" ص ۵۲۴ پر اس کی مزید وضاحت کی ہے اسی طرح امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے "احکام القرآن" میں اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

شارع علیہ السلام نے محض کلمہ کفر زبان سے کہنے کو موجب کفر قرار دیا ہے: مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ان تصریحات کے پیش نظر یہ کہنا کچھ بعید نہیں کہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ سابق حدیث (ابوسعید) میں ایسے مسلمان کے کافر کہنے کو ہی جس کا اسلام سب کو معلوم ہے کفر قرار دیا ہے اس لئے کہ شارع علیہ السلام کو اس کا اختیار ہے (کہ وہ کسی بھی قول یا فعل کو کفر قرار دے دیں) نہ اس لئے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے کے ضمن میں اسلام کو کفر کہنا لازم آتا ہے (کہ یہ بلاوجہ کا تکلف ہے) اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (النساء: ۶۵)

ترجمہ: "پس قسم ہے تیرے رب کی وہ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک تجھ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں حاکم با اختیار نہ مان لیں، اور پھر تیرے فیصلوں سے اپنے دلوں میں ناگواری بھی محسوس نہ کریں اور کلی طور پر (تجھ کو حاکم مختار) تسلیم کر لیں"۔

(اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے امت کے تمام احکام و معاملات میں کلی طور پر مختار بنا دیا ہے، اور اسی اختیار کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان کے کافر کہنے کو کفر قرار دیا ہے) اور اللہ تعالیٰ تو تمام امور کے مالک و مختار ہیں ہی (اسی لئے اس نے اپنے نبی کو امت کے

انکار کیا ہے، اس کا تو ہم بھی ایسے ہی انکار کرتے ہیں جیسے تم، اور تمہاری طرح ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ یہ (انکارِ صفتِ علم) کفر ہے، بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ "ہمارے قول سے یہ (انکارِ صفتِ علم) لازم ہی نہیں آتا جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا" (اس لئے ایسے لوگوں کو کیونکر کافر کہا جائے)"

نیز فرماتے ہیں: "ورقہ" میں عیاض رحمہ اللہ نے شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت سے جاہل ہو، نقل کیا ہے کہ "وہ کافر نہیں" اور اس کی وجہ شیخ نے یہ بیان کی ہے:

"اس لئے کہ یہ جاہل شخص اس طرح (قول) کا معتقد نہیں ہے کہ اس کے حق ہونے کا اسے قطعی یقین ہو اور اسی کو دین و مذہب سمجھتا ہو، اور کافر صرف اسی شخص کو کہا جاتا ہے جس کا قطعی اعتقاد یہ ہو کہ یہ اقوال ہی حق ہے۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی (تفصیل) ابنِ حزم رحمہ اللہ کے بیان سے بھی واضح ہوتی ہے۔

خاتمہ

کسی بھی امر مجمع علیہ کا منکر کافر ہے، "مجمع علیہ" سے کیا مراد ہے؟

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "شرح جمع الجوامع" میں ج:۲ ص ۲۰۱ پر فرماتے ہیں:

۱ ... ہر ایسے "مجمع علیہ امر" کا منکر قطعاً کافر ہے جس کا امورِ دین میں سے ہونا یقینی طور پر معلوم ہو، یعنی ایسا امر جس کو ہر خاص و عام بغیر کسی تأمل و شبہ اور تردد کے "دین" سمجھتا اور جانتا ہو اور اسی لئے وہ ضروریاتِ دین میں شامل ہو گیا ہو، مثلاً نماز، روزہ کی فرضیت اور شراب و زنا کی حرمت کے مرتبہ و تیقن کا ہو، (یعنی فرضیتِ صوم و صلوٰۃ و حرمتِ شراب و زنا کی طرح امت اسی کو "دین" سمجھتی ہو) اس لئے کہ ایسے امر کے انکار سے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہے، اور امام الحرمین اور آمدی کے بیان سے جو متوہم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہے (یہ غلط ہے) ان دونوں محققوں کی مراد یہ ❶ نہیں ہے (جو متوہم ہوتا ہے) چنانچہ محقق بنانی "شرح جمع الجوامع" کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"بلکہ ان دونوں حضرات کی مراد یہ ہے کہ جس مجمع علیہ امر کا "دین" ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم

---

❶ [illegible]

نہ ہو، اس میں اختلاف ہے (کہ اس کے منکر کو کافر کہا جائے یا نہیں) باقی جس مجمع علیہ امر کا ''دین
ہونا'' قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو، اس کے منکر کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔"

اس کے بعد شرح ''تحریر الاصول'' میں فرماتے ہیں:

۲: اسی طرح وہ متفق علیہ اور (مسلمانوں میں) مشہور و معروف امور (اگرچہ ضروریاتِ دین کے مرتبہ کو نہ پہنچے ہوں مگر) ان پر حدیث و قرآن کی نص صریح موجود ہو، مثلاً بیع و شرا کا حلال (اور سود کا حرام) ہونا، ان کا منکر بھی صحیح تر قول کے مطابق کافر ہے، اس لئے کہ اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہے، مگر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس صورت میں منکر کی تکفیر نہ کی جائے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ اس شخص کو قرآن و حدیث کی وہ نصوص معلوم نہ ہوں۔

۳: اور ان مجمع علیہ مشہور و معروف امور کے منکر کے کافر ہونے میں تردد ہے جن پر قرآن و حدیث کی نص صریح موجود نہ ہو، بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایسے مجمع علیہ امور کے منکر کو بھی کافر کہا جائے، اس لئے (کہ اگرچہ نص صریح موجود نہیں مگر) ان کا دین ہونا مشہور و معروف ہے، لیکن بعض علماء کا قول ہے کہ ایسے امر مجمع علیہ کے انکار پر تکفیر نہ کی جائے اس لئے کہ ممکن ہے اس شخص کو اس شہرت کا علم نہ ہو۔

۴: اور وہ امر مجمع علیہ جو مخفی ہوں کہ اس کو صرف ''خواص اہل علم'' ہی جانتے ہوں (عام لوگ اس سے واقف نہ ہوں) مثلاً حج میں وقوف عرفات سے پہلے ''جماع'' کر لینے سے حج کا فاسد ہو جانا (ایسے امر مجمع علیہ کا منکر کافر نہیں ہوتا) اگرچہ اس مسئلہ میں نص شرعی موجود بھی ہو، مثلاً حقیقی بیٹی کے موجود ہوتے ہوئے پوتی کے چھٹے حصے کے وارث ہونے کا استحقاق، چنانچہ ''بخاری'' کی صحیح حدیث میں آتا ہے کہ خود حضور ﷺ نے مذکورہ پوتی کے وارث ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے، (مگر چونکہ امر مخفی ہے اس لئے مجمع علیہ ہونے کے باوجود اس کا منکر کافر نہ ہوگا)

۵: اسی طرح اگر کوئی شخص (دینی امور کے علاوہ) کسی امر دنیوی متفق علیہ امر کا انکار کرے، مثلاً دنیا میں ''بغداد'' کا وجود تو اس کا منکر بھی کافر نہ ہوگا۔

ف صاحب ''تحریر الاصول'' کے بیان کے مطابق ''مجمع علیہ'' (متفق علیہ) امور پانچ قسم کے ہیں: ۱- [illegible] مشہور و معروف اور یقینی ہوں [illegible] ۲- وہ مشہور و معروف [illegible] ہوں مگر منصوص نہیں ہوں۔ ۳- وہ مشہور و معروف [illegible] ۴- وہ مخفی امور جن کو صرف اہل علم ہی جانتے ہیں اگرچہ منصوص ہوں۔ ۵- دنیوی امور [illegible]

امام شعرانی رحمۃ اللہ "یواقیت" میں فرماتے ہیں:

"کتاب الدین میں امام ابن ہمام رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ کسی کے مذہب سے جو امر لازم آئے وہ اس کا مذہب نہیں ہوتا اور محض کفر کے لازم آنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ لازم آ جانا اور بات ہے اور اس کا التزام (اختیار) کرنا اور بات ہے لیکن "مواقف" کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ (لزوم کفر کا کفر نہ ہونا) اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس صاحب مذہب کو اس لازم آنے کا اور اس کے کفر ہونے کا علم نہ ہو (اور اگر وہ جانتا ہے کہ میرے مذہب پر یہ لازم آتا ہے اور یہ کفر ہے اس کے باوجود وہ اس پر قائم ہے تو یقیناً کافر ہو جائے گا اس لئے کہ رضا بالکفر کفر ہے) اس لئے کہ صاحب "مواقف" کے الفاظ یہ ہیں۔

"من یلزمہ الکفر ولا یعلم بہ لیس بکافر"

ترجمہ: "جس کو کفر لازم آ جائے اور اس کو اس کا علم نہ ہو وہ کافر نہیں ہے۔"

اس کے مفہوم سے صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ جانتا ہے تو کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر کفر کو اختیار کر لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

"کلیات ابوالبقاء" میں فرماتے ہیں:

"(کسی کے قول سے) ایسے کفر کا لازم آنا بھی کفر ہے جس کا کفر ہونا (سب کو) معلوم ہو اس لئے کہ جب (لازم اور اس کو) لزوم ظاہر و واضح ہو تو پھر وہ التزام (جان بوجھ کر اختیار کرنے) کے حکم میں ہے، نہ کہ لاعلمی میں لازم آنے کے حکم میں۔"

مصنف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "مواقف" کی (مذکورہ بالا) عبارت میں لازم کے کفر ہونے کو جاننے کی قید نہیں ہے، اس میں تو صرف اتنا ہے کہ لازم آنے کو جانتا ہو۔ (یعنی امام شعرانی رحمۃ اللہ نے "لازم کے کفر ہونے کا علم" از خود اضافہ فرمایا ہے، صاحب "مواقف" کی عبارت سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ لاعلمی میں جو کفر لازم آ جائے وہ کفر نہیں ہے)

ضروریات دین میں تاویل بھی کفر ہے، بلکہ تاویل انکار سے بھی بڑھ کر۔

مشہور محقق حافظ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ الوزیر الیمانی اپنی کتاب "ایثار الحق علی الخلق" میں ص ۴۲۱ پر فرماتے ہیں:

"اس لئے کہ ضروریات دین کا انکار یا ان میں تاویل کرنا کفر ہے۔"

اسی کتاب کے ص ۴۳۰ پر فرماتے ہیں:

(انسانی ذہن وفکر کا) اختراع کردہ (اور ساختہ پرداختہ طریق کار، لہٰذا اس میں کسی انسانی عقل وقیاس کو دخل اندازی کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی) اور اسی لئے جو شخص (کسی بھی وجہ سے) اس کے کسی بھی رکن کا انکار کرے، وہ کافر ہے، اس لئے کہ اس کے تمام ارکان قطعی اور یقینی طور پر معروف و متعین ہیں تو ایسی صورت میں شریعت کسی امر باطل کو اس کے بطلان پر متنبہ کئے بغیر علی الاعلان اور بار بار ذکر نہیں کر سکتی، خاص کر وہ امر جس کو یہ (منکرین) باطل نام رکھ رہے ہیں، وہی امر کتاب اللہ کی تمام آیات اور دوسری تمام کتب سماویہ میں مذکور ومعروف ہے، اور کتاب اللہ کی کوئی آیت اس کے مخالف ومنافی بھی نہیں کہ تطبیق وتوفیق (اور رفع تعارض) کی غرض سے اس میں تاویل کی صورتیں پیدا کی جائیں''۔

فرقہ باطنیہ کی تاویلیں: محقق موصوف ''تاویلات باطلہ'' کے ذیل میں ص:۱۲۹ اور ۱۳۰ پر فرماتے ہیں:

''تاویل کی حیثیت سے، مذاہب باطلہ میں سب سے زیادہ فحش اور سب سے زیادہ مشہور فرقہ باطنیہ (قرامطہ) کا مذہب ہے، جنہوں نے اثبات توحید اور تقدیس وتنزیہ کے نام سے تمام (صفات الٰہیہ) اور اسماء حسنیٰ الٰہیہ کی عجیب عجیب (مضحکہ خیز) تاویلیں کر کے اللہ تعالیٰ کی ان تمام صفات واسماء کی نفی اور انکار کر دیا اور دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ پر ان اسماء وصفات کے اطلاق سے تشبیہ لازم آتی ہے (اور اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق سے تشبیہ دینا شرک ہے) اور اس سلسلہ میں اس قدر حد سے بڑھے اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ کہنے لگے: ''اللہ تعالیٰ کو نہ موجود کہا جا سکتا ہے اور نہ معدوم'' بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ ''اللہ تعالیٰ کو الفاظ وحروف سے تعبیر بھی نہیں کیا جا سکتا'' اور تمام اسماء حسنیٰ جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویل یہ کی کہ ان سے مراد (اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ) ان کا ''امام وقت'' ہے اور اسی کا نام ان کے نزدیک ''اللہ'' ہے اور لا الہ الا اللہ (کلمہ توحید میں بھی) ''اللہ'' سے مراد ''امام زمان'' ہے (نعوذ باللہ من شرور النسیم)[1] فرماتے ہیں:

''ان کا یہ عقیدہ حد تواتر کو پہنچ چکا ہے اور میں نے بچشم خود ان کا یہ عقیدہ ان کی بے شمار کتابوں میں دیکھا ہے جو ان کے ہاں متداول اور دستیاب ہیں، یا ان کے کتب خانوں خزانوں اور ان قلعوں کے اندر پائی گئی ہیں جن کو بزور شمشیر مسخر کیا گیا، یا طویل محاصروں کے بعد فتح کیا گیا یا جو ان میں سے بعض کے ہاتھوں سے فرار ہوتے وقت چھینی گئیں، یا خفیہ مقامات پر چھپی ہوئی ملی ہیں، جن کو انہوں نے اپنے عقائد کے طشت از بام ہونے کے خوف سے چھپا دیا تھا، پس جیسا کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ

---

[1] ہمارے زمانہ میں بھی ایک زندیق نے بھی اپنی تصانیف میں لکھ دیا ہے کہ ''اطیعوا اللہ'' سے مراد ''مرکز ملت'' یعنی حاکم وقت ہے۔ یہی ہے ''اسی کو کہتا ہیں اسی کے گن گاتے ہیں''۔

جو عقائد سے متعلق ہیں (ان کو تو ہم علیٰ حالہٖ رہنے دیں گے اور) جو ان میں خود ساختہ تعبیرات کو بالکل ترک کر دیں گے اور احتیاطاً توقف کا مسلک اختیار کریں گے، اس لئے کہ ان میں عمل کا تو سوال ہی نہیں کہ ان کے متعین معنی کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہو (پھر تفسیر کی ضرورت کیا؟) جس طرح قرآن میں وارد ہوا، اسی طرح ہم ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو بھی ان کی مراد ہے برحق ہے اگرچہ ہمیں اس کا علم نہ ہو) اور اگر گمراہی کا خطرہ نہ ہو (اور عمل سے اس کا تعلق ہو) تو ہم ظن غالب پر عمل کریں گے (یعنی ظن غالب سے ان کے معنی و مراد کو متعین کر کے ان پر عمل کریں گے) اس لئے کہ عملیات میں ظن غالب ہی معتبر ہے اور باجماعِ امت ظن غالب پر عمل کرنا واجب یا جائز ہے۔"
واللہ الهادی والموفق!

دین اسلام عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر ہے: — اسی کتاب کے ص ۱۱۶ پر فرماتے ہیں:

"دوم یہ کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اس دین کی جو قطعی طور پر معلوم و معروف ہے، مخالفت کرے اس کو "کافر" کہا جائے گا، اور اگر وہ دین میں داخل (اور مسلمان) ہونے کے بعد (اس مخالفت کی بنا پر) دین سے نکلا ہے تو اس کو "مرتد" کہا جائے۔ اور اگر دین انسان کی (عقل وقیاس اور) نظر وفکر سے ماخوذ ہوتا (یعنی عقل انسانی دین کی مدون ہوتی) تو اس کا منکر کافر نہ ہوتا، اس لئے کہ اس صورت میں دین کو تجویز کرنے والی بھی عقل انسانی ہوتی اور مخالفت کرنے والی بھی عقل انسانی، اور ایک عقل انسانی کو دوسری عقل انسانی پر کوئی فوقیت اور اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں کہ اس کا مخالف مرتد اور واجب القتل ہو) لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایک کامل و مکمل اور محکم و پختہ (عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر) دین لے کر دنیا میں تشریف لائے ہیں، اور یہ کہ کسی شخص کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بعد اس دین پر نکتہ چینی اور حرف گیری کی (چہ جائیکہ ترمیم و تنسیخ یا نظر ثانی کی) ہمت کرے۔ اور آپ کے دین کو کامل بنانے کا نام لے۔" ❶

موجبات کفر میں تاویل تکفیر سے مانع نہیں: — اسی کتاب کے ص ۱۵۱ پر فرماتے ہیں:

"یاد رکھو! دراصل کفر کا مدار "عمداً تکذیب" (جھٹلانے) پر ہے خواہ معروف و مشہور کتب الٰہیہ میں سے کسی کتاب کی تکذیب ہو، خواہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی و رسول کی تکذیب ہو، خواہ اس دین و شریعت کی تکذیب ہو، جس کو وہ لے کر دنیا میں آئے، بشرطیکہ وہ امر دین جس کی تکذیب کی گئی ہے، اس کا ضروریات دین میں سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہو اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں

---

❶ اس زمانہ میں جو لوگ اسلام کی "تعبیر نو" کے نام سے دین میں ترمیم کر رہے ہیں وہ اس کا مصداق ہیں۔

کہ یہ عمداً تکذیب یقیناً کفر ہے، اور جو شخص اس کا مرتکب ہو کر وہ ذی ہوش، عاقل و بالغ انسان ہے اور حواس باختہ (دیوانہ و پاگل) یا مجبور و مضطر نہیں ہے تو یقیناً کافر ہے، اور اس شخص کے کافر ہونے میں بھی کوئی اختلاف نہیں جس نے کسی مجمع علیہ اور بدیہی طور پر معلوم و معروف امورِ دین کے انکار پر تاویل کا پردہ ڈالا ہوا ہو، ورآنحالیکہ اس میں تاویل ممکن نہ ہو، جیسے کہ محمد ''قرامطہ'' نے کیا ہے۔''

زیرِ بحث مسئلہ میں ''القواصم والعواصم'' کے اہم ترین اقتباسات ـــــ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: انہیں محقق محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی کی دوسری کتاب ''القواصم والعواصم'' سے ہم زیرِ بحث مسئلہ پر چند اقتباسات پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں، نیز فرماتے ہیں: محقق موصوف نے (علاوہ ان اقتباسات کے جو ہم پیش کر رہے ہیں) اسی کتاب کے جزءِ اول کے اندر بھی مذکورہ ذیل عنوان کے تحت تکفیر کا مسئلہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

''الفصل الثالث: الاشارة الی حجة من کفر هؤلاء وما یرد علیها۔''

ترجمہ: ـــــ ''تیسری فصل، ان لوگوں کے دلائل اور ان پر وارد ہونے والے شکوک و شبہات کی جانب اشارہ جو ان لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔''

فرماتے ہیں: اور غالباً ''الوهم الخامس عشر'' کے تحت اس کا تذکرہ کیا ہے، نیز محقق موصوف نے بیہقی کی کتاب ''الاسماء والصفات'' کے حوالے سے خطابی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نہایت مفید اور اہم تحقیق بھی نقل کی ہے، جو خطابی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری کتاب ''معالم السنن'' کی مراد کو واضح کرتی ہے، اور ''مسئلہ تقدیر'' کے تحت ''الاسماء والصفات'' کے حوالے سے گزر چکی ہے۔

جو تاویل عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہ میں مسموع نہ ہو وہ معتبر نہیں: ـــــ محقق موصوف ''جزءِ ثالث'' کے شروع میں فرماتے ہیں:

''دوسری دلیل یہ ہے اور یہی صحیح اور لائق اعتماد ہے کہ عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہ میں ان نصوص (اور آیات) کی کثرت، اور بار بار ان کی تلاوت کا اس طرح اعادہ کہ نہ ان میں کوئی تاویل کسی سے سنی گئی، اور نہ کسی نے ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنے سے کسی ناواقف شخص کو منع کیا، یہاں تک کہ عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہ (اسی طرح) گذر جاتے ہیں، یہ (تواترِ معنوی) ان نصوص (اور آیات) کے مؤوّل نہ ہونے کے تیقن کی (نہایت قوی) دلیل ہے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ بھی اسی دلیل کی جانب اشارہ کرتی ہے:

''ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔'' (الاحقاف ۴)

ترجمہ: اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کوئی علم جو منقول چلا آتا ہو مفید یقین لاؤ اور
اس (اپنے دعوے) کا ثبوت دو۔"

(معلوم ہوا کہ دعوے کی صحت کا ثبوت انہی دو چیزوں سے پیش کیا جا سکتا ہے)

فرماتے ہیں:

""اس مقام پر غور و تامل کرنے والے کے لئے اس مسئلہ (تکفیر) اور اعتقادات کی بحث میں مبتدعین کے عقائد باطلہ کی بیخ کنی کرنے کے لئے یہ دلیل (تواتر) کس قدر قوی اور شاندار دلیل ہے، اس لئے کہ عادۃً یہ ممکن نہیں کہ جو (معنی) معتزلہ قائل تراش لیتے ہیں اس کے اظہار و بیان پر اتنے زمانہ بیت جائیں اور گزر جائیں اور اس کی ضرورت بھی موجود ہو (جو معتزلہ ذکر کرتے ہیں) اور کوئی بھی اس تاویل کا ذکر نہ کرے خواہ اس کا ذکر واجب ہو خواہ مستحسن ہو (یعنی تاویل ضروری ہو یا جائز)۔"

ایک اعتراض اور اس کا جواب: محقق موصوف فرماتے ہیں:

""امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المحصول" کے مقدمہ میں جہاں لغات کی بحث کی ہے اسی مسئلہ پر بھی ایک طویل و بسیط بحث کرتے ہیں کہ "سمعی دلائل کا یقین کے لئے مفید ہونا ممنوع ہے۔" اس لئے کہ مفرد الفاظ اور ان سے مرکب جملوں میں از روئے لغت اشتراک، مجاز، حذف وغیرہ مختلف احتمالات کا امکان موجود ہوتا ہے (اور احتمال یقین کے منافی ہے) نیز فرماتے ہیں کہ ان احتمالات کے نہ ہونے کی اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ تلاش و جستجو کے باوجود وہ احتمالات نہ پائے جائیں (اور کسی چیز کا نہ پایا جانا) یہ دلیل ظنی ہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں وہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے متعلق (عامل) کے بارے میں کثرت اختلاف کا ذکر کرتے ہیں اور یہ کثرت اختلاف ظاہر ہے کہ یقین کے منافی ہے (لہذا ثابت ہوا کہ دلائل سمعیہ مفید یقین نہیں ہو سکتے) اس کے بعد امام رازی رحمہ اللہ خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں یقین کے مقامات میں یقین ان قرائن پر ہوتا ہے جو قصد متکلم پر اضطراری طور سے دلالت کرتے ہیں (یعنی سننے والے کو ان قرائن کی بناء پر بے اختیار قصد متکلم کا یقین ہو جاتا ہے اور کوئی احتمال باقی نہیں رہتا) اسی کے ساتھ مواضع یقین میں الفاظ کے معنی کا تواتر (یعنی کسی لفظ کا کسی معنی میں تواتر کے ساتھ استعمال ہونا) بھی یقین کے لئے مفید ہوتا ہے (اور تواتر دلائل قطعیہ میں سے ہے) لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ دلائل سمعیہ کا یقین کے لئے مفید ہونا ممنوع ہے۔"

محقق موصوف فرماتے ہیں:

""امام رازی رحمہ اللہ کا یہ بیان اس تحقیق کی تائید کرتا ہے جو میں آیات متشابہات کے ذیل میں ذکر کر آیا

ہوں، اور اگر ایسا نہ ہو (یعنی دلائل سمعیہ کے مفید یقین نہ ہونے کو مان لیا جائے) تو دشمنانِ اسلام اور ملحدین کو مسلمانوں کے نسبت سے عقائد سمعیہ میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کرنے اور رخنہ اندازی کرنے کا پورا پورا موقع مل جائے گا (اور مسلمانوں کا کوئی عقیدہ بھی محفوظ نہ رہے گا) فرماتے ہیں: اس کی تائید بعض معتزلہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ "جو یقین حاصل دلیل ضروری (قطعی) ہوتی ہے" معتزلہ کا یہ قول نہایت معقول ومدلل ہے لیکن اس کے بیان کا یہ محل نہیں ہے۔"

شریعت کا ہر قطعی امر "ضروری" ہے: اسی جزء ثالث کے وسط میں بیان کرتے ہیں

"دوسری وجہ: اور یہی درست اور قابل اعتماد ہے۔ یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک تکفیر (یعنی کسی موجب کفر قول یا فعل کی بناء پر کسی کو کافر کہنا) قطعی مسائل ہے۔ (یعنی یقینی طور پر صاحب شریعت سے اس کا ثبوت ہونا ضروری ہے) اور صحیح یہ ہے کہ شریعت کا ہر قطعی اور یقینی امر "ضروری" ہے (یعنی ان ضروریاتِ دین میں سے ہے جن کے دین ہونے کو ہر خاص و عام بخوبی یقینی طور پر جانتا ہے)۔"

تواتر معنوی حجت ہے: محقق موصوف اس موضوع پر کافی اوراق پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"چوتھی دلیل یہ ہے کہ دلائل سمعیہ (نصوص قرآن وحدیث) اللہ تعالیٰ کے تمام مخلوق کو ہدایت کر دینے کی قدرت پر اپنے مدلول پر یقینی طور پر دلالت کرتے ہیں (جس سے ہر خاص وعام کو یقین حاصل ہو جاتا ہے) کہ ان میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی، دو وجہ سے، ایک تو وہی جس کا تذکرہ اس سے پہلے آ چکا ہے کہ مثبت اور نفی میں ان تمام صفات الٰہیہ کی آیات میں تاویل ممنوع ہے۔ دوسرے نبوت اور عہد صحابہ میں خواص وعوام میں شائع وذائع رہیں حتی کہ وہ عہد جو حق عادۃً طور پر عہد ہدایت اور مہمات دین کے بیان کا زمانہ ہے، گزر گیا، اور ان آیات میں کوئی تاویل نہیں کی گئی، اور نہ ہی ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنے سے کوئی ممانعت کی گئی (یہ صورت حال اس امر کی دلیل ہے کہ ان آیات میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی، اور ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنا واجب ہے) اس لئے کہ (اگر کوئی تاویل ہوتی اور ظاہری معنی پر اعتقاد ممنوع ہوتا تو) عادۃً یہ ضروری تھا (کہ اس عہد ہدایت میں اس کا ذکر ہو) اگرچہ مقام ضروریات کی حد نہ ہو، جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔"

ہر امر قطعی کے لئے ضروری (متواتر) ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور ہمارا بیان اس سے بھی زیادہ معقول وجیدہ ہے جو محقق موصوف نے جزء اول کے آخر میں بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

ظاہری معنی پر ہے (اس میں کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی)

یہ اصول جو میں نے بیان کیا، اس کو اچھی طرح سمجھ لو، ہر اس امر کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اس قدر مشہور و معروف رہا ہو کہ اس کی شہرت حد تواتر کو پہنچ چکی ہو، اور اس کی کوئی تاویل قطعاً مذکور نہ ہو، (وہ اپنے ظاہری معنی پر ہے، اس کی کوئی تاویل مسموع نہیں ہو سکتی اور اس کا منکر اگرچہ متأول ہو کافر ہے)۔"

مثال: تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر کسی تاویل کے شائبہ کے "کلام" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور (اس لئے) وہ "متکلم" ہے، لہٰذا جس شخص کا یہ قول ہے (کہ "کلام" اللہ کی صفت نہیں، یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں) علماء نے علانیہ اس کی تکفیر کی ہے، خواہ اس اعتقاد کی بناء پر کہ یہ (قول) ان آیات کی تکذیب کرتا ہے (جن سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفت "کلام" ثابت ہوتی ہے) یا اس بناء پر کہ اس قول سے ان آیات کی تکذیب لازم آتی ہے (یعنی عمداً ان آیات کی تکذیب کی ہے یا اس قول سے تکذیب لازم آگئی) اور یہ دونوں امر (یعنی التزام کفر اور لزوم کفر) موجب تکذیب ہیں۔

احتیاط: نیز فرماتے ہیں کہ جو لوگ قرآن کو "قدیم" نہیں مانتے وہ بھی اس کو "حادث" کہنے سے اجتناب کرتے ہیں، جیسے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق جمہور علماء "سلف" میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ (حالات) میں ان سے ایک روایت ذکر کرتے ہیں، اور اسی طرح تمام حنفی علماء اہل سنت کی جانب بھی اس کو منسوب کیا ہے کہ وہ جیسے قرآن کو "قدیم" نہیں مانتے "حادث" بھی نہیں کہتے، (بلکہ توقف کرتے ہیں) اور یہی مسلک مصنف "سلف" نے اپنے لئے پسند کیا ہے۔

معتزلہ، شیعہ وغیرہ کا مسلک تکفیر کے بارے میں: اس لئے کہ اس سے پہلے آچکا ہے کہ معتزلہ، شیعہ اور ان کے علاوہ امت کے دوسرے فرقوں کے نزدیک تکفیر (کسی کو کافر کہنے) میں یقین (ہونا) شرط ہے، اس شخص کے حق میں جو کفر کا حکم بالیقین چاہتا ہے، ایسا ہی ہونا بھی چاہئے (کہ کفر کا یقین ہوئے بغیر کسی کو کافر نہ کہے)

تو اس شخص سے یہ کہا جائے کہ (تکفیر کے بارے میں) یقین قطعی کا مرتبہ چھوڑ کر گمان کا وہ مرتبہ جس میں واضح مآل رجحان (یعنی ظن غالب) موجود ہو کیوں نہ اختیار کر لیا جائے (یعنی کسی کو کافر کہنے میں یقین کے بجائے ظن غالب پر کیوں نہ اکتفاء کر لیا جائے) اور ظن غالب پر عمل تو صرف قطعی اور یقینی دلیل سے ہی ممنوع ہوتا ہے (یعنی اگر ظن غالب کے مقابلہ میں کوئی قطعی دلیل موجود ہو تو بے شک ظن غالب پر عمل ممنوع ہوتا ہے اور کوئی قطعی دلیل ظن غالب کے خلاف ہے نہیں، پھر ظن غالب پر

فر ہے (کہ یہ کفر وجحود وعناد ہے) گویا کہ تین چیزوں کا بدیہی اور یقینی علم ہونا ضروری ہے۔

اوّل: اس امر کے ضروریات دین میں سے ہونے کا۔

دوم: اس شخص کے اس امر کو ضروری جاننے کا۔

سوم: اس شخص کے متعلق (ہمارا) علم اور جس شخص کے متعلق ہمارا گمان غالب ہو کہ جن امور کو ہم یقینی طور پر ضروریات دین میں سے جانتے ہیں۔

یہ شخص اس سے ناواقف ہے (کہ یہ ضروریات دین ہیں) ایسے شخص کی تکفیر میں بہت زیادہ اختلاف ہے (جو لوگ جہل کو عذر قرار دیتے ہیں اور تکفیر صرف جحود وعناد پر کرتے ہیں، وہ کافر نہیں کہتے ۔اور جو لوگ کفر عناد اور کفر جہل کو یکساں کہتے ہیں وہ کافر کہتے ہیں (مصنف مذکور فرماتے ہیں) بہتر یہی ہے کہ اس شخص کی تکفیر نہ کی جائے فرماتے ہیں: مسئلہ صفات کے آخر میں اس کی تحقیق گزر چکی ہے"

مصنف نور اللہ مرقدہ کی رائے:

حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ رسالہ ہذا میں فرماتے ہیں جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی بھی امر کو ٹھکرا دیا اور رد کیا، درآنحالیکہ اس کو بتلا دیا گیا ہو (کہ یہ ضروریات دین میں سے ہے) تو وہ شخص کافر ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے، اگرچہ بتلانے والوں کی تعداد واحد تواتر کو نہیں پہنچی گویا مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک صرف اس امر کے ضروریات دین میں سے ہونے کا علم حد تواتر تک پہنچا ہوا ہونا کافی ہے ،بالفاظ دیگر تین بدیہی اور یقینی علموں کے بجائے صرف ایک امر کا بدیہی اور یقینی علم کافی ہے) ہاں امر غیر متواتر کا انکار کفر نہ ہوگا۔ لیکن اس رد اور انکار کرنے والے کے ساتھ کافروں کا سا معاملہ کیا جائے گا ۔عہد نبوت میں کسی شخص پر حجت قائم کرنے کے بارے میں اسی پر عمل تھا۔ اور اگر وہ منکر یہ بہانہ کرے کہ: "خبر واحد ہونے کی وجہ سے مجھے اس میں تردد ہے" تو اس پر غور کیا جائے گا (اور اس عذر کی صحت کی تحقیق اور ازالہ کی کوشش کی جائے گی) ورنہ تو جس طرح کفر کی تقسیم: کفر جہل اور کفر عناد کی طرف (اور اس کی تحقیق کہ کس کا کفر، کفر جہل ہے اور کس کا کفر، کفر عناد ہے) آخرت کے حوالے اور اللہ کے سپرد ہے (احکام دنیا کے اعتبار سے دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ دونوں کافر ہیں) اسی طرح منکر (کے معاملہ کو بھی) آخرت کے حوالہ اور اللہ کے سپرد کیا جائے گا (اور دنیوی احکام کے اعتبار سے کافر کہا جائے گا) جیسا کہ وہ شخص جس نے کفر کے ماحول میں نشوونما پایا ہو اور ہوش سنبھالا ہو، ہم اس پر کفر کا حکم لگائیں گے۔ اگرچہ اس کا یہ کفر جہل پر مبنی ہے نہ کہ جحود وعناد پر اسی طرح مذکورہ بالا صورت میں بھی اس کو کافر کہیں گے (اور لاعلمی کے عذر کا لحاظ نہ کریں گے)۔ فرماتے ہیں: اس تحقیق اور فرق کو خوب اچھی طرح سمجھ لو اور یاد رکھو! اس لئے کہ جس شخص نے شریعت کے کسی بھی متواتر عمل کو قبول نہیں کیا وہ

ہمارے اعتبار سے اور ہمارے حق میں کافر ہے، بالکل ایسے ہی جیسے وہ شخص جو ابھی تک اسلام میں داخل ہی نہ ہوا ہو، اگرچہ از راہ عناد نہ کیا (تاہم وہ کافر ہے اس لئے اس نے اسلام کو قبول نہیں کیا) اور (یہ ایک شخص کا معاملہ) ایسا ہی ہے جیسے کسی کو ایک نبی ایمان کی دعوت دے اور وہ قبول نہ کرے، اور اپنے اصلی کفر پر قائم رہے، اگرچہ از راہ عناد نہ ہو (تب بھی وہ کافر ہے) لہٰذا کفر کا مدار اس پر ہے کہ شریعت کے متواتر امور میں سے کسی بھی امر متواتر پر ایمان نہ لانا اور اس سے دور رہنا پایا جائے خواہ وہ واقفیت کی بنا پر ہو خواہ تحور کی بنا پر، خواہ عناد کی بنا پر۔

نبی کی تکذیب عقلاً قبیح ہے اور موجب کفر: ...... مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اتحاف'' کے مصنف نے ج ۲ ص ۱۲۰ پر بیان کیا ہے کہ:

نبی کی بعثت اور دعوت و تبلیغ کی تکذیب و انکار از روئے عقل قبیح ہے، لہٰذا یہ کفر عقلی قبح کے تحت داخل ہے، نہ کہ شرعی قبح کے تحت۔ (یعنی کسی نبی کی نبوت اور دعوت و تبلیغ کا انکار عقلاً قبیح اور موجب کفر ہے، اس کے لئے کسی شرعی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے) مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ بہت اچھی اور مفید تحقیق ہے۔ ''مسایرہ'' میں بھی ج ۱ ص ۶۰ طبع جدید مصر پر عقلی حسن و قبح کے تحت ایک نہایت کارآمد تحقیق بیان کی ہے کہ اگر (تصدیق و تکذیب انبیاء میں) حسن و قبح عقلی کا اعتبار نہ ہوگا تو انبیاء کو لاجواب کر دینے (کے امکان) کا الزام عائد ہوگا۔ رکن اول، اصل دہم کے ذیل میں بھی کچھ اس کا بیان موجود ہے۔ یہی ''ماتریدیہ'' اور اکثر ''اشعریہ'' کا مذہب ہے۔ ❶

تاویل و تجوز کا ضابطہ: ...... حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ''بدائع الفوائد'' میں فرماتے ہیں:

''قرآن و حدیث کی کسی بھی نص صریح میں مجاز و ''تاویل'' کی مطلق گنجائش نہیں ہوتی۔ مجاز و تاویل کا دخل صرف انہی ظاہری نصوص میں ہوتا ہے جن میں مجاز و تاویل کا احتمال اور گنجائش ہو، فرماتے ہیں اس سلسلہ میں ایک نکتہ ضرور سمجھ لینا چاہیے کہ کسی لفظ کا نص ہونا دو چیزوں سے پہچانا جاتا ہے، ایک تو یہ کہ اس لفظ کے لغوی معنی کے علاوہ اور کسی معنی کا از روئے لغت احتمال (امکان) ہی نہ ہو، مثلاً عشرہ کا لفظ (کہ دس کے لئے وضع کیا گیا ہے، نہ کم نہ زیادہ) دوسرے یہ کہ اس لفظ کے جتنے مواقع استعمال ہیں ان سب میں ایک ہی طریق پر ایک ہی معنی کے لئے استعمال ہوا ہو، ایسا لفظ اپنے اس متعارف معنی میں نص ہے، نہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے، نہ تجوز کی، اگرچہ کسی خاص محل استعمال میں اس کی گنجائش بھی ہو (لیکن تمام مواقع استعمال کے اعتبار سے ایک ہی معنی متعین ہوں تو اس خاص محل استعمال میں بھی گنجا

❶ شرح احیاء میں علامہ ابن ہمام سے منقول ہے کہ ان چیزوں میں جن میں سے ایک وصف ہے، حسن و قبح عقلی ہے [illegible] امام الاشعری کا مذہب بھی یہی ہے۔ مصنف

کیا جس سے کسی شخص کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو کسی اور شخص نے اس سے کہا "تو خدا سے نہیں ڈرتا" تو اس پر مارنے والے نے کہا "نہیں" (تو یہ شخص اس قول کی وجہ سے کافر ہو گیا یا نہیں؟) فرمایا: نہیں اس کو کافر کہا جائے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ کہے (کہ میری مراد تو یہ تھی کہ) خدا کا خوف اور تقویٰ اس میں ہے جو تم کر رہے ہو (یعنی خوف خدا و تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ میں اس شخص کو ماروں) اور اگر کسی معصیت کے ارتکاب کے وقت (مثلاً حرام کاری یا شراب خوری کے وقت) یہ کہا گیا کہ "تو خدا سے نہیں ڈرتا" اور اس نے کہہ دیا "نہیں" تو اس کو کافر کہا جائے گا، اس لئے کہ اس صورت میں وہ تاویل ممکن نہیں (جو پہلی صورت میں ممکن تھی یعنی کسی کو مارنا بعض اوقات تقویٰ کا تقاضہ ہو سکتا ہے مگر کسی معصیت کا ارتکاب کسی صورت میں بھی تقویٰ کا تقاضا نہیں ہو سکتا)۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "تاتارخانیہ" میں بھی محمد بن تمیم اور اس کی بیوی کے قصے میں یہی بیان کیا ہے۔

فرماتے ہیں "طبقات حنفیہ" میں محمد بن تمیم نے امام محمد رحمہ اللہ سے یہی روایت نقل کی ہے اور "حقائق" کا بیان "جو شرح منظومہ نسفی" کے بیان سے زیادہ لائق اعتبار ہے کہ "محض امکان تاویل کا اعتبار ہے" (قصد و ارادہ تاویل پر مدار نہیں) اس لئے کہ اس میں تو کوئی رکاوٹ ہی نہیں ہمارے مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور اس کے خیال میں "توریہ" کی کوئی صورت ہو (جس کو اختیار کرنے سے حقیقت میں کفر سے بچ سکتا ہو) اور اس کے باوجود اس "توریہ" کو اختیار نہ کرے اور کلمہ کفر بولے تو وہ کافر ہو جائے گا (اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر کلمہ کفر کہا اور اختیار کیا، وہ توریہ کر کے اس سے بچ سکتا تھا، یہ رضا بالکفر ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مشائخ (حنفیہ) بھی صرف امکان تاویل کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ایسے شخص کے حق میں بھی تاویل کے قصد و ارادہ کو مؤثر مانتے ہیں، اگر ایسا ہو تو حیلہ جوئی اور عذر تراشی سے تو کوئی بھی وجہ نہیں (حاصل یہ ہے کہ مستند علماء مشائخ صرف امکان توریہ پر ترک تکفیر کا مدار نہیں رکھتے بلکہ تاویل کے قصد و ارادہ کا بھی اعتبار کرتے ہیں، اگر توریہ کا قصد کرے تو کفر سے بچے گا ورنہ نہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص تاویل کا قصد کرے تو کفر سے بچے گا ورنہ نہیں، معلوم ہوا کہ محض امکان تاویل کافی نہیں، جیسا کہ "جامع الفصولین" سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ قصد تاویل بھی ضروری ہے، جیسا کہ "حقائق" کے بیان سے معلوم ہوتا ہے) چنانچہ "میزان الاعتدال" میں ج ۱ ص ۲۷۴ پر حکم بن نافع کے ترجمہ کے تحت قوی سند کے ساتھ یہ روایت ہے:

ہو جانے کا شبہ اس بنا پر ہو سکتا تھا کہ زکوۃ وصول کرنے کا حکم حضور ﷺ کو دیا گیا تھا، آپ کی وفات کے بعد وہ حکم ختم ہو گیا) دوسرے یہ کہ وہ لوگ بالکل جاہل اور احکام دین الٰہی سے قطعاً ناواقف تھے، نیز ان کو اسلام قبول کئے ہوئے زیادہ زمانہ بھی نہ گزرا تھا، یعنی بالکل نو مسلم تھے، اس لئے ان کے دلوں میں شکوک وشبہات کا پیدا ہونا قرین قیاس تھا، اس لئے ان کو معذور قرار دیا گیا، اس کے برعکس آج دین اسلام اور اس کے احکام اس قدر، عام اور شائع وذائع ہو چکے ہیں کہ (نہ صرف) مسلمانوں میں (بلکہ غیر مسلموں میں بھی) زکوۃ کے اسلام میں فرض ہونے کا علم شہرت اور تواتر کی حد کو پہنچ چکا ہے، یہاں تک کہ ہر خاص وعام اور ہر عالم وعامی یکساں طور پر اس کو جانتا ہے (کہ اسلام میں زکوۃ فرض ہے) لہٰذا اس زمانے میں اگر کوئی زکوۃ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہے ❶ اس کو کافر کہا جائے گا اور اس کی کوئی بھی تاویل یا عذر مسموع نہ ہوگا (اس لئے کہ ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی) یہی حکم ہر اس منکر کا ہے جو کسی بھی مجمع علیہ دینی امر کا انکار کرے، جس کا علم شہرت کی حد کو پہنچ چکا ہو مثلاً پنجگانہ نماز، ماہ رمضان کے روزے، غسل جنابت، حرمت زنا، حرمت شراب، حرمت ربوا، ابدی محرمات سے نکاح کی حرمت اور ان کے علاوہ اسی قسم کے دین کے مہمات احکام۔ الا یہ کہ منکر بالکل نو مسلم اور احکام اسلام سے بالکل ناواقف ہو، اور اپنی جہالت وناواقفیت کی بنا پر ان میں سے کسی حکم کا انکار کرے تو اس کو معذور سمجھا جائے گا، اور کافر نہ کہا جائے گا، اور ایسے نو مسلم (تازہ وارد دین اسلام) کے ساتھ قرون اولی کے جاہل ونو مسلم منکرین زکوۃ کا سا معاملہ کیا جائے گا (یعنی احکام اسلام سے واقف کیا جائے گا، پھر بھی اگر نہ مانیں تو اسلام سے خارج اور کافر قرار دیا جائے گا) بخلاف ان خاص خاص اجماعی مسائل واحکام کے جو مخصوص عنوانات کے ساتھ شریعت میں آئے ہیں، اور ان کا علم صرف علمائے دین تک محدود رہتا ہے، مثلاً پھوپھی یا خالہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی حقیقی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کا حرام ہونا یا عمداً قتل کرنے والے کا مقتول کی میراث سے محروم ہونا، یا (ماں نہ ہونے کی صورت میں) دادی کا چھٹے حصہ کا وارث ہونا، اور اسی قسم کے نظری مسائل واحکام ان میں سے کسی حکم کے انکار کرنے والے کو کافر نہ کہا جائے گا، (اور ناواقفی وناواقفیت پر محمول کیا جائے گا) اس لئے کہ یہ احکام ومسائل اس قدر معروف ومشہور نہیں کہ ہر عامی مسلمان ان سے واقف ہو۔"

---

❶ اس زمانہ کے وہ تجدد پرست اپنے اسلام وایمان کی فکر کریں جو اسلام کو زمانہ کے حالات سے ہم آہنگ کرنے کے عنوان سے دین میں لوچ پیدا کرنے اور تبدیلیاں کر کے اسلام کو نئے اور نئے زمانے کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اس دور میں حکومتیں لوگوں سے طرح طرح کے ٹیکس وصول کرتی ہیں اس لئے اس زمانے میں مالداروں پر زکوۃ فرض نہیں رہی۔ یا یوں کہتے ہیں کہ چونکہ اس زمانے میں دنیا میں تمام تجارتی کاروبار بینکوں کے ذریعہ ہوتا ہے اور بینکوں میں تجارتی سود چل رہا ہے۔ اس لئے تجارتی سود حلال اور جائز ہے قرآن نے جس سود کو حرام کیا ہے وہ صرف مہاجنی سود ہے وقس علی ذالک۔ از مترجم۔

رائے میں اس وقت مسلمانوں کے پاس ان مرتدین کے ساتھ جنگ کے لئے حربی طاقت نہ تھی، (اس لئے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صرف اقدام جنگ کے خلاف تھے، اختلاف ان کے مرتد ہونے یا نہ ہونے میں تھا بلکہ اس وقت جنگ کے قرین مصلحت ہونے یا نہ ہونے میں تھا)۔

علاوہ ازیں محب طبری کی "الریاض النضرۃ" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما گئے، تو عرب قبائل دین سے منحرف اور مرتد ہو گئے، اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم زکوۃ نہیں دیں گے، تو اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "بخدا! (اونٹ تو اونٹ) اگر یہ لوگ اونٹ کی ایک رسی بھی مجھ کو دینے سے انکار کریں گے تو میں اس پر بھی ان سے جنگ کروں گا۔" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: "اے رسول اللہ کے خلیفہ! (مصلحت وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ) آپ ان لوگوں کی دلجوئی فرمائیں، اور نرمی برتیں۔" تو اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بولے "اے عمر! کفر کے زمانے میں تو تم ایسے نڈر تھے، اور اسلام لانے کے بعد تم ایسے ڈرپوک بن گئے؟ سنو اے عمر! اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دین کی تکمیل ہو چکی، کیا میرے زندہ ہوتے دین میں کتر بیونت کی جا سکتی ہے؟ (ہرگز نہیں)۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ "سنن نسائی" میں بھی مذکور ہے، اس روایت سے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کو نہ ان کے مرتد ہونے میں کوئی تردد تھا اور نہ مسلمانوں کی حربی طاقت اور قوت مقاومت میں کوئی تامل تھا، بلکہ وہ) صرف تالیف قلب کی غرض سے جنگ کرنے کے خلاف تھے۔ ابن حزم نے بھی "ملل ونحل" میں ج:۲ ص:۷۹ پر اس سے بحث کی ہے، اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں ج:۶ ص:۱۳۰ پر ان مرتدین کے مختلف فرقے اور گروہ شمار کرائے ہیں، (جن میں کچھ مرتد تھے اور کچھ باغی، اور اسی پر اختلاف شیخین رضی اللہ عنہما کو مبنی قرار دیا ہے)

حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ "عمدۃ القاری" (شرح بخاری) میں ج:۴ ص:۳۷۲ پر مانعین زکوۃ سے جنگ کرنے کے بارے میں "اکلیل" کے حوالے سے حکیم بن عباد بن حنیف جو اس کے ایک راوی ہیں، کی مرفوع ❶ روایت نقل کرنے کے بعد اس حکیم کا قول نقل کرتے ہیں

"ما اری ابا بکر الا انہ لم یقاتلہم متاولا انما قاتلہم بالنص."

ترجمہ: "میری رائے میں ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے مرتدین سے جنگ کسی تاویل کی بنیاد پر نہیں کی ہے، بلکہ انہوں نے یقیناً نص قطعی کی بنا پر ان سے جنگ کی ہے۔"

---

❶ (۱) اس مرفوع روایت کے لئے "عمدۃ القاری" کے مذکورہ بالا حوالہ کی مراجعت کیجئے، حکیم کی مراد "نص" سے یہی مرفوع روایت ہے کہ اس میں تیسری مرتبہ کے انکار پر قتل کر دینے کا صریح حکم موجود ہے۔

الآثار" میں ج: ۲ ص: ۸۹ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے، جس کے بعض طرق "فتح الباری" میں باب "حد الخمر" کے ذیل میں ج: ۱۲ ص: ۶۰ پر، اور "کنز العمال" میں بھی مذکور ہیں۔ ❶

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"جس زمانہ میں یزید رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان شام کے امیر تھے، شام کے کچھ لوگوں نے یہ کہہ کر شراب پینی شروع کر دی کہ ہمارے لئے تو شراب حلال ہے، اور آیت کریمہ: "لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا۔" سے حلت خمر پر استدلال کیا، تو یزید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس فتنہ کی اطلاع دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً یزید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ: "اس سے قبل کہ یہ لوگ وہاں یہ گمراہی پھیلائیں تم انہیں (گرفتار کر کے) فوراً میرے پاس بھیج دو۔" جب یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے متفقہ طور پر عرض کیا: "اے امیر المومنین! ہماری رائے میں تو ان لوگوں نے (اس آیت کریمہ میں یہ تاویل کر کے) اللہ تعالیٰ پر بہتان لگایا ہے، اور انہوں نے اس چیز کو دین میں جائز و حلال بنایا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے ہرگز اجازت نہیں دی، لہٰذا یہ (مرتد ہیں) آپ رضی اللہ عنہ ان سب کو قتل کیجئے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر خاموش رہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: اے ابو الحسن! تمہاری کیا رائے ہے؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کو اس عقیدہ سے توبہ کرنے کا حکم دیں، اگر یہ توبہ کر لیں تو آپ رضی اللہ عنہ ان کو شراب نوشی کے جرم میں اسی اسی کوڑے (حد شرب خمر) لگائیں اور چھوڑ دیں، اور اگر یہ (اس عقیدہ سے) توبہ نہ کریں تو ان کو (کافر و مرتد قرار دے کر) قتل کر دیا جائے، اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے، اور دین میں اس چیز کو جائز و حلال ٹھہرایا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔" چنانچہ (اس رائے پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہو گئے اور) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو توبہ کرنے کے لئے حکم دیا، جب انہوں نے توبہ کر لی تو اسی اسی کوڑے (حد شرب خمر) ان کو لگائے۔"

اسی واقعہ سے متعلق حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الصارم المسلول" میں ص: ۵۳۳ پر فرماتے ہیں:

"تمام ارباب شوریٰ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء، کے اس فیصلہ پر متفق ہو گئے کہ ان لوگوں

---

❶ ... حضرت مصنف علیہ الرحمۃ حاشیہ میں "فتح الباری" ج: ۱۰ ص: ۴۵ سے "شرب خمر" (شراب نوشی) کے سلسلہ میں حسب ذیل مرفوع حدیث نقل فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے پہلی چیز جو اسلام (کے احکام) کو اس طرح الٹ کر رکھ دے گی جس طرح برتن کو الٹ دیا جاتا ہے وہ شراب ہے۔" عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا: "شراب کا نام کچھ اور رکھ دیں گے اور پھر اس کو حلال قرار دے لیں گے (اور حد سے بچ نکلیں گے)۔" اسی طرح آج کل تجارتی سود کا نام "منافع" رکھ کر سود کو جائز قرار دیا جا رہا ہے۔ مترجم۔

قرآن کی مراد منوانے پر بھی، جیسا کہ ہم نے تم کو مارا پیٹا ہے اس کے نزول کے منوانے پر۔"

ابو یعلیٰ نے بھی عبدالرزاق کے طریق سے اس روایت کی تخریج کی ہے، لیکن ابو یعلیٰ کی روایت میں "نحن قتلنا کم" کے بجائے "نحن ضربنا کم علی تاویله" ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ (ہم تم سے برابر لڑتے رہیں گے) یہاں تک کہ تم قرآن کی مراد یعنی معنی و مفہوم کو بھی تسلیم کرلو۔ نیز فرماتے ہیں: اس شعر کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن کے جو معنی و مراد ہم نے سمجھی اور جانی ہے، (اس کے منوانے پر) ہم تم سے لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ (تم بھی اسی معنی و مراد کو تسلیم کرلو جس کو ہم نے سمجھا اور مانا ہے اور) تم بھی اسی دین میں داخل ہوجاؤ جس میں ہم داخل ہوئے ہیں، (یعنی قرآن کو صرف کلام اللہ مان لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں، بلکہ اس معنی و مراد کو تسلیم کرنا بھی مسلمان ہونے اور قتل وقتال سے امان حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ جو تمام مسلمانوں نے سمجھی ہے اور جس پر امت کا اجماع ہے) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعر کے صحیح الفاظ حسب ذیل ہیں:

نحن ضربنا کم علی تاویله
کما ضربنا کم علی تنزیله

نیز فرماتے ہیں (خواہ "قتلنا" ہو، خواہ "ضربنا") دونوں کی مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی، (فرق صرف لفظوں کا ہے، معنی واحد ہیں) چنانچہ ابن حبان نے دونوں طریق پر اس روایت کی تخریج کی ہے، اگرچہ پہلے طریق (نحن قتلنا) پر یہ شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر صحیح ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت نص صریح ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے وہ معانی و مصادیق جن پر صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کا اجماع ہوچکا ہے، ان کو منوانے اور تسلیم کرانے پر بھی (منکرین سے) اسی طرح جنگ کی جائے گی جیسے قرآن کو کلام اللہ اور منزل من اللہ منوانے کے لئے (کفار سے) جنگ کی گئی ہے۔

قرآن وحدیث کے عرف اور متقدمین کی اصطلاح میں لفظ تاویل کے معنی

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اس روایت میں لفظ "تاویل" کے معنی "مراد" کے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحینؒ کے عرف میں لفظ "تاویل" اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی متعدد تصانیف میں، اور خفاجی نے "شفاء" کی شرح "نسیم الریاض" میں اس کی تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں: مزید تفصیل کے لئے ابوبکر جصاص کی "احکام القرآن" ج:۲ ص:۲۸۸ کی

مراجعت ضروری ہے۔ ❶

فرماتے ہیں: قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ "تاویل" "مراد اور مصداق" کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ آیت کریمہ: "یوم یاتی تاویلہ" میں تاویل کے معنی مصداق کے ہیں، اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے قول: "ذلک تاویل رؤیای" میں بھی تاویل کے معنی مراد و مصداق کے ہیں، یہ قرآن کا عرف اور استعمال ہے، اس لفظ "تاویل" کے معنی "صرف عن الظاهر" (کسی لفظ کو اس

---

❶ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے حاشیہ میں زیر بحث مسئلہ کی مزید مراجعت کے لئے امام جصاص کی کتاب "احکام القرآن" کے مذکورہ ذیل مقامات کی نشاندہی فرمائی ہے۔

۱۔ "ومن الناس من يجعلهم (اي اهل الاهواء الذين يكفرون بها) بمنزلة اهل الكتاب" (ج ۲ ص ۳۰)
ترجمہ: "بعض لوگ اہل اہواء (بدعت وغیرہ) کو، جن کی وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی ہے، ان کو بمنزلہ اہل کتاب قرار دیتے ہیں۔"

۲۔ "ذكره عن الكرخي وايده بما في الزيادات" (ج ۳ ص ۳۳۵)
ترجمہ: "یہ قول (ابوبکر جصاص نے) امام کرخی سے نقل کیا اور "زیادات" کے بیان سے اس کی تائید کی ہے۔"

۳۔ "وفي الآية دليل على ان من ظهر كفره نحو المشبهة ومن صرح بالجبر ... الخ. ولا يختلف في ذلك حكم من فسق او كفر بالتاويل او برد النص" (ج ۲ ص ۹۰) مهم غاية من مثله في الرتبة في تكفير بعض المتاولين
ترجمہ: "یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ جس شخص کا کفر ظاہر (واضح) ہو چکا جیسے مشبہ (فرقہ) یا وہ لوگ جو جبریہ عقائد کی تصریح (واعلان) کریں، اور اس مسئلہ میں ان لوگوں کا حکم جن کو کسی نص کی تاویل یا تردید (انکار) کی وجہ سے فاسق یا کافر قرار دیا گیا ہے ان سے مختلف نہیں ہے۔"

(حضرت شاہ صاحبؒ یہ عبارات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں) بعض تاویل کرنے والوں کی تکفیر کے بارے میں جن کو رتبہ میں مثال کے طور پر پیش کیا ہے (یہ بیان) انتہائی درجہ اہم ہے۔

۴۔ "وكذلك في ج ۲ ص ۳۶، وفي ج ۲ ص ۳۲ انه لا يشترط الانذار والتقدم بالقول في بعض. وقد انعقد الاجماع العملي انه لا يشترط في تبليغ المتواتر عدد التواتر في المبلغ بل اقامة الحجة كسائر المعاملات" (ج ۲ ص ۳۳۹)
ترجمہ: "ج ۲ ص ۳۶ اور ج ۲ ص ۳۲ میں بھی اسی طرح بیان کیا ہے کہ بعض (امور) میں خبردار کرنا اور پہلے سے کہہ دینا شرط نہیں ہے۔ اجماع اس پر منعقد ہو چکا ہے کہ کسی امر متواتر کی تبلیغ (منکرین تک پہنچانے) میں پہنچانے والوں کی تعداد کا متواتر ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ (دین کے) معاملات کی طرح دلیل قائم کر دینا (اتمام حجت کر دینا) شرط ہے۔"

۵۔ "وراجع بدائع الفوائد ج ۴ ص ۱۹۸" ترجمہ: "اور بدائع الفوائد ج ۴ ص ۱۹۸ کی بھی مراجعت کیجئے۔"

۶۔ "وما ذكره في مختلف الحديث ص ۲۴۰ غير جيد وما ذكره في ص ۹۰ احسنه" ترجمہ: "مختلف الحدیث ص ۲۴۰ کا بیان عمدہ نہیں ہے، ہاں ص ۹۰ کا بیان عمدہ ہے۔"

۷۔ "وذكر في ج ۱ ص ۵۲ كفر من طرق الى التلبيس في امر النبوة في قسم من السحر وانه مذهب الفقهاء وانه عليه تصديق الكاهن وهذا ينطبق على زنادقة اللاهور وقد بسطه" ترجمہ: "(ابوبکر جصاص نے) (ج ۱ ص ۵۲ پر) لکھتے ہیں، ان لوگوں کے کفر کو جو نبوت کے بارے میں تلبیس کا راستہ اختیار کرتے ہیں، سحر (جادو) کی ایک قسم میں ذکر کیا ہے اور کفر قرار دیا ہے) اور یہ کہ فقہاء کا مذہب یہی ہے اور اسی پر (مبنی) ہے کاہن (نجومی) کی تصدیق (کہ وہ بھی کفر ہے) (فرماتے ہیں) تکفیر کی یہ صورت لاہوری (احمدی) زنادقہ پر بالکل منطبق (چسپاں) ہے، امام جصاص رحمۃ اللہ نے اس کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔"

کے ظاہری معنی سے ہٹانے) کے نہیں ہیں، (جیسا کہ علم عقائد وکلام اور فقہا کی اصطلاح ہے، یعنی متقد مین لفظ تاویل کو اس معنی میں استعمال نہیں کرتے جس میں متاخرین اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں، یعنی کلام کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹادینا، بلکہ اسی مصداق ومراد کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن وحدیث میں جابجا اسی معنی میں استعمال ہوا ہے)۔

قرآن کی مجمع علیہ مراد ومعنی کا انکار قرآن کے انکار کے مرادف اور موجب کفر وقتل ہے

فرماتے ہیں: غرض یہ ہے کہ جو شخص (قرآن کریم کی کسی آیت) سلف کی تاویل کو۔ جسے متاخرین کی اصطلاح میں تفسیر کہتے ہیں۔ ترک کرے گا، یعنی نہ مانے گا وہ بغیر کسی فرق کے اسی طرح کفر وقتل کا مستحق ہے، جیسے نفس قرآن کو سرے سے ترک کرنے اور نہ ماننے والا (یعنی قرآن حکیم کی کسی آیت کا انکار جیسے موجب کفر وارتداد ہے، اور منکر مستحق قتل ہے، بالکل اسی طرح قرآن کے مجمع علیہ معنی ومراد کا انکار بھی موجب کفر وقتل ہے)

حنفیہ کی مشہور معروف کتاب ''بدائع'' میں ایک روایت مذکور ہے کہ:

''حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: تم قرآن کی مراد ومعنی (منوانے) پر ایسے ہی (منکرین سے) جنگ کرو گے جیسا کہ آج نزول قرآن (کے منوانے) پر (کفار سے) جنگ کر رہے ہو۔''

فرماتے ہیں: غالب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا اشارہ ''خوارج'' کی جنگ کی جانب ہے، (گویا یہ نبی ﷺ کی ایک پیش گوئی تھی جو ہو بہو پوری ہوئی)

چنانچہ امام طحاوی کے ''مشکل الآثار'' کے مختصر المعتصر ج:۱ص:۲۲۱ میں اسی حدیث پر مستقل باب قائم کیا ہے، باب ''قتال علی اهل الاهواء'' اور اس کے تحت اسی حدیث کی تخریج کی ہے۔ اسی طرح امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''خصائص علی'' میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح حاکم نے ''مستدرک'' میں اس حدیث کی تخریج کی ہے، اور کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین رحمہما اللہ (بخاری ومسلم) کی شرائط کے مطابق صحیح ہے اگرچہ انہوں نے اپنی کتابوں (صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں اس کا ذکر نہیں کیا، حافظ ذہبی نے ''تلخیص مستدرک'' میں اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا ہے، اور اس حدیث کا کچھ حصہ ''جامع ترمذی'' میں باب ''مناقب علی رضی اللہ عنہ'' ص:۵۳۳ پر بھی موجود ہے، ان حضرات کے ہاں یہ حدیث ذیل کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

''ان منكم من يقاتل على تاويل القرآن كما قاتلت على تنزيله فاستشرف لها القوم وفيهم ابو بكر و عمر رضی اللّٰه عنهما ، فقال ابو بكر : انا هو؟ قال : لا! قال عمر : هو؟ قال : لا! ولكن خاصف النعل يعنى عليا۔''

تیری (فتنہ انگیز) آنکھیں گردش کر رہی ہیں، تو ڈالتا (اور تجھے خارجی ہونے کی بنا پر حضور ﷺ کے حکم کے مطابق قتل کروا ڈالتا)۔" ابو عثمان نہدی کہتے ہیں:

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بصرہ والوں کو (یا کہا ہم بصرہ والوں کو) لکھ کر بھیجا کہ اس شخص کے ساتھ (میل جول اور) نشست و برخاست ہرگز نہ رکھیں (مجلسی بائیکاٹ کر دیں، اس لئے کہ یہ قرآن کی متشابہ، غیر واضح آیات کے معانی میں الجھا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے)، چنانچہ یہ حالت ہوگئی تھی کہ اگر یہ شخص آجاتا اور ہمارا سو آدمیوں کا مجمع بھی ہوتا تو سب کے سب منتشر ہو جاتے (اور اس سے بھاگتے جیسے جذامی وغیرہ متعدی امراض میں گرفتار بیماروں سے تندرست لوگ بھاگتے اور دور رہتے ہیں) اموی وغیرہ محدثین نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔"

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تو دیکھئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مہاجرین و انصار کے مجمع میں سب کے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ اگر (اس شخص میں) وہ نشانی موجود پاتے جو رسول اللہ ﷺ نے خوارج کی بیان کی ہے تو اس کو ضرور قتل کر دیتے، حالانکہ انہی عمر فاروق کو حضور ﷺ نے (خوارج کے سربراہ اول) ذوالخویصرہ کو قتل کرنے سے روکا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے فرمان مبارک: "**اینما ثقفتموھم فاقتلوھم**" (جہاں بھی ان کو پاؤ قتل کر ڈالو) کا مطلب یہی سمجھا تھا کہ (ان صفات سے موصوف خوارج کو) بلا تخصیص قتل کر دیا جائے اور یہ کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں ذوالخویصرہ سے درگذر کرنا صرف اس عہد میں اسلام کے ضعف اور غیر مسلموں کی دلجوئی پر مبنی تھا۔" حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حافظ ابن تیمیہؒ نے اس مقام پر ثابت کیا ہے کہ (ایسے لوگوں کا) یہ قتل کفر کی بنا پر ہے نہ کہ (مسلمانوں سے) برسر پیکار ہونے پر، "الصارم المسلول" کے اس حصہ کی ضرور مراجعت کیجئے، نہایت ضروری اور اہم حصہ ہے، نیز "منہاج السنۃ" کا بیان بھی پیش نظر رہنا چاہئے اس لئے کہ جیسا مقام (اور موضوع بحث) ہوتا ہے ویسا ہی بیان ہوتا ہے، خصوصاً حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصانیف میں تو کثرت سے یہی انداز پایا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی مسئلہ کے ایک جزو پر ایک کتاب میں بحث کرتے ہیں، اور دوسرے جزو پر دوسری کتاب میں۔

فرماتے ہیں: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "منہاج السنۃ" میں ج ۴ ص ۲۳۰ پر رافضیوں کی تکفیر پر بھی ایک مستقل باب لکھا ہے، اور اس کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے:

"چونکہ یہ روافض مدعی ہیں کہ اہل یمامہ (مرتدین) مظلوم تھے، ان کو ناحق قتل کیا گیا ہے، اور ان سے جنگ کرنے کے جواز و صحت کے منکر ہیں، بلکہ ان کے (مسلمان ہونے کے) حق میں مدعی ہیں

کرتے ہیں (کہ وہ مسلمان تھے اور حق پر) تو یہ اس امر کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ یہ پچھلے (رافضی) انہی اگلوں (مرتدین یمامہ) کے متبع (اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے) ہیں، اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور انکے نقش قدم پر چلنے والے اہل حق مسلمان ہر زمانہ میں (اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے اور) مرتدین سے جنگ کرتے رہیں گے (یعنی جس طرح حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے زمانہ کے مرتدین اہل یمامہ سے ارتداد کی بنا پر جنگ کی تھی، اسی طرح ان کے متبعین اہل حق بھی اپنے اپنے زمانہ کے مرتدین سے جنگ کرتے رہیں گے۔ بالفاظ دیگر ہر زمانہ میں مرتدین بھی پیدا ہوتے رہیں گے، اوران کو قتل کرنے والے اہل حق بھی پیدا ہوتے رہیں گے، اور یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ حافظ ابن تیمیہ ؒ ارتداد کی سزا بلا تخصیص قتل قرار دیتے ہیں)''

جو شخص کسی کافر و مرتد کو تاویل کرکے مسلمان ثابت کرے، یا کسی یقینی کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے: ...... مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حافظ ابن تیمیہ ؒ کے مذکورہ بالا بیان میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ جو شخص یمامہ والوں کے حق میں تاویل (کرکے ان کو مسلمان ثابت) کرے، وہ کافر ہے اور جو شخص کسی قطعی اور یقینی کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اسی ''منہاج'' میں ج:۳ص:۲۳۳ پر تصریح کرتے ہیں:

''خوارج سے جنگ (مسلمان) باغیوں کی سی جنگ نہ تھی، بلکہ یہ تو اس سے بڑھ کر اور ایک اور ہی قسم کی جنگ تھی (بالفاظ دیگر ''کلمہ گو کافروں'' سے جنگ تھی)۔''

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''منہاج السنۃ'' میں ج:۳ص:۱۹۷ پر روافض کے متعلق کچھ اور بھی لکھا ہے (مراجعت کیجئے)۔

نیز حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جب کہ خوارج کے شخص اول (اور سرغنہ) کا قول: ''ان ھذہ لقسمۃ ما ارید بھا وجہ اللہ:'' مجمع علیہ کفر ہے، تو یہی حکم اس کی اولاد واتباع کے حق میں بھی جاری رہے گا (یعنی جو شخص اس کے نقش قدم پر چلے گا وہ بھی کافر ہوگا) اور ''عین السطور'' میں آیت کریمہ: ''وقال اولیاءھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض... الآیۃ:'' (الانعام: ۱۲۸) سے اس پر استشہاد کیا ہے۔

فرماتے ہیں: اور حافظ ابن حجر ؒ نے تو ''فتح الباری'' میں ج:۱۲ص:۲۶۶ پر ❶ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس گفتگو کے فوراً بعد خوارج کے اس سرغنہ کو اسی وقت قتل کردینے کا حکم دیا

❶ ... حضرت مصنف ''عین السطور'' ابریز ص ۳۳۹ کی مراجعت کی ہدایت فرماتے ہیں۔

کرنے کے (جس کی ایک صورت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین (ان خوارج کے بارے میں) فرمایا کرتے تھے: "کلمة حق ارید بها الباطل" (یہ وہ کلمہ حق ہے، جو باطل کے لئے استعمال کیا گیا ہے)

فرماتے ہیں: "صحیح مسلم" میں یہ روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

"یقولون الحق بالسنتهم لا یجوز هذا منهم (و اشار الی حلقه)۔"
(صحیح مسلم ج ا ص ۳۴۲)

ترجمہ: ..... "وہ زبان سے تو کلمہ حق کہتے ہوں گے مگر وہ حق ان کے اس سے (یعنی دہن و حلقوم سے) آگے نہ بڑھتا ہوگا (راوی نے اپنے ہاتھ سے گلے کی جانب اشارہ کیا) یعنی ان کے دلوں میں حق کا نام ونشان تک نہ ہوگا)۔"

"کنز العمال" میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے، وہ فرماتے ہیں:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ذکر ان فی امته قوما یقرء ون القرآن ینثرو نه نثر الدقل یتاولونه علی غیر تأویله "(کنز العمال ج ۶ ص ۱۰ حدیث ۳۴۴)

ترجمہ: ..... "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ذکر فرمایا کہ میری امت میں ایک ایسی قوم ہوگی جو قرآن کریم کی آیات کو اس طرح (انتہائی سرعت سے بے محل) پڑھتے ہوں گے جیسے ردی کھجوریں بکھیرتے چلے جاتے ہیں (یعنی) ان کے ایسے معنی ومراد گھڑیں گے جو درحقیقت ان کے معنی ومراد نہیں۔"

ابن جریر رحمہ اللہ اور ابو یعلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جیسا کہ تفسیر "اتقان" کی "نوع ثمانین" (قسم اسی) میں مذکور ہے، نیز ابن کثیر رحمہ اللہ نے ج ۴ ص ۴۰۳ پر بیان کیا ہے۔

قرآن حکیم سے ثبوت: ..... فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بھی قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۷۸ (آل عمران ۷۸)

ترجمہ: ..... "اور بے شک ان (اہل کتاب) میں ایک گروہ ایسا ہے جو زبان پھیر پھیر کر آسمانی کتاب کو پڑھتے ہیں، (یعنی آسمانی کتاب میں تحریفیں کر کے پڑھتے ہیں) تا کہ تم اس کو کتاب اللہ سمجھو، حالانکہ وہ کتاب الٰہی میں سے نہیں ہے، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے (نازل شدہ) کلام الٰہی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی جانب سے (نازل شدہ) نہیں ہے، وہ (جان بوجھ کر) اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں (کہ ہم اللہ پر جھوٹ بول رہے ہیں)۔"

مذکورہ بالا احادیث وآیات سے مستنبط تھیں۔ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "مسّوی" (شرح موطا) کے گزشتہ بیان کے مطابق جن محدثین نے ان خوارج کی تکفیر کی ہے، اس طریق پر ان احادیث سے

۱:........اس تکفیر کی وجہ واضح اور ثابت ہوگئی (کہ حضرت محدثینؒ نے ان کی تکفیر کیوں کی ہے) علامہ سندھی حنفی نے بھی "سنن نسائی" کے حاشیہ میں ان کی تکفیر کو محدثین کا مسلک بتلایا ہے، اور یہی قوی مسلک ہے۔ شیخ ابن ہمامؒ نے بھی "فتح القدیر" میں محدثین کا یہی مسلک بیان کیا ہے۔

۲:........نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ دین کے امور قطعیہ و یقینیہ کا صریح انکار اور ان میں تاویل کرنا، دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ (جیسے صریح انکار کرنے والا کافر ہے، ایسے ہی تاویل کرنے والا بھی کافر ہے)

۳:........نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ انسان کو بسا اوقات پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ (کفریہ عقیدہ یا قول و فعل کی وجہ سے) کافر ہو جاتا ہے۔ (یعنی تکفیر کے لئے لزوم کفر کافی ہے، التزام کفر ضروری نہیں، بالفاظ دیگر کسی شخص کے کافر ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ میں ایسا کہنے یا کرنے سے کافر ہو جاؤں گا۔ بلکہ محض کسی کفریہ قول یا فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے)

روزہ نماز کی پابندی اور ظاہری دینداری کے باوجود بھی مسلمان کفریہ عقائد و اعمال کی بناء پر کافر ہو جاتا ہے:

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اس کے ثبوت کے لئے اسی حدیث شریف کے مذکورہ ذیل الفاظ دیکھئے، حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

" یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم و صیامہ مع صیامھم، و اعمالہ مع اعمالھم ولیست قراء تہ الی قراء تھم شیئا ."

ترجمہ........"ان کی نماز، روزے کے مقابلہ میں تم اپنی نماز، روزہ کو حقیر محسوس کرو گے، اور ان کی دینداری کے سامنے تم کو اپنی دینداری حقیر نظر آئے گی، اور ان کی تلاوت قرآن کے سامنے تمہاری تلاوت ہیچ ہوگی، (مگر اس کے باوجود وہ دین اسلام سے خارج اور کافر ہوں گے)"

فرماتے ہیں: (سمجھا تو!) اسی نبوت سے نکلے ہوئے ان مقدس کلمات نے تو تکفیر کے متعلق اصل اصول بتلا دیا۔ اس لئے کہ یہ کلمات قرآن کے الفاظ کی طرح قطعی، شافی اور نص قطعی ہیں (اور یقینی کر دیا کہ کفریہ عقائد اور اقوال و افعال کے ارتکاب کے بعد مسلمان کافر ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ کتنا ہی دیندار اور روزہ و نماز کا پابند ہو)

مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کے اختلاف کی حقیقت — فرماتے ہیں: باقی رہا مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کا اختلاف تو (اس سے ہرگز دھوکے میں مت پڑنا) یہ صرف مسلمان گمراہ فرقوں سے متعلق ہے، (کفار و مرتدین کے بارے میں مطلق کوئی اختلاف نہیں، ضروریات دین کا منکر یا ان میں تاویل کرنے والا تمام امت کے نزدیک متفقہ طور پر کافر ہے) اور یہ اختلاف بھی صرف ان اسلامی فرقوں کے اپنی گمراہی میں غلو اور حد سے تجاوز کرنے یا نہ کرنے پر مبنی ہے، (جو مسلمان گمراہ فرقے اپنے فاسد عقائد و اعمال میں غالی ہیں کہ اپنے مخالف تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے ہیں، ان کو کافر کہا گیا ہے، اور جو غالی نہیں ہیں، ان کو کافر کہنے سے احتراز کیا گیا ہے) اور یا یہ اختلاف ارباب تصانیف کے اختلاف حالات پر مبنی ہے، چنانچہ جس مصنف کا جس گمراہ فرقہ سے سابقہ پڑا، اور اسے ان کی گمراہی کی تہ تک پہنچنے کا موقع ملا، اور ان کے فاسد عقائد و اعمال سے دین کو نقصان پہنچنے کا اسے علم و یقین ہوا، اس نے ان کے بارے میں شدت اختیار کی اور ایسی شدید تردید کی کہ دھجیاں اڑا دیں اور نام و نشان تک باقی نہ رہنے دیا، (یعنی دین اسلام سے بالکل خارج اور کافر بنا دیا)، اور جس مصنف کو ایسا سابقہ نہیں پڑا اور گمراہی کی گہرائی تک پہنچنے کا موقع نہ ملا، اس نے از روئے احتیاط، مسلمان اور اہل قبلہ سمجھ کر بربنا اصل کافر کہنے سے احتراز کیا۔

مشہور مقولہ: ''اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے'' کی حقیقت — فرماتے ہیں: اور یہی حقیقت اس مشہور و معروف قول کی ہے کہ: ''اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے'' یعنی مسلمان گمراہ فرقوں کے متعلق اصول تو یہی ہے کہ ان کی تکفیر سے احتراز کیا جائے، لیکن اگر کوئی گمراہ فرقہ اپنے مخصوص حالات اور حد سے تجاوز کرنے کی بنا پر دین کے لئے ضرر رساں بن رہا ہے (تو یقیناً اس کو کافر کہا جائے گا اور مسلمانوں کی گمراہی سے بچایا جائے گا)

مصنف نور اللہ مرقدہ کی اس رسالہ کا تصنیف سے مقصد اور اس کی وضاحت:

— مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ہم نے بھی اس رسالہ میں جہاں تک ممکن ہوا احتیاط سے کام لیا ہے مگر یہ واضح ہونا چاہئے کہ احتیاط کی بھی ایک حد ہے (اس حد سے تجاوز کرنا خود بے احتیاطی ہے) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی مسئلہ میں صرف ایک پہلو کو سامنے رکھ کر احتیاط برتتا ہے، مگر دوسرے پہلو سے وہ خود بے احتیاطی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا، ہم نے اس رسالہ میں صرف اللہ کے اس دین (کے اصول) کا اعلان کیا ہے، جس پر ہم قائم اور اس کی حفاظت کے ہم مکلف ہیں، اور ہر پہلو سے احتیاط کا جو حق تھا، اس کو ادا کیا ہے، (یعنی جس طرح کسی کلمہ گو کو کافر کہنے سے احتیاط

اس کو قتل کر دیا ہو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (اس قول میں) اس کے قتل کو متعین کر دیا۔ حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ کہ "جس غیر مسلم معاہد (ذمی) نے معاذ اللہ تعالیٰ کی شان میں، یا انبیاء علیہم
السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم یا علانیہ گستاخی کی، اس نے خود عہد (امان) کو توڑ
دیا لہٰذا اس کو قتل کر دو۔" تو دیکھو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہر اس شخص کو قتل کر دینے کا فتویٰ متعین طور پر دے
دیا جو کسی بھی خاص نبی کی ذات پر سب وشتم کرے۔ یا مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان جو انہوں
نے مہاجر کو اس عورت کے بارے میں لکھا تھا جس نے حضور ﷺ کی شان میں سب وشتم کیا تھا۔"
"اگر تم خود پہلے فیصلہ نہ کر چکے ہوتے تو میں تم کو اس عورت کے قتل کر دینے کا حکم دیتا، اس لئے کہ انبیاء
علیہم السلام کی (شان میں گستاخی کرنے والے کی) سزا عام سزاؤں کی مانند نہیں ہوتی، لہٰذا جو
مسلمان اس جرم کا ارتکاب کرے وہ مرتد ہے، اور جو غیر مسلم معاہد (ذمی) اس جرم کا مرتکب ہو وہ
عہد شکن اور محارب ہے [اس کی جان و مال دونوں مباح ہیں]۔"
مصنف رحمہ اللہ حاشیہ میں فرماتے ہیں: "لا انتظار" حتیٰ تُنکِّب کے مقام میں، ورسول اللہ کے
فرامین میں بھی یہی حکم مذکور ہے۔

حافظ موصوف علیہ الرحمۃ ص: ۳۳۳ پر فرماتے ہیں:
"پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں سب وشتم اور گستاخی تمام تر کفریات کا سرچشمہ
اور تمام گمراہیوں کا منبع ہے، جیسے کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان وتصدیق دین وایمان کی تمام تر شاخوں
کی جڑ بنیاد اور تمام تر کل ہدایت کا منبع ہے۔"

کسی نبی کی شان میں دوسرے کی دی ہوئی گالیوں اور گستاخیوں کے نقل کرنے کا حکم:

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شاتم رسول کبھی سب وشتم کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ
خود گالیاں دینے کے بجائے کسی دوسرے شخص کی دی ہوئی گالیوں کو نقل کرتا ہے، اور یہ نقل ایک فریب اور
دھوکہ ہوتا ہے کہ اس طرح وہ اپنا بچاؤ بھی کر لیتا ہے اور سب وشتم کو خوب پروپیگنڈا اور اشاعت بھی
کر دیتا ہے، اور اس کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے، یہ در اصل چھپا ہوا کفر ہے جو چھپا نہیں رہتا بلکہ اس کی
حقیقت لسانی اور قلبی زہر افشانیوں سے ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ اس کے دل میں چھپے ہوئے روگ اور
دیرینہ مرض (کفر ونفاق) کا نتیجہ ہوتا ہے جو اس کے دل وجگر اور سینہ وشکم سب کو تباہ کر ڈالتا ہے۔
حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الصارم المسلول" میں ص: ۲۲۵ پر فرماتے ہیں:
"احادیث رسول اللہ ﷺ کے تتبع سے اس کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی، مثلاً بہز بن

ہے کہ اس پر مواخذہ کیا جائے گا اور (جو اس جرم کی سزا ہے وہ دی جائے گی) اور دوسروں کی طرف منسوب کرنا اس کے لئے مفید نہ ہوگا اور جلد از جلد اس کو قتل کر کے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔"

اسی "شفاء" اور اس کی شرح میں ج۲ ص۴۹۵ پر قاضی عیاض تحریر فرماتے ہیں

فصل! چھٹی صورت (سب وشتم رسول کی) یہ ہے کہ وہ (سب وشتم) کرنے والا ان گستاخانہ باتوں کو دوسروں سے نقل کرے اور ان کی جانب منسوب کرے تو اس شخص کے انداز نقل اور گفتگو کے قرائن کو دیکھا جائے گا اور ان کے اعتبار سے حکم ہوگا (یعنی اگر قرائن سے ثابت ہو کہ دوسروں کا نام لینا محض اپنے بچاؤ کے لئے ہے یا اس کو خود اس میں مزا آتا ہے یا یہ اس کا محبوب مشغلہ ہے تو اس کو سب وشتم کا مجرم قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا اور اگر قرائن و تحقیق سے ثابت ہو کہ واقعی یہ دوسروں کا بیان ہے اور یہ شخص محض ناپسندیدگی کی وجہ سے نقل کر رہا ہے تو قتل نہ کیا جائے گا مگر کسی اور مناسب سزا و تنبیہ پر اکتفا کیا جائے گا)۔"

اسی شفاء میں لکھا ہے

"مجمع علیہ امور کو بیان کرنے والے مصنفین میں سے بعض نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں کہے ہوئے اشعار کے روایت کرنے، لکھنے، پڑھنے یا جہاں وہ اشعار ملیں ان کو بغیر مٹائے چھوڑ دینے کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔"

نیز لکھتے ہیں:

"ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں کہے ہوئے اشعار کا ایک مصرعہ بھی پڑھنا یا یاد کرنا کفر ہے۔" نیز قاسم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی کتابوں میں اس شخص کا نام لینے کے بجائے جس کی ہجو میں اشعار کہے گئے ہیں، اس کا ہم وزن کوئی نام بطور کنایہ ذکر کیا ہے۔ (یعنی حضور ﷺ کی ذات گرامی کے علاوہ بھی کسی آپ کے ہم نام شخص کے حق میں کہے ہوئے ہجویہ اشعار کو اس کا نام لے کر ذکر نہیں کیا، بلکہ نام کی جگہ کوئی دوسرا ہم وزن نام رکھ لیا ہے)۔"

مرزا قادیانی علیہ ما علیہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جناب میں کی ہوئی پرفریب توہین وتذلیل اور گستاخیاں

حضرت مصنف فرماتے ہیں:

یہ ملعون قادیانی جہاں کہیں اپنی تحریر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتا ہے تو بے قصد اس کی مجبور اور آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور ان کی ذات گرامی پر طرح طرح سے طعن و تشنیع، عیب چینی وعیب جوئی میں اس کا قلم بالکل بے لگام ہو جاتا ہے اور دل کھول کر ان کو گالیاں دیتا (اور اپنے دل کی

ترجمہ:...... "اس تکفیر کا مدار تبدیل مذہب کے ارادے پر نہیں ہے۔ اس لئے کہ (انبیاء علیہم السلام میں سے) ایک کو گالیاں دینے والے کے تمام اقوال و افعال کو اس کفریہ کام (گالیاں) باطل کر دیتی ہے۔"

الى ذكره عيسى يطيش لسانه
ولا يبصر المرمى من الخيمان

ترجمہ:...... "کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ہی اس کی زبان (بے لگام ہو کر) آپے سے باہر ہو جاتی ہے (اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) نشان تیر (ہدف) اور اپنے موقف میں تمیز نہیں رکھتا (اور بجائے جاہلوں و تشنیع کے تیر چلاتا اور پتھر برسانا شروع کر دیتا ہے، چاہے جان کا نشانہ خود ہی بن جائے)۔"

واكفر منه من تنبأ كاذبا
وكان انتهت ما امكنت بمكان

ترجمہ:...... "اس (شاتم رسول) سے بھی بڑھ کر کافر وہ جھوٹا ہے جو (خود کو نبی کہتا اور) نبوت کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ نبوت اپنے مقام پر پہنچ کر (یعنی خاتم الانبیاء علیہ السلام پر) ختم ہو چکی ہے۔"

ومن ذب عنه او تاول قوله
يكفر قطعا ليس فيه توان

ترجمہ:...... "اور جو کوئی اس (مدعی نبوت) کی طرفداری کرے، یا اس کے قول (دعویٰ) کی کوئی تاویل کرے، وہ بھی قطعاً کافر ہے۔ اس (حکم) میں کوئی توقف یا تردد نہیں (کیا جا سکتا)۔"

كانى بكم قد قلتموا لم كفره
فها كم نقولا جليت لعيان

ترجمہ:...... "گویا تم (بزبان حال میرا گریبان پکڑ کر) مجھ سے یہ کہہ رہے ہو کہ یہ کافر کیوں ہے؟ لو میں تمہارے سامنے ایسے اقوال (دلائل) پیش کرتا ہوں جو آنکھوں والوں کے لئے روشنی کی طرح واضح ہیں"۔

فما قولكم فيمن حماشل ذلكم
مسيلمة الكذاب اهل هوان

ترجمہ:...... (اگر تم اس کی ایسے ہی حمایت پر تلے ہوئے ہو) تو تمہاری اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو رسوا شدہ ذلیل مسیلمہ کذاب کے حق میں اسی طرح کی حمایت (اور تاویلیں) کرے جیسی تم اس کے حق میں کرتے ہو۔"

فقال له التاويل او قال لم يكن
نبيا هو المهدى ليس بجان

ترجمہ:.......... چنانچہ کہے کہ مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت کی تاویل (ہو سکتی) ہے۔ یا کہے کہ مسیلمہ نبی تو نہیں، وہ تو مہدی تھا (اس لئے) وہ مجرم اور (دعویٰ نبوت کا مرتکب) نہیں ہے)۔''

وهل ثم فرق يستطيع مكابر
وحيث ادعى فليأتنا ببيان

ترجمہ:.......... ''اور کیا کوئی زبردستی کرنے والا متعصب ان دونوں میں فرق کر سکتا ہے، اور اگر کوئی فرق کا دعویٰ کرے تو ہمارے سامنے ثبوت پیش کرے۔''

وكان على احداثه وجه كفره
تنبأه مشهور كل مكان

ترجمہ:.......... ''حالانکہ ہر زمانہ میں مسیلمہ کذاب کی تکفیر کا موجب (متفقہ طور پر) اس کا دعویٰ نبوت ہی مشہور و معروف رہا ہے، باوجودیکہ مسیلمہ میں اور بہت سی منکرات بھی موجود تھے۔''

كذا فى احاديث النبى وبعده
تواتر فيما دانه الثقلان

ترجمہ:.......... نبی ﷺ کی احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے (کہ مسیلمہ کے کفر کا موجب نبوت کا دعویٰ ہے) آپ ﷺ (کی وفات) کے بعد اس تواتر سے بھی یہی ثابت ہے جس کو جن و انس حجت مانتے ہیں۔''

فان لم يكن اوقد وجوه لكفره
فاسيرها دعواه تلك كمانى

ترجمہ:.......... مسیلمہ کے کفر کے اور اسباب تھے یا نہ تھے، لیکن اب تو تمام (دنیا کے نزدیک) اس کے کفر کی وجہ "مانی" کی طرح اس دعویٰ نبوت ہی ہے (یعنی جیسے دنیا مانتی ہے کہ ایران کے مانی کے کفر کا سبب دعویٰ نبوت ہے، ایسے ہی مسیلمہ کذاب کے کفر کا سبب بھی اس کا دعویٰ نبوت ہے)۔''

واول اجماع تحقق عندنا
لفيه بأكفار وسبى عوانى

ترجمہ:.......... ''اور ہماری تحقیق کے مطابق امت کا سب سے پہلا اجماع مسیلمہ کذاب کی تکفیر پر اور اس کے (قبیلے کے) قیدیوں (عورتوں اور بچوں) کو قیدی غلام بنانے پر منعقد ہوا ہے۔''

وكان مقرا بالنبوة معلنا
لخير الورى فى قوله واذان

ترجمہ:.......... ''حالانکہ مسیلمہ بھی نبی خیر البشر ﷺ کی نبوت کا معترف تھا، اور آپ کے نبی ہونے کا اپنی عام گفتگو میں اقرار اور اذان میں اعلان بھی کرتا تھا (اس کے باوجود اس کو کافر کہا گیا)۔''

"تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد ائمہ منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنے پر متفق تھے، اگرچہ وہ پنجگانہ نماز بھی پڑھتے تھے، رمضان کے روزے بھی رکھتے تھے، مگر اس کے باوجود ان کا کوئی شبہ (تاویل) صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک لائق قبول نہ تھا، اسی لئے وہ مرتد تھے اور منع زکوٰۃ پر ان سے جنگ کی جاتی تھی، اگرچہ وہ نفس زکوٰۃ کے وجوب کے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اس کے فرض ہونے کے قائل تھے۔"

مانعین زکوٰۃ کو "مسلمان باغی" سمجھنا سخت غلطی اور گمراہی ہے:—— ص:۴۹۶ پر مزید فرماتے ہیں:

"لیکن جس شخص نے یہ سمجھا کہ ان (مانعین زکوٰۃ) سے جنگ "تاویل کرنے والے مسلمان باغیوں" کی طرح کی گئی ہے، اس نے بہت بڑی غلطی کی اور وہ حق سے بہت دور جا پڑا، اس لئے کہ "تاویل کرنے والے مسلمان باغیوں" کے پاس کم از کم جنگ کرنے کی کوئی لائق قبول تاویل اور معقول وجہ تو ہوتی ہے جس کی بناء پر وہ بغاوت پر آمادہ ہوتے ہیں، اسی لئے علماء حق کا کہنا ہے کہ امام (خلیفہ) کو (جنگ کرنے سے پہلے) ان باغیوں سے خط و کتابت اور نامہ و پیام کرنا چاہیے، اور اگر وہ کسی ظلم و جور کو (اپنی بغاوت کا) سبب بتلائیں تو فوراً اس کا ازالہ کرنا چاہیے، اس سے معلوم ہوا کہ وہ محض بغاوت کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتے، اس کے برعکس منکرین زکوٰۃ کو بغیر کسی گفت و شنید کے محض زکوٰۃ کی بناء پر مرتد (اور واجب القتل) قرار دیا گیا۔"

بعض مرتبہ تاویل، زوال ایمان کا سبب بن جاتی ہے:—— حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (بغیۃ المرتاد) میں ص:۹۹ پر فرماتے ہیں:

"ہمارا مقصد یہاں صرف اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ عموماً اس قسم کی تاویلیں قطعی طور پر باطل ہوتی ہیں اور جو شخص بھی ان کو اختیار کرتا یا لائق قبول قرار دیتا ہے، وہ خود بسا اوقات اسی جیسی یا بلکہ وہی تاویلیں کرکے گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور کافر ہو جاتا ہے (لہٰذا ان تاویلات کا دروازہ کھولنا یا کھولنے کی اجازت دینا انتہائی خطرناک ہے)۔"

چنانچہ اسی "بغیۃ المرتاد" کے ص:۱۳۵ پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس ذیل میں ابن ہود کا تذکرہ کیا ہے، جس کا دعویٰ تھا کہ: "عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت اس پر نازل ہوگئی ہے۔"

جو شخص نبوت کو اکتسابی کہتا ہے، وہ زندیق ہے:—— "زرقانی" میں ج:۶ نوع ثالث مقصد سادس ص:۱۸۸ پر لکھا ہے:

"ابن حبان جیسے کا قول ہے کہ جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ نبوت "اکتسابی" ہے (انسان اپنی کوشش وکاوش سے اس کو حاصل کر سکتا ہے) اس لئے اس کا سلسلہ بھی منقطع نہ ہوگا یا یہ کہ ولی نبی سے افضل ہے، وہ شخص "زندیق" ہے، اس کو قتل کر دینا واجب ہے، اس لئے کہ وہ قرآن عظیم اور خاتم النبیین دونوں کی تکذیب کرتا ہے۔"

مصنف علیہ رحمۃ فرماتے ہیں: جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ نبوت "اکتسابی" ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبوت کے "سلب" ہو جانے کا بھی قائل ہو، اور جیسے کسی شخص (کے ساتھ) ہوا ہے، چنانچہ بلعم بن باعوراء کے متعلق یہودی کہتے ہیں کہ بلعم (ملعون ومسوخ ہونے سے پہلے) (قوم) "مواب" کا نبی تھا، جیسا کہ ابن حزم نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ (یہاں اس موقع پر روح المعانی ج ۳ ص ۱۶۲ کی مراجعت کی ہدایت فرماتے ہیں)

فرماتے ہیں: اور یہی کچھ اس مردود شقی (مرزائے قادیان) کا حال ہے، اس لئے کہ آخر وقت میں اس کا ایمان بھی سلب ہو گیا تھا اور یہ بھی بدترین موت مرا ہے۔

نبوت کو اکتسابی ماننے والوں کے قول کی تفصیل اور تردید: شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے "شرح عقیدہ سفارینی" ص: ۲۵۷ پر منقول ہے:

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت ایک "اکتسابی" کمال ہے (جو شخص محنت کرکے اس کو حاصل کر سکتا ہے) چنانچہ مسلمانوں میں زندیقوں کی ایک ایسی جماعت ہوئی ہے جنہوں نے نبی بننے کی کوششیں کی ہیں (حالانکہ یہ عقیدہ سراسر باطل ہے)۔ حاصل (واقعہ) یہ ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا ایک "فضل وانعام" ہے اور "خداداد عطیہ اور نعمت ہے" وہ جس کو یہ شرف بخشنا چاہتا ہے اسی کو اس سے نوازتا ہے اور نبی بناتا ہے، نہ کوئی اپنے علمی کمال سے اس مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے، نہ اپنی محنت اور کوشش وکاوش سے، اور نہ ہی ولایت کی استعداد وقابلیت سے کوئی اس کو پا سکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت ومصلحت کے تحت) اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتے ہیں، اس نعمت کے ساتھ مخصوص فرما دیتے ہیں، لہٰذا جو شخص نبوت کے "کسبی" ہونے کا مدعی ہے وہ "زندیق" ہے، اس کو قتل کر دینا فرض ہے، اس لئے کہ اس عقیدہ اور قول کا لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ نبوت کا دروازہ بند نہ ہو (حالانکہ رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء تھے) اور یہ عقیدہ قرآن حکیم کی نص "وخاتم النبیین" کے بھی مخالف ہے، اور "متواتر" حدیث کے بھی خلاف ہے کہ "آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں"۔ اسی لئے ماتن (صاحب عقیدہ سفارینی) نے "الی الاجل" (ایک مدت تک) کا اضافہ فرمایا ہے، یعنی نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہے، اس

ہیں اور کبھی دلائل ظنیہ یعنی ظن غالب پر، اور کبھی اس میں شک اور تردد بھی ہوتا ہے، لہٰذا تکفیر میں جہاں شک و تردد ہوگا وہاں کافر کہنے یا نہ کہنے میں توقف کرنا بہتر ہے (بہرحال ظنی دلائل تکفیر کا حکم لگانے کے لئے یقیناً کافی ہیں، ان کے موجود ہوتے "توقف" نہیں کیا جائے گا)۔"

تکفیر کا حکم قیاس پر بھی مبنی ہو سکتا ہے: امام قرافی مالکی "الفروق" میں ص ۳۰ پر فرماتے ہیں:

""الیواقیت" میں بھی اسی مسئلہ کو بیان کیا ہے اور مروزی کی "وجیز" سے نقل کیا ہے (کہ قیاس کی بناء پر تکفیر کی جا سکتی ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر بھی مثلاً "رقیت" (غلامی) اور "حریت" (آزادی) کی مانند ایک حکم شرعی ہے، (یعنی جس طرح ہم کسی شخص کے غلام یا آزاد ہونے کا فیصلہ قیاس سے کر سکتے ہیں، اسی طرح کسی شخص کے مسلمان یا کافر ہونے کا فیصلہ بھی قیاس سے کر سکتے ہیں) اس لئے کہ کسی شخص کو کافر کہنے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں اس کی جان و مال مباح ہو اور آخرت میں اس کے لئے ابدی جہنم ہے (اور یہ ایک حکم شرعی ہے) اس کا ذریعہ علم بھی شرعی ہونا چاہیے (دیگر احکام شرعیہ کی طرح یہ بھی) یا نص سے ثابت ہوگا یا (نص قطعی نہ ہونے کی صورت میں) کسی اور نص قطعی پر قیاس کیا جائے گا، "الیواقیت" میں (مروزی کی طرح) خطابی سے بھی یہی منقول ہے۔"

جس تاویل سے دین کو نقصان پہنچتا ہو اگرچہ اس کی گنجائش بھی ہو تب بھی موول کی تکفیر کی جائے گی: امام موصوف نے "الفروق" میں ص ۱۲۰ پر فرماتے ہیں

"باقی جس تاویل سے دین کو ضرر پہنچے وہ محل اجتہاد اور محتاج غور و فکر ہے، اس کی بھی گنجائش ہے کہ درگزر کیا جائے اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ کافر قرار دیا جائے (یعنی اگر غور و فکر سے یہ ثابت ہو کہ اس سے یقیناً دین کو نقصان پہنچتا ہے تو تکفیر کی جائے گی ورنہ نہیں، گویا مدار تکفیر دین کو نقصان پہنچنے پر ہے، تاویل کے لئے وجہ جواز ہونے یا نہ ہونے پر نہیں ہے)۔"

کبھی تاویل کے لئے وجہ جواز ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ بھی محل تردد و محتاج غور و فکر بن جاتا ہے، ایسی صورت میں بھی ظن غالب سے فیصلہ کیا جائے گا

"الفروق" میں ص ۱۳۰ پر فرماتے ہیں

"پھر کچھ بعید نہیں کہ بعض مسائل میں تاویل اس قدر بعید (از فہم و قیاس) ہو کہ اس کے تسلیم یا تکذیب ہونے میں شک اور تردد واقع ہو جائے اور غور و فکر کی ضرورت پیش آئے، ایسی صورت میں بھی گمان غالب اور مقتضائے اجتہاد سے فیصلہ کیا جائے گا، اس لئے کہ جیسے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ

والعیاذ باللہ! لیکن مذکورہ ذیل عبارات سے تو ثابت ہوتا ہے کہ تکفیر کا مدار تکذیب پر نہیں ہے بلکہ کسی بھی "امر متواتر کا انکار، شارع علیہ السلام کی شان اور احتقاداً اطاعت قبول نہ کرنے اور شریعت کو رد کرنے کے مترادف (اور مستقلاً موجب کفر) ہے، اگر شارع علیہ السلام کو سچا تسلیم کرے تب بھی یہ کھلا ہوا کفر ہے، جیسا کہ صوفی رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے "رد المحتار" میں ج:۳ ص:۲۹۲ پر اور طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کفر کی تعریف کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ (مستحق تکفیر ہیں) اگرچہ شارع کا مطلب شارع علیہ السلام کی اطاعت و انقیاد کو قبول نہ کرنا ہے، نہ کذب کی طرف منسوب کرنا، علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تلویح" میں یہی بیان فرمایا ہے۔

کفر کی ایک نئی قسم محض خواہش نفس اور سرکشی کی بنا پر انکار کرنا:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "الصارم المسلول" میں ص:۵۲۳ پر فرماتے ہیں:

"کبھی انکار و تکذیب (عدم قبول) ان تمام امور کے یقینی علم کے بعد جن پر ایمان لانا ضروری ہے محض سرکشی و سرتابی یا نفسانی اغراض کے اتباع پر مبنی ہوتا ہے اور یہ حقیقت میں کفر ہے اس لئے کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول کے متعلق وہ سب کچھ جانتا ہے جن کی خبر دی گئی ہے اور دل میں ان تمام امور کی تصدیق بھی کرتا ہے جن کی مؤمنین تصدیق کرتے ہیں لیکن صرف اس وجہ سے کہ (احکام شرعیہ) اس کی اغراض و خواہشات کے موافق نہیں ہیں ان کو ناپسند کرتا ہے، وہ ان سے ناخوش اور ناراض ہے اور کہتا ہے کہ: "میں تو ان کو نہیں مانتا اور نہ میں ان کا پابند ہوں، بلکہ میں تو اس حق کو قہر و غضب کی نظر سے دیکھتا ہوں اور نفرت کرتا ہوں" پس یہ کفر کی ایک نئی قسم ہے (کہ دل میں ایمان ہے اور زبان پر کفر) جو پہلی قسم سے مختلف ہے اور اصول دین کے اعتبار سے اس کا کفر ہونا قطعی طور پر معلوم ہے بلکہ قرآن اس قسم کے معاندین و منکرین کی تکفیر سے بھرا ہوا ہے، بلکہ ایسے کافروں کی سزا دوسرے کافروں سے زیادہ سخت ہے۔"

"ما انزل اللہ" کے اقرار کے باوجود انسان کافر ہو جاتا ہے:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہی "الصارم المسلول" میں ص:۵۱۲ پر فرماتے ہیں:

"امام ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم حنظلی رحمۃ اللہ علیہ جو ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پایہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ: "مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو یا اس کے رسول کو سب و شتم کیا، یا ما انزل اللہ (یعنی دین) کی کسی بھی چیز کو رد کیا، یا کسی بھی نبی کے قتل کا مرتکب ہوا وہ قطعاً کافر ہے، اگرچہ "ما انزل اللہ" (دین شریعت) کا

نہ کسی بھی امر متواتر میں تاویل، جب تک کوئی قطعی اور یقینی دلیل اس کی صحت پر موجود نہ ہو، اس وقت تک العیاذ باللہ! صاحب شریعت کی تجہیل (تحمیق) کے مرادف ہے، اور (گویا) جو فضل اور کمال (نعوذ باللہ) شارع سے رہ گیا ہے، اس کی اصلاح کے ہم معنی ہے، صرف اس عقیدہ کی بنا پر ہی مؤول کی تکفیر کی جا سکتی ہے، کسی اور دلیل کی مطلق ضرورت نہیں ہے، یہ امر بذات خود کفر ہے۔

اس لئے کہ وہ امر جس کی تاویل کی جا رہی ہے، اگر "متشابہات" یا "صفات الٰہیہ" میں سے ہے (جن کی حقیقت اور مراد سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا) تو ظاہر ہے کہ صاحب شریعت کی تعبیر سے زیادہ جامع اور بہتر تعبیر کسی کی نہیں ہو سکتی (اس لئے کہ شارع خود صاحب وحی والہام، علوم اولین وآخرین کے مالک ہیں، بڑے سے بڑا صاحب کشف والہام ولی بھی نبی معصوم کے مقام علم تک نہیں پہنچ سکتا) اور اگر وہ امر "متشابہات" میں سے نہیں ہے تب بھی صاحب شریعت کی بیان کردہ مراد کو غلط کہنا کسی صورت میں بھی قابل برداشت اور درست نہیں ہو سکتا (اس لئے کہ شریعت کی مراد کو صاحب شریعت سے زیادہ اور کون سمجھ سکتا ہے؟) ہاں صرف ایک صورت ہے کہ کسی ایسے امر متشابہ کی مراد (جس کے بیان سے صاحب شریعت نے سکوت فرمایا ہے) بطور احتمال بیان کی جائے (تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے) مگر یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں، (اس لئے کہ اگر بیان مراد کی گنجائش ہوتی تو شارع سکوت نہ فرماتے) اس لئے اس کی مراد کو اللہ کے سپرد کر دینے میں ہی عافیت ہے، باقی رہے وہ متواتر امور جن کی مراد بالکل واضح (اور بطور تواتر شارع سے منقول) ہے ان کو ظاہری معنی سے ہٹا کر کوئی اور مراد بیان کرنا تو قطعاً کفر ہے، اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

فانهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيات الله يجحدون (الانعام ۳۳)

ترجمہ: "بے شک یہ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، یہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔"

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ (مسئلہ تکفیر پر ہماری کوشش کا ماحصل ہے) باقی اللہ اور اس کا رسول اس سے زیادہ جانتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کا علم ہی زیادہ کامل اور محکم ہے، مناسب ہے کہ ہم اس بحث کا خاتمہ، خاتم المحدثین شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ کے بیان پر کریں۔

حضرت شاہ صاحب کی تحقیق ان کے نظری تفقہ سے اور مشکوٰۃ نبوت سے نکلا ہوا ایک نور ہے۔

خاتمہ

شیخ المشائخ خاتمۃ المحدثین

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ کی تحقیق انیق

مسئلہ تکفیر میں ایک تضاد اور اس کی تحقیق: حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہٗ "فتاویٰ عزیزیہ" میں ج:۱ص:۴۲ پر فرماتے ہیں۔

تضاد: مسئلہ: علامہ تفتازانی "شرح عقائد" میں فرماتے ہیں

"علمائے اہل کلام کے ان دو اقوال کو جمع کرنا بہت دشوار ہے:

۱:...... اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہا جائے۔

۲:...... جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو یا (آخرت میں بھی) اللہ تعالیٰ کی رؤیت (دیدار) کو محال کہتا ہو یا شیخین (ابوبکر و عمر) رضی اللہ عنہما کو سب و شتم کرتا یا ان پر لعنت بھیجتا ہو (اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو) اس کو ضرور کافر کہا جائے۔"

علامہ شمس الدین خیالی کی تحقیق: محقق شمس الدین خیالی "حاشیہ شرح عقائد" میں فرماتے ہیں:

"علماء اہل سنت کا یہ اصول کہ "صاحب قبلہ کو کافر نہ کہا جائے" اس کے معنی یہ ہیں کہ اجتہادی مسائل کے انکار پر (کسی اہل قبلہ کو) کافر نہ کہا جائے، اس لئے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرے اس کی تکفیر میں مطلق کوئی اختلاف نہیں ہے، (ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے) علاوہ ازیں یہ اصول (کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے) صرف امام ابوالحسن اشعری اور ان کے بعض متبعین کا قول ہے، باقی تمام اشاعرہ شیخ اشعری سے اس اصول میں متفق نہیں، اور یہی وہ تمام اشاعرہ ہیں جو معتزلہ اور شیعہ کو ان کے بعض عقائد (جس کا اوپر تذکرہ آیا ہے) کی بنا پر کافر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ان ہر دو اقوال کو جمع کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اس لئے کہ قول اول کے قائلین خود آپس میں متفق نہیں۔"

حضرت شاہ صاحب کا اس تحقیق پر اعتراض: حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس میں کوئی خفا نہیں کہ علامہ خیالی کا جواب اول ایک "عام" اصول اور مسلمہ ضابطہ میں بغیر کسی دلیل کے "تخصیص" کرنے اور "مطلق" کو "مقید" بنانے کے مرادف ہے، اور دوسرا جواب اس پر

مبنی ہے کہ دونوں قولوں کے قائلین الگ الگ ہیں۔ ما اکفر [واقعہ یہ نہیں ہے، بلکہ] جو لوگ اس اصول کے قائل ہیں وہی عقیدہ خلق قرآن پر، سب و شتم پر، عالم کو قدیم ماننے پر، معجزات کے انکار پر بھی تکفیر کرتے ہیں (لہذا تضاد ہو گیا ہے اور مزید تحقیق کی ضرورت باقی ہے)۔"

میر سید شریف کی تحقیق: میر سید شریف "شرح مواقف" میں فرماتے ہیں

"یاد رکھو! اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا یہ شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور فقہاء کی تحقیق ہے، جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، لیکن ہم جب گمراہ فرقوں کے عقائد کی چھان بین کرتے ہیں تو ان میں بہت سے ایسے عقائد ملتے ہیں جو قطعی موجب کفر ہیں۔ مثلاً:

١... اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور معبود کے وجود یا کسی انسان میں اس کے "حلول" سے متعلق عقیدہ۔

٢... یا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار یا آپ ﷺ کی توہین و مذمت سے متعلق عقائد و اقوال۔

٣... یا محرمات شرعیہ کو حلال اور فرائض شرعیہ کو ساقط قرار دینا۔

(لہذا ہم شیخ اشعری اور فقہاء کے اس اصول سے اتفاق نہیں کر سکتے، بلکہ اگر کوئی مسلمان فرقہ جب کفریہ عقائد و اعمال و اقوال کو اختیار کرے گا تو ہم اس کو ضرور کافر کہیں گے، اگرچہ وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو)۔"

حضرت شاہ رحمہ اللہ کی تحقیق: حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"(اہل قبلہ سے جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والا مراد نہیں بلکہ) تحقیق یہ ہے کہ اس مذکورہ بالا مشہور و معروف مقولہ میں "اہل قبلہ" سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروریات دین کا اقرار کرتے ہوں گویا قبلہ دین سے کنایہ ہے، مراد دین کو ماننے والے لوگ ہیں نہ کہ وہ شخص جو صرف قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں

"لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر ... الخ

ترجمہ ... نیکی اور دین داری صرف یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی جانب منہ کر لو، بلکہ نیکی اور دین دار وہ شخص ہے جو اللہ (کی ذات و صفات) پر، یوم آخرت (حشر، بعث بعد الموت، جزاء و سزائے اعمال) پر ایمان رکھتا ہو ... الخ"

ضروریات دین: لہذا جو شخص ضروریات دین کا انکار کرتا ہے وہ اہل قبلہ (اور مسلمان) رہتا ہی نہیں، اس لئے کہ محققین کے نزدیک ضروریات دین صرف تین قسم کے امور ہیں

۱..... کتاب اللہ کی آیات کو مدلول (مصداق) بشرطیکہ وہ اتنی صریح ہوں کہ ان میں کوئی تاویل ممکن نہیں، مثلاً ماؤں اور بیٹیوں کی حرمت (یعنی ان سے نکاح حرام ہونا) شراب اور جوئے کی حرمت، یا اللہ تعالیٰ کے لئے علم، قدرت، ارادہ اور کلام وغیرہ صفات کو ثابت کرنا (یعنی ماننا) یا مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین (سب سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ) سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا عقیدہ اور یہ کہ ان کی تکفیر و توہین (کسی صورت میں بھی) جائز نہیں۔

۲..... لفظی و معنوی متواتر احادیث خواہ عقائد و ایمانیات سے متعلق ہوں، خواہ اعمال و احکام سے، وہ احکام خواہ فرض ہوں خواہ نفل ہوں، مثلاً اس بات پر رسول اللہ ﷺ سے محبت کا فرض ہونا، خواہ وہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہوں، خواہ وہ معجزات یا ایک جمعہ، جماعت، اذان اور عیدین (وغیرہ شعائر دین) کو ماننا۔

۳......... وہ امور جن پر قطعی طور سے امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے مثلاً صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت (کے برحق ہونے) کا عقیدہ اور اس کے علاوہ امت کے باقی اجماعی عقائد و احکام۔

جو شخص ان امور کو نہیں مانتا اس کا ایمان معتبر نہیں: فرماتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص اس قسم کے عقائد و احکام کا انکار کرتا ہے اس کا ایمان کتاب اللہ اور انبیاء پر بھی معتبر نہیں، اس لئے کہ (مثلاً) قطعی اجماع کو غلط کہنا پوری امت کو گمراہ کہنے کے مترادف ہے اور (درج ذیل) قرآن کریم کی آیت کریمہ اور احادیث نبویہ کا انکار ہے۔

(۱) "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" (آل عمران ۱۱۰)
ترجمہ: تم تو وہ بہترین امت ہو جس کو لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

(۲) ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین. (النساء ۱۱۵)
ترجمہ..... جو کوئی ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنین کی راہ کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کرے گا۔

(۳) لا تجتمع امتی علی الضلالة.
ترجمہ..... (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) کہ میری امت گمراہی پر متفق اور مجتمع نہیں ہوگی

شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث از روئے معنی متواتر ہے۔ لہذا اس قسم کے امور کا منکر اہل قبلہ مسلمان ہے ہی نہیں۔

کا انکار کرے) اگرچہ اصل عمل کا انکار نہ بھی کرے وہ کافر ہے)۔"

کفر تاویلی: فرماتے ہیں:

"ہاں بعض احکام میں کفر تاویلی معتبر ہوتا ہے (یعنی موول کسی تاویل کی بناء پر انکار کرتا ہے اس لئے اس کو کافر نہیں کہا جاتا) لیکن ایسے واضح اور روشن امور میں تاویل نہیں سنی جاتی۔ جیسا کہ مانعین زکوۃ کی تاویل نہیں سنی گئی جو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں: "ان صلوتك سكن لهم۔" (بے شک آپ ﷺ کی نماز (دعا) ان کے لئے سکون کا موجب ہے)۔ (یعنی مانعین زکوۃ کہتے تھے جس طرح آپ ﷺ کی نماز (دعا) کا موجب سکون ہونا آپ کے ساتھ مخصوص تھا، اسی طرح: (خذ من اموالهم صدقة تطهرهم) کا حکم (آپ ﷺ ان کے مال میں سے صدقہ (زکوۃ) لیجئے، یہ صدقہ ان کے اموال کو پاک کردے گا)۔ کا حکم بھی آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا، اسی طرح فرقہ "حروریہ" یعنی خوارج کی تاویل نہیں سنی گئی جو "ان الحكم الا لله۔" (حکم صرف اللہ کیلئے ہی ہے) کی بناء پر "تحکیم" کے باطل اور موجب کفر ہونے پر استدلال کرتے تھے۔ (اور ان تمام صحابہ کرام ؓ کو کافر کہتے تھے جنھوں نے حکم کی تجویز کو قبول کیا)۔

کن امور پر تکفیر نہ کرنی چاہئے: فرماتے ہیں:

"باقی قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ، یا اللہ کی رویت کا انکار (محال سمجھ کر)، یا اللہ تعالی کی صفت علم کو بطور کلی تسلیم کر لینے کے بعد ہر ہر جزئی کے تفصیلی علم کا انکار، ایسے نظری اور استدلالی امور پر کسی کو کافر کہنے کا اقدام نہ کرنا چاہیے، اس لئے کہ ان امور کے مخالفین قرآن وحدیث کی کسی صریح اور قطعی نص کا انکار نہیں کرتے (یعنی یہ امور ایسی واضح اور قطعی نصوص سے ثابت نہیں جن میں فی نفسہ تاویل کی گنجائش نہ ہو اور جس حد تک نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں اس کا اعتراف کرتے ہیں)۔"

ایک اعتراض اور اس کا جواب کفر اور ایمان میں تقابل عدم وملکہ ہے: حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"اگر یہ کہا جائے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اہل قبلہ سے وہی لوگ مراد ہیں جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کرتے ہوں اور اہل قبلہ کا لفظ اس پر کیونکر دلالت کرتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کفر اور ایمان ایک دوسرے کے مقابل ہیں، اور ان میں تقابل "عدم وملکہ" کا ہے، اس لئے کہ "کفر" کے معنی ہیں عدم ایمان، اور جن دو چیزوں میں "عدم وملکہ" کا تقابل ہوتا ہے ان کے درمیان مصداق کے اعتبار سے واسطہ (یعنی تیسری صورت) نہیں ہوتا، اگرچہ فی نفس الامر واسطہ

ممکن ہو۔ مثلاً نابینا اور بینا، کہ بینا اس شخص کو کہتے ہیں جس کو بینا ہونا چاہئے مگر نہیں ہے، اور تقابل ہے کہ جس مخلوق کو بینا ہونا چاہئے اور وہ حال سے باہر نہیں، بینا ہوگا یا نابینا، یہ ممکن نہیں کہ وہ نہ بینا ہو نہ نابینا بلکہ تیسری حالت ہو، اسی طرح اس میں شبہ نہیں کہ ایمان کا وہ شرعی مفہوم جو قرآن وحدیث اور تفسیر وعقائد وکلام کی کتابوں میں معتبر ہے وہ یہی ہے کہ نبی ﷺ کی ان تمام امور دینیہ میں تصدیق کرنا جن کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو کہ آپ ﷺ (بحیثیت رسول) ان کو لے کر آئے ہیں، اور ایسے شخص کا تصدیق کرنا جو اس تصدیق کا اہل ہو (یہ قید اس لئے کہ بچے اور عقل وخرد اور علم ومعرفت سے عاری اور نااہل ہیں، اس لئے نہ یہ ایمان کے مکلف (اہل) ہیں اور نہ ان کا ایمان معتبر ہے)

یہ "ایمان" کی تعریف ہوئی، اور "کفر" کے معنی ہیں کہ جو شخص اس تصدیق کا اہل ہو وہ ان امور شرعیہ میں رسول اللہ ﷺ کی تصدیق نہ کرے، جن کو وہ یقینی طور پر جان سکتا ہے کہ آپ ﷺ ان کو لے کر دنیا میں آئے ہیں۔

فرماتے ہیں:

"کفر کی یہ تعریف بعینہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا کفر ہے اور منکر کافر ہے (لہٰذا کسی بھی امر ضروری کے منکر کو مسلمان اور اہل قبلہ نہیں کہا جاسکتا)۔"

کفر کی چار قسمیں

فرماتے ہیں:

"ہاں اس تصدیق نہ کرنے کے چار مرتبے (اور صورتیں) ہیں:

۱...... "کفر جہل" (جہالت والا کفر) یعنی رسول اللہ ﷺ کے ان امور میں جن کو لے کر آپ ﷺ کو دنیا میں آنا یقینی اور قطعی ہے، تکذیب اور (انکار) کرنا بلا علم ویقین کے ساتھ کہ آپ ﷺ (اس منکر کے زعم کے مطابق) اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں، ابوجہل اور اس کے ہمنواؤں کا کفر اسی قسم کا ہے۔

۲...... "کفر جحود وعناد" (عناد اور جحود (جان بوجھ کر نہ ماننے) والا کفر) یعنی یہ جانتے ہوئے کہ آپ ﷺ اپنے دعوؤں میں بالکل سچے ہیں، پھر محض ضد اور عناد کی وجہ سے آپ ﷺ کو جھوٹا کہنا، جیسا اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کا کفر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الذین آتیناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔" (البقرۃ ۱۴۶، الانعام ۲۰)

ترجمہ...... "جن کو ہم نے آسمانی کتاب دی ہے وہ آپ ﷺ کو ایسے ہی (یقینی طور پر) پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (کہ یہ ہمارے بیٹے ہیں)۔"

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں

[illegible]" کے ذیل میں مذکور ہیں۔ نیز "نہایہ" ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ میں ان کا ذکر موجود ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک استفتاء اور اس کا جواب: "رکیک تاویلات کرنے والے کا حکم"

"فتاویٰ عزیزی" مترجم ص ۱۵۲ پر فرماتے ہیں:

سوال: زید حدیث شریف کے حق میں ایسی رکیک اور بے سروپا تاویلات کرتا ہے جن سے حدیث کا انکار لازم آجاتا ہے۔ فقہی احکام کی رو سے زید پر کیا گناہ لازم آتا ہے؟ بیان فرمائیں!

جواب: قرآن و حدیث کی تفسیر اور معنی بیان کرنے کے لئے سب سے پہلے علم صرف و نحو و لغت و اشتقاق، معانی و بیان اور علم فقہ، اصول فقہ، عقائد و کلام، نیز اسناد حدیث و آثار، تاریخ وغیرہ کا علم حاصل ہونا ضروری ہے۔ ان علوم کو حاصل کئے بغیر قرآن و حدیث کے معنی بیان کرنے کی جرأت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ہر صاحب مذہب قرآن و حدیث سے ہی (اپنے مسلک کی حقانیت پر) استدلال کرتا ہے اور اپنے مخالفین کے شبہات (و اعتراضات) کا جواب دینے کے لئے تاویل پر مجبور ہوتا ہے، اور قرآن و حدیث میں اپنے مذہب کے موافق تاویل کو حق کہتا ہے (کہ جو مطلب قرآن و حدیث کا میں نے سمجھا ہے وہی صحیح ہے) اور اپنے مذہب کے خلاف معنی کو باطل سمجھتا ہے (ایسی صورت میں) حق و باطل کی معرفت کا معیار "صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ تعلیم کے وقت حالی اور مقالی قرائن کی مدد سے جو کچھ سمجھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحت، تعلیم فرمائی، وہی حق ہے اور واجب القبول۔

لہٰذا یہ رکیک تاویلات کرنے والا اگر پہلے فریق سے ہے (یعنی علوم ضروریہ کی تعلیم سے کورا اور ناواقف ہے) تو اس کے حق میں تو (احادیث میں) شدید وعید آئی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من فسر القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار"

(فتاویٰ ج ا ص [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۱۱۹، باب [illegible])

ترجمہ: "جس شخص نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی اس کو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے"

اس معاملہ (بیان مراد) میں قرآن و حدیث کا حکم ایک ہے، اس لئے کہ ان دونوں پر دین کی بنیاد قائم ہے، علاوہ ازیں عربی زبان میں حقیقت بھی ہے، مجاز بھی، ظاہر بھی ہے اور مؤول بھی، ناسخ بھی اور منسوخ بھی (تو ایک جاہل انسان کس طرح ان میں سے کسی ایک کو متعین کر سکتا ہے؟) اور اس کا فیصلہ اور سمجھ کیسے معتبر ہو سکتی ہے؟۔

اور اگر یہ تاویل کرنے والا دوسرے فریق میں سے ہے (یعنی علوم مذکورہ کا عالم ہے اور کتاب و سنت اجماع کے بیان کردہ معنی اور مراد کے خلاف کوئی اور معنی و مراد بتلاتا ہے) تو یہ شخص "مبتدع" ہے لہذا اس کی بدعت (تاویل) پر غور کرنا پڑے گا، اگر قطعی دلائل یعنی متواتر نصوص اور قطعی اجماع کے خلاف تاویل کرتا ہے تو اس کو کافر سمجھنا چاہئے اور اگر ظنی یعنی قریب بہ یقین دلائل کا خلاف کرتا ہے، مثلاً حدیث مشہور اور اجماع عرفی کا مخالف ہے تو اس کو فاسق اور گمراہ کہا جا سکتا ہے کافر نہیں، اور اگر اختلاف کرنے والا ان دونوں فریقوں میں سے نہیں ہے تو اس کے اختلاف کو "اختلاف امتی رحمۃ" کے قبیل سے سمجھنا چاہئے۔

لیکن ان تینوں مرتبوں اور فریقوں میں فرق و امتیاز کرنے کے لئے بہت بڑے وسیع علم کی ضرورت ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ رکیک تاویلات کرنے والا شخص نرے جاہلوں اور نادانوں کے فریق میں سے ہے لہذا اس کو "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کے سلسلہ میں جو تہدید و وعید اور سختی ہونے کا استحقاق احادیث میں وارد ہوا ہے اس سے آگاہ کر کے اس برے کلام سے باز رکھنا چاہئے، اور عوام الناس کو سخت تاکید کر دینی چاہئے کہ اس شخص سے گفتگو نہ کریں اور نہ اس کی بات سنیں۔ اور اگر یہ دوسرے فریق (مبتدعہ) میں سے ہے اور اس کا مذہب معلوم ہے، مثلاً وہ رافضی، خارجی، یا معتزلی ہے، یا فرقہ مجسمہ سے تعلق رکھتا ہے تو عامۃ المسلمین پر اس کے مذہب و مسلک کی حقیقت کو ظاہر کر دینا چاہئے (تاکہ لوگ اس کے پاس نہ جائیں اور اس کی بات نہ سنیں) اور اگر وہ اپنے گمراہ عقائد کو مسلک اہل حق کے لباس میں پیش کرتا ہے اور چھپاتا ہے تو اس کی تاویلات و تشبیہات و تمویہات ہمارے پاس لکھ کر بھیج دیں تاکہ ہم اس کا حکم لکھ کر روانہ کر دیں"۔

والسلام

❁❁❁❁❁❁

فرماتے ہیں:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ (سورۃ التوبہ: ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: "مشرکوں کو اپنے خلاف کفر کی شہادت دیتے ہوئے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں ...... اللہ کی مسجدوں کو تو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ...... الخ"

فرماتے ہیں۔ اور اگر بالفرض یہ کوئی مسجد تعمیر کرتے بھی تو وہ شرعاً مسجد نہ ہوتی (جیسے مسجد "ضرار" کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھا دی گئی اس لئے کہ وہ مسجد نہ تھی)

جو مستحق تکفیر ہے اس کا حکم مرتد کا سا ہے: مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "تحریر الابصار" میں "ذمیوں کی وصیتوں" کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"گمراہ فرقہ کا کوئی آدمی اگر اپنی گمراہی کی بنا پر تکفیر کا مستحق نہیں ہے تو وصیت کے بارے میں اس کا حکم مسلمان کا سا ہے، اور اگر تکفیر کا مستحق ہے تو اس کا حکم مرتد کا سا ہے (کہ اس کا کوئی تصرف معتبر نہیں ہوتا)۔"

❁❁❁❁❁❁

خلاصۂ کتاب

تصنیف رسالہ ہذا کا مقصد: مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ رسالہ مذکورہ ذیل احکام شرعیہ کو ثابت کرنے کیلئے لکھا گیا ہے:

۱۔ ...... ضروریات دین (دین کے قطعی اور یقینی عقائد و احکام) میں کوئی تصرف، تاویل اور ان کی جو مراد اب تک امت نے سمجھی ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری مراد، مثلاً تاویلات کی جو بھی صورت تواتر سے ثابت ہے، اس سے نکال دینا سب کفر کا موجب ہے، اس لئے کہ وہ لفظی یا معنوی متواتر نص جس کے معنی اور مراد کھلی ہوئی اور واضح ہو (جس طرح کے الفاظ اور معنی متواتر ہوتے ہیں) ایسے ہی (ا) اس کی

حافظ جمال الدین زیلعی نے بھی اس حدیث کو تخریج ہدایہ (نصب الرایہ) میں مسئلہ ثانیہ کے تحت "معجم طبرانی" کے حوالے سے نقل کیا ہے مگر اس میں (مرتد عورت سے) صرف توبہ کرانے کا ذکر ہے (قتل کا ذکر نہیں ہے)۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں مرتد عورت کے بارے میں احناف کا مذہب یہی ہے (کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے) الا یہ کہ مذکورۃ الصدر حدیث (جس میں مرتد عورت کے قتل کا حکم ہے) کا مصداق، سب وشتم کرنے والی عورت کو قرار دیا جائے۔ اس لئے کہ "درمختار" باب "جزیہ" کے آخر میں امام محمد سے سب وشتم کرنے والی عورت کو قتل کر دینے کی صریح روایت موجود ہے (لہٰذا معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت کو اسی پر محمول کیا جائے) صاحب "درمختار" "معراج" وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام محمد نے سب وشتم کرنے والی عورت کے قتل کر دینے پر عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے (اسی حدیث میں آتا ہے) کہ عمیر رضی اللہ عنہ نے عصماء بنت مروان کے متعلق سنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (گالیاں دیتی اور) ایذا پہنچاتی ہے تو ایک دن رات کو (موقع پاکر) اسے قتل کر ڈالا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر رضی اللہ عنہ کی (غیرت ایمانی کی) تعریف فرمائی۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس روایت اور استدلال کو یاد رکھنا چاہئے (بہت کام آمد ہے) زیلعی کی طرح "کنز" میں ج:۳ ص:۱۱۰ پر بھی مذکور ہے، چنانچہ مصنف "کنز" ج:۳ ص:۱۱۰ پر الشافعی ق کے حوالے سے قابوس بن مخارق کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مسلمانوں کے بارے میں لکھا کہ "یہ زندیق ہو گئے ہیں" الی آخرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ "جو دو آدمی زندیق ہو گئے ہیں، اگر وہ توبہ کر لیں تو فبہا ورنہ انہیں قتل کر دو" حافظ زیلعی رحمہ اللہ نے بھی "تخریج" میں باب "موت المکاتب وعجزہ" کے ذیل میں مذکورہ بالا روایت کی تخریج کی ہے مگر اس میں صرف توبہ کرانے کا ذکر ہے (قتل کا ذکر نہیں)

مصنف رحمہ اللہ (تمام مذکورہ بالا روایات کو سامنے رکھ کر) فرماتے ہیں انسان کی قدرت میں تو یہی ہے (کہ توبہ کرالے) ایمان دل میں ڈال دینا اور مطمئن کر دینا تو خدا کا کام ہے لہٰذا مذکورہ بالا نظریہ "تجنیح صدر" صحیح نہیں کیونکہ یہ انسانی قدرت سے باہر ہے)

دلوں میں ایمان ڈالنا اللہ کا کام ہے، ہم تو صرف توبہ کرانے کے مامور ہیں۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صحیح بخاری" ج:۲ ص:۱۰۸۱ کتاب الاحکام میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ

فہرست کتب حوالہ

''اکفار الملحدین''

مع اسماء مصنفین وسنین وفات

عابدین شامی (۱۲۵۲ھ)

منہاج السنۃ النبویہ: حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)

المنہاج: علامہ نووی (۶۳۱ یا ۶۷۶ھ)

الموافقات: علامہ شاطبی (۷۹۰ھ)

المواقف: علامہ عضد الدین الایجی (۷۵۶ھ)

موضح القرآن: شاہ عبدالقادر دہلوی (۱۲۳۰ھ)

المواہب اللدنیہ: احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی (۹۲۳ھ)

الموطا: امام مالک (۱۷۹ھ)

المیزان: علامہ شعرانی (۹۷۳ھ)

میزان الاعتدال: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)

ن

نبراس شرح عقائد: شیخ عبدالعزیز الفرہاروی (۱۲۳۹ھ تقریباً)

النبلاء: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)

نسیم الریاض شرح الشفاء: علامہ خفاجی (۱۰۶۹ھ)

نہایہ: علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الشیبانی الجزری ابوالسعادات مجدالدین (۶۰۶ھ)

ی

الیواقیت: ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد الشعرانی (۹۷۳ھ)

❁❁❁❁❁❁

تمت بالخیر